غلام احمد صاحب پرویز کی کتاب

ختمِ نبوّت اور تحریکِ احمدیّت

پر

تبصرہ

از قلم

جناب ابو قیصر آدم خان صاحب فاضل امیرِ جماعت احمدیہ مردان

ناشر:

شعبہ نشر و اشاعت نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف صدر انجمن احمدیہ (پاکستان)

ربوہ

فہرست مضامین

باب پنجم

باب ششم

باب ہفتم

باب ہشتم

باب نہم

ضیاء الاسلام پریس ربوہ

غلام احمد صاحب پرویز کی کتاب

ختمِ نبوّت اور تحریکِ احمدیّت

پر

تبصرہ

از قلم

جناب ابو قیصر آدم خان صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ مردان

ناشر:

شعبہ نشر و اشاعت نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف صدر انجمن احمدیہ (پاکستان)

ربوہ

تعارف

غلام احمد صاحب پرویز کی کتاب "ختم نبوت اور تحریک احمدیت" پڑھ کر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ پرویز صاحب کے نزدیک ختم نبوت کے معنی ختم وحی ہیں۔ ان کے یہ معنی علمائے اسلام کے اجماع کے خلاف ہیں کیونکہ تمام علماء اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے قائل رہے ہیں اور بعد از نزول ان کو نبی اللہ بھی مانتے ہیں اور ان پر وحی کے نزول کے بھی قائل رہے ہیں اور ان کی نبوت کو ختم نبوت کے منافی نہیں جانتے۔ پرویز صاحب نے اولیاء اللہ پر بھی وحی کا نزول منقطع قرار دیا ہے حالانکہ اس امت میں ہزارہا اولیاء ہوئے جنہوں نے خدا سے ہمکلامی کا شرف پایا۔ پرویز صاحب انہیں بھی ختم نبوت کا منکر جانتے ہیں۔ بدیں وجہ کہ ختم نبوت کے معنی پرویز صاحب کے نزدیک انقطاع وحی ہیں۔

میں اس کتاب کا جواب لکھنا چاہتا تھا کہ میرے فاضل دوست محترم ابو قیصر آدم خان صاحب کا خط مجھے موصول ہوا کہ وہ اس کتاب کا جواب لکھ رہے ہیں اس لئے میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

اب شعبہ نشر و اشاعت ان کی اس فاضلانہ کتاب کو شائع کر رہا ہے جس میں انہوں نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ پرویز صاحب کا دین ایک بالکل نیا دین ہے جو حقیقی اسلام سے قطعاً مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ خان صاحب کی سعی کو مشکور فرمائے اور اس کے پڑھنے والوں پر پرویز صاحب کی اصل حقیقت منکشف فرما کر ان کو اس فتنے سے بچائے۔ والسلام

محمد نذیر

ناظر اشاعت لٹریچر و تصنیف صدر انجمن احمدیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

اما بعد فاعوذ باللہ السمیع البصیر من الشیطان الرجیم
وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۔ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۔

قارئین کرام! حال ہی میں جناب غلام احمد صاحب پرویز کی ایک کتاب بنام "ختم نبوت اور تحریک احمدیت" شائع ہوئی ہے۔ میں اس کتاب کا جواب بہ توفیق خدائے بزرگ و برتر شروع کرتے ہوئے اس ہادیٔ مطلق سے التجا کرتا ہوں جو ہدایت کا سرچشمہ ہے کہ اس کو بھٹکوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

پرویز صاحب کی اس کتاب میں کوئی خاص نئی معقولی یا منقولی بات نہیں۔ البتہ ان کا بلند بانگ دعویٰ ہے کہ وہ قرآن کریم خالص کی روشنی میں گفتگو کرتے ہیں۔ یہ حقیقت ظاہر کرنی مطلوب ہے کہ پرویز صاحب کس

تک اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں؟

مکرم پرویز صاحب نے اپنی کتاب کی ابتدا "پس منظر" کے عنوان سے کی ہے اور اس میں چند ذیلی عنوانات قائم کئے ہیں۔ لہٰذا میں بھی اپنی کتاب کا پہلا باب "پس منظر کا پس منظر" کے عنوان سے شروع کرتا ہوں۔ وَبِاللّٰہِ التَّوفِیق!



باب اوّل

پس منظر کا پس منظر

آغازِ سخن کا پس منظر

ناظرینِ کرام! میں عرصہ دراز سے مکرم پرویز صاحب کی تصنیفات اور رسالہ "طلوعِ اسلام" مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ میں ان کو دیگر علماء اور اہلِ قلم کی طرح نہیں سمجھتا رہا۔ بلکہ ایک غیر متعصب تلاش کنندہ حقیقت سمجھتا رہا۔ گو کہ ان کی تحریر اور تقریر سے وقتاً فوقتاً میرے حسنِ ظن کو دھچکا لگتا رہا۔ جبکہ احمدیت کے خلاف ان کے غیر معقول اور قرآن کریم کی نصوص صریحہ نظر انداز کرتے ہوئے بیانات سامنے آتے رہے لیکن میں پھر بھی سنجیدگی سے ان کی تحریرات

پر غور کرتا رہا۔

آخر ایک دفعہ میں نے ایک آیت قرآنی کی وضاحت ان سے طلب کی جس کے جواب میں اپنے آخری خط میں انہوں نے لکھا:۔

"اب معلوم ہوا کہ آپ احمدی ہیں اور کہ ہم اِس قسم کی باتوں میں اپنی توانائی ضائع نہیں کرنا چاہتے۔"

اس کے بعد میں خاموش ہوگیا اور بدستور ان کا رسالہ "طلوع اسلام" مطالعہ کرتا رہا۔ تا آنکہ دو اڑھائی سال سے ان کی تحریر و تقریر میں شدّت پیدا ہوئی۔ پھر مجھ سے نہ رہا گیا اور خاتم النّبیین کے مفہوم کی تعیین کے متعلق چند قرآنی آیات پیش کرکے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میرے ان سوالات کے جوابات اپنی بصیرت کے مطابق قرآن کریم کی روشنی میں دے کر ممنون فرمائیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے لکھا۔

"آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا اور میں نے مرزا صاحب کا لٹریچر بہت پڑھا ہے۔"

مجھے مجبوراً خاموشی اختیار کرنا پڑی اور اس کے بعد ان کی تحریر و تقریر میں مزید شدّت پیدا ہونے لگی اور ساتھ ہی وقتاً فوقتاً اعلان بھی کرتے رہے۔ کہ عنقریب ختمِ نبوت اور مرزائیت کے متعلق ایک مبسوط کتاب لکھوں گا۔ جس کے لئے مطالبے ہوتے رہتے ہیں۔ اس کتاب کے انتظار میں دن گزرتے گئے۔ تا آنکہ پرویز صاحب کو شورش کاشمیری صاحب تک رسائی حاصل ہوئی اور ان کو انٹرویو دیا۔ اور بعد میں شورش صاحب نے ان کے کفر کے بیل کے منڈھے چڑھنے کے لئے علماء کرام سے سفارش بھی کی۔ شورش صاحب نے اپنی سفارش کے لئے مکرم پرویز صاحب

کی ایک دوسری کتاب بنام "شاہکار رسالت" کے مطالعہ کی طرف متوجہ کیا۔ اس وجہ سے میں نے بھی مناسب سمجھا کہ ان کی اس کتاب کو بھی زیر نظر رکھوں۔ چنانچہ آئندہ صفحات میں بہ عنوان "میرا کسی فرقے سے تعلق نہیں کے پس منظر" کے ضمن میں مختصر سا جائزہ کتاب مذکور کا بھی لیا گیا ہے۔

بہر حال پرویز صاحب کا انٹرویو "چٹان" اور "طلوع اسلام" دونوں میں شائع ہوا۔ اس انٹرویو کے سوال نمبر ۱۳ کے ضمن میں وہ اپنے دماغی ارتقاء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اور اسی سے اس کتاب کی ابتداء ہوتی ہے :۔

"کیونکہ میرے نزدیک انکار ختم نبوت کا فتنہ امت کے لئے بڑا خطرناک ہے چونکہ میں اس مسئلہ پر قرآن خالص کی روشنی میں گفتگو کرتا ہوں۔ روایات میں نہیں الجھتا اس لئے فریق مقابل (جماعت احمدیہ۔ ناقل) کے پاس میرے دلائل کا کوئی جواب نہیں ہوتا۔" (ختم نبوت ص۱۵ - و طلوع اسلام۔ اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۴۸)

یہ پرویز صاحب نے دانستہ ان الفاظ میں غلط بیانی کی ہے۔ کیونکہ ان کا کبھی بھی کسی احمدی کے ساتھ زبانی اور تحریری مناظرہ و مکالمہ شائع نہیں ہوا۔ البتہ من راقم نے ضرور کوشش کی تھی کہ وہ کسی حدیث یا روایت کا سہارا لئے بغیر "خاتم النبیین" کا مفہوم خالص قرآن کریم کی روشنی میں متعین کریں۔ اور میرے سوالات بھی قرآنی آیات پر ہی مبنی تھے لیکن پرویز صاحب کی طرف سے جواب سے اعراض ہی وقوع میں آیا کیونکہ میرے سوالات سے ان پر یہ حقیقت کھل گئی تھی کہ میں احمدی ہوں۔ اس کے بعد پرویز صاحب اپنی کتاب زیر نظر کے صفحہ ۱۶ پر فرماتے ہیں:۔

"میرا تجربہ ہے کہ عام طور پر احمدی حضرات کا قرآن کریم کا مبلغ علم ان چند آیات تک اور ان کے مخصوص مفہوم تک محدود ہوتا ہے جنہیں بحث و مباحثہ کے لیے انہیں یاد کرایا جاتا ہے اس لئے جب انہیں یہ کہا جائے کہ قرآن خالص کی روشنی میں گفتگو کی جائے تو فریق مقابل کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔"

نہایت افسوس اور صد افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ پرویز صاحب معلوم نہیں کس ملک کے باشندوں کو یہ تاثر دے رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ کی علمی ساکھ خدا کے فضل و کرم سے بین الاقوامی طور پر ساری دنیا میں قائم ہے۔ پرویز صاحب کا یہ کہنا سورج کو انگلی سے چھپانے کے مترادف ہے۔ مجھے تو پرویز صاحب کے مزعومہ مفہوم ختم نبوت کی تائید میں کوئی ایک آیت قرآنی بھی ان کی ساری تصنیف میں انہیں کے اصول "تصریف آیات" کی روشنی میں کہیں نظر نہیں آئی۔ میں نے ان کے ختم نبوت کے مزعومہ مفہوم کی تردید میں اور جماعت احمدیہ کے مفہوم کی تائید میں "تصریف آیات" کے اصول کے مطابق جس انداز سے قرآنی سند پیش کی ہے۔ اسی کے مطابق پرویز صاحب کو سند پیش کرنی چاہیئے۔ اور یہ ہرگز پرویز صاحب نہ کر سکیں گے کہ سارے قرآن سے اپنے مزعوم مفہوم کی تائید میں صرف ایک آیت بھی پیش کر سکیں۔ پس ان کا صرف اپنے خود ساختہ فلسفہ اور صغریٰ کبریٰ سے کام نہیں چل سکتا۔ اور پرویز صاحب کی اس تعلّی کے پیش نظر

"اس لئے جب انہیں یہ کہا جائے کہ قرآن خالص کی روشنی

میں گفتگو کی جائے تو فریق مقابل کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔"
میں نے یہ التزام کیا ہے کہ صرف اور صرف قرآن خالص کی روشنی میں گفتگو کروں
(انشاء اللہ العزیز) ورنہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور جماعت احمدیہ
کے نزدیک مطابق ہدایت مسیح موعودؑ لوازمات دین میں سے ہے۔ جس کو ہم تیسرے
درجے پر دین کا ماخذ سمجھتے ہیں۔ جیسے کہ حدیث کی بحث میں ظاہر ہو جائے گا۔
جہاں تک خالص قرآن شریف کی روشنی میں گفتگو کا تعلق ہے۔ ناظرین کو میری
اس کتاب سے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ پرویز صاحب قرآن کریم کی روشنی میں
اپنا مزعوم دعویٰ ثابت کرنے میں کہاں تک سچے ہیں۔
"پس منظر" کے عنوان کے تحت "مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت" کے ذیلی عنوان
کے متعلق عرض ہے کہ کتاب زیر نظر میں ایک دوسرے مقام پر بھی پرویز صاحب نے
ایسے ہی عنوان کے تحت کچھ لکھا ہے۔ مفصل میں آگے چل کر لکھوں گا۔ سردست
اتنا کافی ہے کہ یہ مسئلہ یقیناً اہم ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ قرآن
کریم کی نصِ صریح کا مسئلہ ہے اور قرآن کریم کا ہر حصہ اہم ہی ہے۔ ختم نبوت کا حقیقی
مفہوم خواہ یہ لیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ہمیشہ کے لئے
نبی یا رسول کے آنے کے لئے دروازہ کلی طور پر بند ہے جیسا کہ پرویز صاحب کا
خیال ہے اور یا یہ قرار دیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریعت تامہ کاملہ
لے کر آئے ہیں اور آپؐ کی پیروی میں قرب الٰہی کے منازل کا بشمول امتی کی نبوت
کا امتِ محمدیہؐ میں ملنا حضورؐ کے خاتم النبیین ہونے کا ہی عملی ثبوت ہے۔ جیسے
بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ اور ان کی جماعت کا عقیدہ ہے۔ بہر حال ختم نبوت کا مسئلہ

نہایت اہم ہے اور عملاً جماعت احمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے
کو سب سے زیادہ اہم سمجھتی ہے کیونکہ جماعت احمدیہ کے قیام کا سارا دارومدار ہی حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر ہی ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ قرآن
کریم کی روشنی میں یہ مسئلہ انتہائی آسانی سے حل ہو سکتا ہے۔ اگر نیت بخیر ہو اور کوئی
شخص اس کو پیچیدہ بنانے پر تلا ہوا نہ ہو۔

مقدمہ بہاولپور کا پس منظر

پرویز صاحب کے اس عنوان "پس منظر" کا دوسرا ذیلی عنوان "مقدمہ
بہاولپور" اور اس کی کیفیت کے متعلق ہے۔ اس مقدمہ کو پرویز صاحب نے
لاانتہا حد تک بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے اور اس کے فیصلے کے متعلق اپنا شاہکار
یہ پیش کر رہے ہیں کہ فاضل عدالت نے اپنے فیصلے کے صفحہ ۵ پر یہ ذکر کیا ہے کہ
اس مقدمہ میں بڑے بڑے علماء پیش ہوئے لیکن ان کے دلائل سے میں مطمئن نہ
ہو سکا لیکن ایک رسالہ میں ایک مضمون بعنوان "میکانکی اسلام" جناب
چوہدری غلام احمد صاحب پرویز کا میری نظر سے گزرا اور اس طرح انہوں نے
اس مسئلہ یعنی "نبوت" اور "ختم نبوت" کو حل کر دیا۔ جس سے میری تسلی ہوئی اور
اس طرح یہ مقدمہ دعویٰ تنسیخ نکاح برخلاف مدعا علیہ احمدی فیصلہ ہوا۔
عدالت کے اس سرٹیفکیٹ کو پرویز صاحب اپنے لئے تمام علماء
میں اپنا طرۂ امتیاز سمجھ رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ پرویز صاحب ایک اچھے
اہل قلم ہیں۔ شگفتہ بیان بھی اور اپنی فلسفیانہ موشگافیوں سے بات کو کچھ کا کچھ

بنا دینے کی مہارت اور قابلیت رکھتے ہیں اور ایک سطحی دماغ والا ناتجربہ کار اور کم علم انسان اس سے مرعوب ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے فاضل عدالت نے بھی جو نو آزمودہ سب جج تھے۔ ایک احمدی کے خلاف فیصلہ صادر فرمایا ہوگا۔ لیکن ناظرین کو یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیئے کہ یہ فیصلہ عدالت ماتحت کا تھا۔ اور اس سے پہلے اور اس کے بعد اسی قسم کے کئی مقدمات میں بحق احمدی فیصلے ہوئے ہیں اور فیصلہ مذکور کا غلط ہونا ثابت ہو گیا ہے ملاحظہ ہوں:۔

(۱) فیصلہ جناب چوہدری محمد علی صاحب سول جج لائلپور۔ ۳۰/۱۱/۵۰

بمقدمہ مسماۃ نذیراں بنام محمود احمد

دعویٰ تنسیخ نکاح

اس مقدمہ میں دعویٰ مدعیہ خارج کیا گیا ہے اور فاضل عدالت نے لکھا:۔

"احمدیت کوئی الگ مذہب نہیں ہے۔ احمدی خود مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے"

اس فیصلے کے خلاف اپیل بعدالت جناب شیخ عبدالمجید صاحب ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج لائلپور دائر ہوگئی۔

عدالت موصوف کا فیصلہ

(۲) اس بارہ میں بعض علماء کے خیالات خواہ کچھ بھی ہوں لیکن ہائی کورٹس وقتاً فوقتاً یہ فیصلے دے چکی ہیں کہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بعض امور میں عقائد کے متعلق اہم اختلافات ہونے کے باوجود ہم کسی

طرح بھی احمدیوں کو غیر مسلم نہیں کہہ سکتے۔ ۵/۵/۵۱

(۳) مدراس ہائیکورٹ کے فیصلہ میں مدراس لاجرنل ۱۹۲۳ کیس ۲۱ میں لکھا ہے

"احمدی مسلمانوں کا ایک اصلاح یافتہ فرقہ ہے"

(۴) فیصلہ ہائی کورٹ مغربی پاکستان۔

بااجلاس جسٹس محمد گل، مسٹر جسٹس کرم الٰہی چوہان

بمقدمہ آغا عبدالکریم شورش کشمیری بنام صوبہ مغربی پاکستان مطبوعہ ۱۹۶۹ پی۔ایل۔ڈی صفحہ ۲۸۹ پر لکھا ہے:۔

اس مقدمہ میں یہ امر واضح طور پر زیر تنقیح تھا کہ آیا احمدی مسلمان ہیں؟ اس تنقیح پر عدالت موصوف (بنچ) کا فیصلہ حسب ذیل ہے:۔

"سائل کے وکیل کی بحث کا تمام تر انحصار اس بات پر تھا کہ احمدی مسلمانوں کا ایک فرقہ نہیں ہے اور یہ کہ دستور پاکستان سائل کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ اس بات کا اظہار کر سکے۔ لیکن فاضل وکیل نے اس امر کو نظر انداز کر دیا ہے کہ احمدیوں کو بحیثیت پاکستان کے شہری ہونے کے دستور پاکستان کی رو سے اسی قسم کی آزادی حاصل ہے کہ وہ اس بات کا اقرار و اعلان کریں کہ وہ اسلام کے دائرہ کے اندر ہیں۔ یہ امر ہمارے نزدیک بعید از فہم ہے کہ سائل دوسرے کو وہ حق دینے سے انکار کرے جس حق کا وہ خود کو مستحق قرار دیتا ہے۔ یقیناً احمدیوں کو خوفزدہ کر کے ایسا نہیں کیا جا سکتا۔ اصل سوال یہ ہے کہ کس حد تک سائل اور اس کے

دوسرے ہم خیال لوگ قانون کی رُو سے احمدیوں کو اس امر کے اظہار سے روک سکتے ہیں۔ احمدی اسلام کے ایسے ہی اچھے پیرو ہیں جیسا کہ کوئی دوسرا شخص۔ ہمارے لئے معاملہ کے اس پہلو کو زیرِ غور لانا لازمی ہے۔ کیونکہ سائل کے فاضل وکیل نے اپنی بحث کے دوران منیر کی تحقیقاتی رپورٹ بابت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کا حوالہ دیا ہے جس میں احمدیوں کو اور مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کے درمیان اختلافی مسائل کو نمایاں کیا گیا ہے اور بعض واقعات کا ذکر کیا گیا ہے جن میں احمدی کہلانے والے لوگوں پر مرتد کا الزام لگایا گیا تھا اور بعض کو قتل کیا گیا تھا۔ مسل پر دو فیصلہ جات لائے گئے ہیں۔ جن میں ایک فیصلہ سابق پنجاب کی ایک عدالت ماتحت کا ہے اور دوسرا فیصلہ سابق ریاست بہاولپور کی ایک ضلعی عدالت ماتحت کا ہے۔ ان فیصلہ جات میں قرار پایا گیا تھا کہ احمدی مسلمانوں کا فرقہ نہیں ہے ہمیں حیرت ہے کہ یہ فیصلہ جات کس طرح امر متعلق ہو سکتے ہیں۔ یہ فیصلہ جات ماتحت عدالتوں کے ہیں اور زیر دفعہ ۱۳-ایکٹ شہادت ۱۸۷۲ء۔ یہ فیصلہ جات غیر متعلق ہیں۔ ان نظائر کے متعلق جن میں احمدیوں کو مرتد قرار دیا گیا ہے۔ ہمارا اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ یہ افسوسناک نظائر مذہب کے نام پر ظلم کو ثابت کرتا ہے اور جب تک کہ انسانی معاملات میں کوئی تمیز شرافت باقی ہے انسان ان کے خلاف بغاوت

ہمیشہ کرتا رہے گا۔ علاوہ ازیں یہ مثالیں حقیقی اسلام کے ارشادات و احکام کے خلاف ہیں۔ ضمیر کی آزادی کے تحفظ کے متعلق واضح حکم دیا گیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ "دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر روا نہیں" فکر و ضمیر کی آزادی کا تحفظ اس سے زیادہ واضح الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا۔ فقط۔"

قارئین کرام! یہ ہے محترم پرویز صاحب کے پیش کردہ مقدمہ بہاولپور کی حقیقت۔ پرویز صاحب کا فیصلے سے زیادہ اپنے نام کو پیش کرنا مطلوب تھا ورنہ ایک ابجد خواں بھی اس امر کو جانتا ہے کہ عدالت ماتحت کا فیصلہ کبھی بھی بطور شہادت پیش نہیں کیا جا سکتا۔

احادیث کے متعلق بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کا مسلک

تیسرے ذیلی عنوان کے تحت پرویز صاحب نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کی کتابوں سے دو اقتباس پیش کئے ہیں اور یہ بے بنیاد الزام لگا رہے ہیں۔ کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ اپنی وحی سے حدیث کو مسترد کر رہے ہیں:-

(۱) "اور جو شخص حَکَم ہو کر آیا ہے اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے۔ خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے۔ خدا سے علم پا کر رد کرے۔"

(تحفہ گولڑویہ بحوالہ ختم نبوت [illegible])

"قارئین کرام! یہ تو ظاہر ہے کہ احادیث کے ذخیروں میں بکثرت ضعیف

غیر وضعی، خلط شدہ احادیث پائی جاتی ہیں۔ حضرت مرزا صاحب مذکورہ اقتباس میں
فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ مجھے بطور حَکَم مبعوث کیا گیا ہے۔ اس لئے میں خدا سے علم پاکر
احادیث کے انبار میں سے وضعی اور غیر وضعی حدیث کو الگ کرتا ہوں
پرویز صاحب جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو کلی طور پر مسترد کر رہے
ہیں۔ وہ تو اس کے مجاز ہیں لیکن وہ جو خود کو خدا سے ہمکلامی کے مقام پر فائز
سمجھتا ہے جو خدا کی طرف سے مجاز قرار پا گیا ہے وہ پرویز صاحب کے
نزدیک اس بات کا مجاز نہیں کہ کسی حدیث کو خدائی علم کی روشنی میں ردّ
کر سکے۔ یا للعجب! بھلا اس میں برائی کی کونسی بات ہے جبکہ وہ خود فرماتے
ہیں کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں۔ خدا سے علم پاکر کر رہا ہوں۔ پرویز صاحب بغیر
خدائی علم کے تو حدیثوں کو ردّ کرنے کے مجاز ہیں لیکن حضرت مرزا صاحب غیر مجاز؟
یہ عجیب منطق ہے۔ حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنے مقام یعنی حَکَم ہونے کا دعویٰ
روشن دلائل سے ثابت کر دیا ہے اس لئے وہ یقیناً مجاز ہیں اور ان کے علاوہ ہر
کس و ناکس غیر مجاز۔ سوال صرف یہ ہے کہ آیا واقعی حضرت مرزا صاحب علیہ السلام
خدا کی طرف سے مامور من اللہ ہیں؟ اگر ہیں تو پرویز صاحب کا اعتراض قطعاً
لا یعنی اور بے بنیاد ہے اور اس کا بار ثبوت کہ حضرت مرزا صاحبؑ مامور من اللہ ہیں
ہم لوگوں پر ہے۔ جو موقعہ پر پیش کیا جائے گا۔ انشاء اللہ!
پرویز صاحب نے اپنا مسلک یہ بتایا ہے کہ وہ قرآن کے مخالف
حدیث کو ردّ کرتے ہیں۔ یہ مسلک حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کا ہی ہے۔ لہٰذا
ان کا اعتراض بے جا ہوا۔ اس کے لئے پرویز صاحب کا دوسرا پیش کردہ

اقتباس ہی کافی گواہ ہے :-
(۲) "میرے اس دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں۔ بلکہ قرآن اور وحی
ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں
بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور
میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردّی
کی طرح پھینک دیتے ہیں"
(اعجاز احمدی صفحہ ۳۰ بحوالہ ختم نبوت صفحہ ۲۰)
یہ اقتباس بھی بالکل واضح ہے اور اس پر اعتراض کرنے کا سوال ہی
پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ فرماتے ہیں کہ میرے پر جو وحی خدائے
بزرگ و برتر کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ وہ قرآن کریم کے خلاف نہیں
ہو سکتی۔ اس لئے جو حدیث قرآن کریم اور میری وحی کے معارض ہوگی وہ
میرے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہ ہوگا اور اس وجہ
سے وہ ردّی میں پھینکنے کے قابل ہوگی۔ لیکن پرویز صاحب حق کو چھپاتے
ہوئے اور تحریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-
"لہٰذا احادیث کی صحت و سقم کے متعلق مرزا صاحب کا
معیار یہ ہے کہ جو حدیث ان کی وحی کے مطابق ہے۔ وہ
صحیح ہے جو اس کے خلاف ہے وہ ردّی کی طرح پھینک
دینے کے قابل۔" (ختم نبوت صفحہ ۲۳)
حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ جو حدیث

قرآن کریم اور میری وحی کے خلاف ہوگی وہ ردّی میں پھینک دینے کے قابل ہے لیکن پرویز صاحب اپنی دیانتداری کا ثبوت مہیا کرتے ہوئے "قرآن کریم" کے لفظ کو الزام دیتے وقت ہضم کر جاتے ہیں۔ پرویز صاحب کا یہ فعل ان کے بیان کو عام بازاری سطح پر لے آیا ہے۔ علاوہ اس کے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کے مندرجہ ذیل اقتباسات سے حدیث کے متعلق ان کا نظریہ بخوبی واضح ہو سکتا ہے:۔

(۱) "میں نے سنا ہے کہ بعض تم میں سے حدیث کو بکلّی نہیں مانتے اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو سخت غلطی کرتے ہیں۔ میں نے یہ تعلیم نہیں دی کہ ایسا کرو۔ بلکہ میرا مذہب یہ ہے کہ تین چیزیں ہیں کہ جو تمہاری ہدایت کے لئے خدا نے تمہیں دی ہیں سب سے اول قرآن ہے۔ جس میں خدا کی توحید، جلال اور عظمت کا ذکر ہے۔" (کشتی نوح صفحہ ۳۶)

(۲) "دوسرا ذریعہ ہدایت کا جو مسلمانوں کو دیا گیا ہے سنّت ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی کارروائی جو آپ نے قرآن شریف کے احکام کی تشریح کر کے دکھلائیں۔ مثلاً قرآن شریف میں بظاہر نظر پنجگانہ نمازوں کی رکعات معلوم نہیں ہوتیں کہ صبح کس قدر اور دوسرے وقتوں میں کس قدر تعداد ہے لیکن سنّت نے سب کچھ کھول دیا ہے۔ یہ دھوکہ نہ لگے کہ سنّت اور حدیث ایک چیز ہے کیونکہ حدیث تو [illegible]

سو ڈیڑھ سو برس کے بعد جمع کی گئی۔ مگر سنّت کا قرآن شریف کے ساتھ ہی وجود تھا۔ مسلمانوں پر قرآن شریف کے بعد بڑا احسان سنّت کا ہے۔ خدا اور رسولؐ کی ذمہ داری کا فرض دو امر تھے۔ اور وہ یہ کہ خدا نے قرآن کو نازل کر کے مخلوقات کو بذریعہ اپنے قول کے اپنے منشاء سے اطلاع دی۔ یہ تو خدا کے قانون کا فرض تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرض تھا کہ خدا کے کلام کو عملی طور پر دکھلا کر بخوبی لوگوں کو سمجھا دیں۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ گفتنی باتیں کردنی کے پیرایہ میں دکھلا دیں اور اپنی سنّت یعنی عملی کارروائی سے معضلات اور مشکلات مسائل کو حل کر دیا۔ .... ہاں تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے کیونکہ بہت سے اسلام کے تاریخی اور اخلاقی اور فقہ کے امور حدیثیں کھول کر بیان کرتی ہیں اور نیز بڑا فائدہ حدیث کا یہ ہے کہ وہ قرآن کی خادم اور سنّت کی خادم ہیں .... پس حدیث کی قدر نہ کرنا گویا ایک عضوِ اسلام کا کاٹ دینا ہے۔ ہاں اگر ایک ایسی حدیث ہو جو قرآن اور سنّت کے نقیض ہو اور نیز ایسی حدیث کی نقیض ہو جو قرآن کے مطابق ہے یا مثلاً ایک ایسی حدیث ہو جو صحیح بخاری کے مخالف ہے تو وہ حدیث قبول کے لائق نہیں ہوگی کیونکہ اس کے قبول کرنے سے قرآن کو اور ان تمام احادیث کو

جو قرآن کے موافق ہیں۔ رد کرنا پڑتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ کوئی پرہیزگار اس پر جرأت نہیں کرے گا کہ ایسی حدیث پر عقیدہ رکھے کہ وہ قرآن اور سنت کے برخلاف اور ایسی حدیثوں کے مخالف ہے۔ جو قرآن کے مطابق ہے۔ بہرحال احادیث کی قدر کرو اور ان سے فائدہ اٹھاؤ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں اور جب تک قرآن اور سنت ان کی تکذیب نہ کرے۔ تم بھی ان کی تکذیب نہ کرو۔ بلکہ چاہیئے کہ احادیث نبویہ پر ایسے کاربند ہو کہ کوئی حرکت نہ کرو اور نہ کوئی سکون۔ اور نہ کوئی فعل کرو اور نہ ترکِ فعل۔ مگر اس کی تائید میں تمہارے پاس کوئی حدیث ہو۔ لیکن اگر کوئی ایسی حدیث ہو جو قرآن شریف کے بیان کردہ قصص سے صریح مخالف ہے تو اس کی تطبیق کے لئے فکر کرو۔ شاید وہ تعارض تمہاری ہی غلطی ہو اور اگر کسی طرح وہ تعارض دور نہ ہو تو ایسی حدیث کو پھینک دو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہیں ہے اور اگر کوئی حدیث ضعیف ہے مگر قرآن سے مطابقت رکھتی ہے تو اس حدیث کو قبول کرو۔"

(کشتی نوح مصنفہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ صفحہ ۸۱ تا ۸۲)

(۳) "ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالفِ قرآن اور سنت نہ ہو تو خواہ وہ کیسے

ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو اس پر وہ عمل کریں اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر ترجیح دیں اور اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ سنت میں اور نہ قرآن میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کریں۔ کیونکہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے اور اگر بعض موجودہ تغیرات کی وجہ سے فقہ حنفی کوئی فتویٰ نہ دے سکے تو اس صورت میں علماء اس سلسلہ کے اپنے خداداد اجتہاد سے کام لیں۔"

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی صفحہ ۱)

ان اقتباسات سے قارئین معلوم کر سکتے ہیں کہ پرویز صاحب کے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر الزام کی حقیقت بہتان تراشی سے زیادہ کچھ نہیں۔

"میرا تعلق کسی فرقہ سے نہیں" کا پس منظر

عنوان "پس منظر" کے تحت پرویز صاحب نے ایک ذیلی عنوان "میرا تعلق کسی فرقے سے نہیں" قائم کیا ہے۔ میں ان کو اس بات میں حق بجانب سمجھتا ہوں۔ میرے خیال میں انہوں نے اپنی کتاب میں صرف اور صرف یہی ایک بات مبنی بر حقیقت کہی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آج تک اسلام کی طرف منسوب جتنے فرقے ہیں۔ ان تمام فرقوں کا پرویز صاحب کے تصورات سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ پرویز صاحب درحقیقت ایک علیحدہ دین قائم کر رہے ہیں۔ مگر

قرآن کا نام لے کر۔

قارئین کرام! ؏

"ببین تفاوت راہ از کجاست تابکجا۔"

اسلام کی طرف منسوب ہونے والے تمام فرقوں کا اسلام پرویز صاحب کے نزدیک غیر قرآنی ہے اور عجمی۔ ایرانیوں کی سازشوں کا شکار شدہ اسلام ہے بلکہ بقول پرویز صاحب مجوسیت کے اکثر نظریات کا حامل ہے۔ مگر جماعت احمدیہ خدا کی طرف سے تفویض شدہ ذمہ داری کو پورا کرنے کی حتی المقدور کوشش کرتی رہے گی اور دینِ محمدیؐ کا جھنڈا اکنافِ عالم میں گاڑ دینے کی سعادت حاصل کرے گی۔ ؏

"فیصلے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا"

بفضلہ و بیدہ تعالیٰ!

پرویز صاحب اور تو اور اسلامی طریقہ "السلام علیکم" کے بھی قائل نہیں اور بجائے اس کے "سلام و رحمت" کے قائل ہیں جو اُن کے ہمنوا بھی استعمال کرتے ہیں۔ ممکن ہے پرویز صاحب "السلام علیکم" کا مسنون طریقہ بھی عجمی سازش کا نتیجہ سمجھتے ہوں کیونکہ اسلام کے اکثر و بیشتر عقائد اور نظریات وہ عجمی سازش سمجھتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا اُن سے پوچھا گیا کہ آپ "السلام علیکم" جو مسنون طریقہ اسلامی ہے کی بجائے "سلام و رحمت" کیوں استعمال کرتے ہیں؟ تو جب کوئی جواب نہ بن سکا تو کہنے لگے کہ:

"سلام و رحمت" "السلام علیکم" کا مخفف ہے اس لئے استعمال کرتا ہوں جیسا کہ ہندسہ "۷۸۶" بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کا مخفف ہے لیکن آئندہ کے لئے "السلام علیکم" کہا کروں گا۔"

یہ جواب آپ نے دیکھا۔ "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" کا مصداق ہے۔ اس جواب سے ظاہر ہے کہ پرویز صاحب کا یہ جواب اگر خلوص اور صمیمِ قلب سے ہو تو یہ تحریف فی القرآن کا بدترین مظاہرہ ہے کہ "۷۸۶" کا ہندسہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا مخفف یا مترادف ہے اور اگر دفع الوقتی کے لئے کہا ہو تو پھر بھی کتمانِ حق اور دھوکہ دہی کا عظیم شاہکار ہے۔

(۲) پرویز صاحب نے چودہ سو سالہ مروجہ مختلف مسائل کے متعلق رائے زنی کی ہے اور کر رہے ہیں اور آئے دن قرآنِ کریم میں حک و اضافہ کر رہے ہیں لیکن نماز جو اہم ترین رکن اسلام ہے۔ کے متعلق گومگو میں مبتلا ہیں اور فرماتے ہیں کہ "نماز کی صحیح شکل و صورت" "خلافت علیٰ منہاج النبوت" کے قیام پر ہوگی۔ اس سے پہلے ہر ایک اپنے اپنے طور طریقے پر عمل کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ دیگر اسلامی مسائل کے متعلق پرویز صاحب اپنی بصیرت پیش کر کے بزعمِ خود عہدہ برآ ہو جانے کی کوشش کر چکے ہیں لیکن نماز کے متعلق ان کے اس مندرجہ بالا جواب سے عہدہ برآئی نہیں ہو سکتی۔ پرویز صاحب نے جس طرح اپنی بصیرت کے مطابق بقول انکے قرآنِ کریم کی روشنی میں دیگر امور کے متعلق صحیح پوزیشن پیش کر دی ہے اور کر رہے ہیں۔ چاہے کوئی اس کو صحیح سمجھے یا نہ سمجھے۔ اسی طرح نماز کی صحیح شکل و صورت پیش کرنا بھی ان کے لئے ازبس ضروری ہے کیونکہ یہ تو اسلام کا بنیادی رکن ہے۔ چاہے کوئی صحیح سمجھے یا نہ سمجھے اور یا اس کے مطابق عمل کرے یا نہ کرے۔ نماز بہر حال ایک

فرض چیز ہے۔ اس کی صحیح شکل و صورت پیش کرنا ضروری ہے لیکن باوجود استفسارات کے پرویز صاحب لیت و لعل کرتے رہتے ہیں۔ اس میں کوئی خاص مصلحت تھا یا وہ پوشیدہ رکھتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ملت میں اگر دیگر امور چھوٹے بڑے مسائل میں اختلافِ اظہار بقول پرویز صاحب قرآن کریم کی رو سے شرک ہے تو نماز جو ہر فرقہ اسلامیہ کا اہم ترین جزوِ اسلام اور فرض ہے اس کی صحیح شکل وصورت کو تا قیام خلافت علیٰ منہاج النبوت معلق رکھنا اہل اسلام کو شرک پر قائم رکھنے پر رضامندی کا اظہار ہے۔

قارئین کرام! پرویز صاحب درحقیقت مروجہ نماز کے قائل ہی معلوم نہیں ہوتے۔

(۳) پرویز صاحب کہتے ہیں:۔

"جن امور کو قرآنِ کریم نے جائز قرار دیا ہے اگر اسلامی نظام چاہے تو (بہ تقاضائے حالات) انہیں ممنوع قرار دے سکتا ہے"۔

(۴) پھر لکھتے ہیں:۔

"جن احکام کو قرآن نے مطلق (بلا شرط و قیود) بیان کیا ہے اسلامی نظام ان پر عندالضرورت قیود اور شرائط عائد کر سکتا ہے اور بعض احکام کو وقتی طور پر ساقط العمل بھی قرار دے سکتا ہے۔"

گویا ان کے نزدیک نظام نسخ فی القرآن بھی کر سکتا ہے۔

(۵) پھر وہ لکھتے ہیں:۔

"سابق ادوار کے فیصلوں میں خواہ وہ رسول اللہؐ کے زمانے ہی کے کیوں نہ صادر ہوئے ہوں۔ ردوبدل کر سکتا ہے اور بعض فیصلوں کو منسوخ بھی کر سکتا ہے۔"

(شاہکارِ رسالت۔ صفحہ ۲۸۰-۲۸۱ مصنفہ پرویز صاحب)

ناظرین کرام! پرویز صاحب کے ان اعلانات و نظریات سے کیا نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے؟ یہی نا! کہ سابق شریعتوں کو منسوخ کرنے یا ردوبدل کرنے اور یا اس کے تحریفات کی نشاندہی کرانے کے لئے انبیاءؑ آتے تھے اور وہ خدا سے علم پاکر اسی کے مطابق فیصلہ کرتے تھے لیکن اب پرویز صاحب انہیں امور کے لئے خود اپنے آپ کو یا امت مسلمہ کی حکومت (خلافت) کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو بھی منسوخ کرنے کا مجاز سمجھتے ہیں۔ سوچنے کا مقام ہے کہ جو امور قرآن نے (جو تا قیامت عالمگیر آخری شریعت ہے) ضروری قرار دیئے ہیں۔ بقول پرویز صاحب ان کو اسلامی نظام مسترد کر کے ممنوع قرار دے سکتا ہے لیکن اگر بہ تقاضائے حالات کوئی حکم خداوندی منسوخ کیا جا سکتا ہے (یعنی قرآنی حکم۔ جو دائمی غیر متبدل شریعت ہے) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم نہ دیا جاتا کہ:۔

"یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ۔"

(۶۶/۱) ۔

ترجمہ: اے نبیؐ! جو چیز تم پر اللہ نے حلال کر رکھی ہے اس کو خود پر کیوں حرام کرتے ہو؟ اپنی بیبیوں کی رضامندی

حاصل کرنے کے لئے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بعض ازواج سے شہد نہ کھانے کا عہد کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم صادر ہوا۔

ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت حالات کے تقاضا کے پیش نظر عہد کیا ہوگا۔ اس کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جان بوجھ کر خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام سمجھتے تھے۔ (نعوذ باللہ) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تقاضائے حالات کے پیش نظر ایک جائز اور حلال چیز کے صرف اور صرف آپ نہ کھانے کا عہد خدا کے نزدیک نامناسب تھا تو کسی زمانے میں پرویز صاحب اسلامی حکومت کو مندرجہ بالا سرٹیفکیٹ کیسے دے سکتے ہیں؟ اور کس قرآنی دلیل سے؟ قرآن تو کہتا ہے:

"لَا تَبدِیلَ لِکَلِمَاتِ اللہ"

یعنی خدا کے اس آخری کلام (قرآن) میں کوئی تبدیلی نہیں

بہرحال یہ ایک غلط اور خلاف اسلام غیر قرآنی نظریہ ہے جو پرویز صاحب کا خود ساختہ ہے۔ قرآن ابدی شریعت اور عالمگیر ضابطۂ حیات ہے اس کی شان ہے:۔

"لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ"

ترجمہ: کہ اس کا کوئی حکم نہ نزول کے وقت باطل ہے نہ اس کے بعد زمانہ ماضی میں یعنی قبل از بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو تشریعی انبیاء آتے

رہے وہ کسی سابق شریعت کے احکام کو منسوخ کرتے تھے تو وہ بھی بہ تقاضائے حالات خدا سے علم پا کر سابق حکم کو منسوخ کرتے تھے اور کہ بعض جائز امور کو ناجائز قرار دیتے تھے اور بعض کو منسوخ کرتے تھے۔ اور بعض جدید احکام لاتے تھے۔ اسی طرح پرویز صاحب بہ تقاضائے حالات قائم اور دائم رہنے والی شریعت قرآن کے احکام کو بھی منسوخ کرنا اور ساقط العمل قرار دینا جائز سمجھتے ہیں کیا یہی ختم نبوت کی حقیقت ہے؟ العیاذ باللہ!

ختم نبوت کی حقیقت تو یہ ہے کہ تا قیامت نافذ العمل اور قابل عمل اور عالمگیر شریعت کی کتاب قرآن کریم ہے اس کا کوئی حکم۔ حلال کے متعلق ہو یا حرام کے متعلق۔ مع اپنی شرائط کے تا قیامت قائم و دائم ہے۔ پرویز صاحب کتاب زیر نظر کے صفحے پر لکھتے ہیں:۔

"یہ ہے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت کا اولین گوشہ۔ اس عقیدہ کی موجودگی میں کوئی شخص ہم سے یہ کہہ نہیں سکتا کہ خدا نے تمہیں میری وساطت سے یہ حکم دیا ہے۔ تم پر اس کی پابندی لازمی ہے"

اس سے تو معلوم ہوا کہ کسی جدید حکم پر تشریعی وحی کا دروازہ بذریعہ ختم نبوت بند ہوا ہے نہ کہ مطلق وحی کا۔ اور پرویز صاحب تشریعی وحی کو تو بند قرار دیتے ہیں مگر وہ قرآن کریم کے بعض احکام کا بہ تقاضائے حالات منسوخ کیا جانا بھی جائز سمجھتے ہیں یعنی بعض اوامر و نواہی کو ساقط العمل قرار دیا جا سکتا ہے اور بعض غیر مقید کو مقید اور مقید کو غیر مقید۔ گویا وہ شریعت اسلامیہ میں رد و بدل جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"زمانے کے بدلنے سے نئے نئے مصالح پیدا ہوتے ہیں۔
ایسی حالت میں اگر صرف منصوص ہی کا اعتبار کیا جائے تو
لوگ سخت مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ یہ بات رحمت کے
منافی ہے۔" (شاہکارِ رسالت ص۱۶۹)

گویا لوگوں کو مصیبت سے بچانے کے لئے جو قرآنی احکام سے پیدا ہو رہی ہو نعوذ باللہ منصوص احکام کو بھی معتبر نہیں سمجھتے — پرویز صاحب کام وہ کرتے ہیں جو تشریعی نبی ہی خدا کی وحی کے مطابق کرتا تھا اور ساتھ ہی ختمِ نبوت یعنی انسدادِ نبوت کا راگ بھی الاپ رہے ہیں۔ ناظرین خود اندازہ لگائیں کہ پرویز صاحب کے کیا ارادے ہیں؟ یہ ارادے اور یہ نظریات قرآنِ کریم کے یکسر مخالف ہیں اور اس وجہ سے ان کا کہنا بجا ہے کہ "میرا تعلق کسی فرقہ سے نہیں۔"

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ تو قرآن کے اوامر و نواہی کو ابدی جانتے ہیں اور پرویز صاحب قرآن کے منصوص احکام کو بھی حسبِ ضرورت برملا منسوخ کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ یہ پرویز صاحب کے مخصوص نظریات ہیں اسی لئے وہ قرآنِ کریم کی غیر مبہم آیات کی تفسیر و تشریح بھی اپنے من کے مطابق کرتے ہیں اور اپنے نظریہ کی تائید میں عموماً علامہ اقبال مرحوم کے اقتباسات پیش کرتے ہیں اور اس طرح اگر دنیائے اسلام کے کسی شخص کا قول اُن کے کسی نظریہ کے مطابق ہو تو اسے بطور تائید پیش کرتے ہیں خواہ وہ قول قرآنِ کریم کی کسی نصِ صریح کے صریحاً خلاف ہی ہو۔ بظاہر تو وہ یہ کہتے رہتے ہیں کہ قرآن دائمی شریعت ہے یہ غیر محرّف تا قیامت رہے گا لیکن عملاً ہر

مسئلہ میں قرآنِ خالص سے سرتابی اور سرکشی ان کا نصب العین بنا ہوا ہے۔

عبارت مندرجہ بالا میں ان الفاظ کو دیکھیں کہ "صرف منصوص (وہ حکم جو قرآنِ کریم کی کسی آیت صریحہ سے ثابت ہو) اس لئے قابلِ اعتبار نہیں کہ وہ لوگوں کے لئے مصیبت بن سکتا ہے" اس لئے قرآن کے خلاف کسی اپنی مزعومہ مجبت کے پیشِ نظر پرویز صاحب کا ذاتی فیصلہ از بس ضروری ہے۔ یہ عملاً تشریعی نبوت کا اجرا نہیں تو اور کیا ہے؟ حالانکہ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ:

"كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ" (۳۸/۲۹)

"یعنی وہ ضابطہ حیات ہے جس میں ایسے اصول و قوانین ہیں جو دائمی خیر و فلاح کا موجب ہیں۔ جن سے انسان کا ثبات و استحکام اور نشو و نما وابستہ ہے۔"

(ترجمہ از پرویز صاحب "لغات القرآن" ص۳۱۲) یا

"ہم نے تیری طرف ایسی کتاب اتاری ہے جس میں تمام آسمانی کتابوں کی خوبیاں موجود ہیں۔ مبارک۔ برکۃ یعنی جوہڑ جس میں پانی جمع ہو۔"

اسی طرح فرمایا۔

"فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ۔" (سورۃ بینہ آیت ۴)

یعنی اس کتاب میں وہ احکام ہیں جو ہمیشہ قائم رہنے والے ہیں۔

بہرحال قرآنِ کریم ایک ایسی کامل کتاب ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی انسان کا

اس کے منصوص کے خلاف کسی مسئلہ کے متعلق حل پیش کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن پرویز صاحب بدلے ہوئے حالات کے پیش نظر خود قرآن کے منصوص حکم کو بھی رد کرنے کا اپنے آپ کو مجاز سمجھتے ہیں۔ یہ ہیں ہمارے مکرم پرویز صاحب جو بظاہر دعویٰ نبوت کئے بغیر قرآن کریم کو منسوخ کرنیوالے ہیں جب پرویز صاحب کام نبیوں والا کرتے ہیں اور نئی شریعت بنانا جائز۔ اور شریعت قرآنی کے احکام کو منسوخ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں تو یہ عمل انکا خدا بغیر تشریعی نبوت کے دعویٰ کے مترادف ہوا اب وہ انسان جس میں انصاف ہو اور وہ اندھا دھند پرویز صاحب کی شگفتہ بیانی سے مرعوب نہ ہو فیصلہ کرسکتا ہے کہ پرویز صاحب کا فتنہ امت مسلمہ کے لئے کس حد تک خطرناک ثابت ہوسکتا ہے؟ اور کیا پرویز صاحب کی تحریک قرآنی تحریک ہے؟ کیا یہ قرآن کریم کو کسی دوسرے ازم میں تبدیل کرنے کے صاف صاف حربے نہیں؟ اور کیا قرآن کریم کی منسوخی کے لئے راہ ہموار کرنا نہیں؟ برخلاف اس کے جماعت احمدیہ کا ہر فرد خدا کو حاضر ناظر جان کر علی الاعلان اقرار کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن کریم خدا کی آخری شریعت ہے اور قرآن کریم ہر زمانہ میں ہر قسم کے بدلے ہوئے حالات میں مسائل کا حل پیش کرنے کی اہلیت خود رکھتا ہے۔ پرویز صاحب کے نزدیک:

"قرآن کریم نے صدقات میں مؤلفۃ القلوب کا حصہ رکھا تھا یہ حکم عہد دور رسالت مآب صلعم اور دور صدیقی میں تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اسے بند کردیا۔" (شاہکار رسالت مصنفہ پرویز صاحب ص۲۷۸)

دیکھا آپ نے؟ قرآن کریم کے احکام کو منسوخ کرنے کے لئے پرویز صاحب کس طرح راہ ہموار کررہے ہیں۔ قرآن کریم کا حکم اور اس کے مطابق حضرت نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کا اس پر تعامل اور حضرت عمر فاروق اعظمؓ کا اس کو یکسر مسترد کرکے بند کردینا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!

میں تو سمجھتا ہوں کہ اتنا بڑا ظلم چودہ سو سال میں کسی نے بھی قرآن کریم کے ساتھ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ کیا ہوگا جتنا کہ پرویز صاحب کررہے ہیں۔

پھر وہ لکھتے ہیں:—

"قرآن کریم نے مسلمانوں کو اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کر لینے کی اجازت دی ہے (۵/۵ قرآن) چنانچہ مسلمان ان سے نکاح کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ان (اہل کتاب کی) عورتوں کے مسلمانوں کے گھروں میں آجانے سے فتنے کا دروازہ کھل رہا ہے تو آپ نے اس کی ممانعت کی۔"

(شاہکار رسالت۔ ص۹۵)

مکرم پرویز صاحب حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مسترد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث (بدالسنت او) قرآن کے خلاف ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ کی طرف کسی منسوب بات کو سو فیصد صحیح اور حق سمجھ کر مسلمانوں کے دلوں سے ایک طرف قرآن کی عالمگیریت کا ایمان مٹا رہے ہیں اور دوسری طرف

حضرت عمرؓ جیسے انسان کے خلاف ملّتِ اسلامیہ میں ردِّ عمل پیدا کر رہے ہیں۔ قرآن کریم خدا کی آخری کتاب ہے۔ کوئی طاقت اس کے فیصلے کے خلاف فیصلہ دینے کا حق نہیں رکھتی۔ (لیکن یہ تو ایک احمدی مسلمان کا ایمان ہے۔ پرویز صاحب کا نہیں) یہ ایک تاریخی واقعہ ہوگا۔ پرویز صاحب کو چاہیئے تھا کہ اس منسوب واقعہ کو قرآن کے نصِ صریح کے خلاف دیکھ کر مسترد کر دیتے لیکن وہ اس کے وقوع کو صحیح اور حق بجانب سمجھتے ہوئے قرآنی حکم کو مسترد کرنے کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔ معاذ اللہ کیا یہی قرآن دانی اور قرآن سے وابستگی ہے؟

پھر پرویز صاحب قرآنی حکم کو مسترد کرنے یعنی منسوخ کرنے کی عجیب توجیہہ بھی پیش کرتے ہیں یعنی اس قرآنی حکم کو بقول پرویز صاحب حضرت عمرؓ نے اس لئے مسترد کر دیا تاکہ فتنوں کا دروازہ بند کریں۔ یعنی علیم و خبیر خدا اس حکم کے نتائج سے لاعلم اور بے خبر تھا۔ معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ! حضرت عمرؓ نے بقول پرویز صاحب فتنوں کا دروازہ بند کر دیا لیکن پا بہمہ وہ خود فتنے کا شکار رہے۔ نہ صرف وہ بلکہ ان کی شہادت کے بعد حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت حسنؓ۔ حضرت حسینؓ۔ حضرت زبیرؓ وغیرہ بلکہ ساری امت فتنوں کے لپیٹ میں آگئی۔ فتنوں کا دروازہ بند کیا گیا تھا تو پھر یہ فتنے کیسے اُبھر آئے؟ مزید ملاحظہ ہو:—

"قرآن کریم نے ترکہ کی تقسیم کے سلسلہ میں وارثوں پر کوئی شرط نہیں لگائی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ قاتل مقتول کا وارث نہیں ہو سکتا۔ آپ نے دیکھا کہ اس فیصلہ سے کتنے

بڑے فتنے کا دروازہ بند کر دیا گیا"

(شاہکار رسالت۔ مصنفہ پرویز صاحب۔ صفحہ ۹۵)

سمجھ میں نہیں آیا کہ پرویز صاحب حضرت عمرؓ کو خاتم النبیین سمجھ رہے ہیں یا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اور کہ آپ قرآن کریم کو آخری شریعت سمجھ رہے ہیں یا کہ حضرت عمرؓ کے فیصلوں کو؟ اگر کوئی بات حدیث نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو تو اس کو پرویز صاحب درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے لیکن حضرت عمرؓ کے فیصلوں پر ایسا محکم ایمان ہے جیسا کہ ایک مسلمان کا قرآن کریم پر۔

پرویز صاحب فرماتے ہیں کہ:—

"علیم و خبیر خدا نے قرآن کریم میں ایک حکم حضرت نبی کریم صلعم پر نازل کیا جس میں ایک بڑا فتنہ مضمر تھا۔ جس کا نہ خدا کو علم تھا اور نہ نبی کریم صلعم کو۔ ہاں اس فتنہ کو حضرت عمر فاروقؓ نے بھانپا اور خدا کے حکم کو مقید کر دیا۔"

یہ ہے ہمارے مکرم پرویز صاحب کی قرآن دوستی اور اسلام دوستی۔ جن کے نزدیک جماعت احمدیہ امت کے لئے بڑا فتنہ ہے۔

مزید ملاحظہ ہو:—

"اس بنا پر ابو حنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پاتے اور میں آپ کو پاتا تو آپ اکثر میرے اقوال اختیار فرماتے۔ دین اس کے سوا کیا ہے کہ وہ ایک

اچھی اور عمدہ رائے کا نام ہے"

(شاہکارِ رسالت ص ۲۶۸ مصنفہ پرویز صاحب)

الفاظ حضرت امام اعظمؒ کی طرف منسوب کردہ ملحوظ خاطر رکھ کر یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کیا یہ الفاظ واقعی انہیں کے ہیں۔ معاذ اللہ یہ الفاظ ان کے نہیں ہو سکتے۔ یہ تو شانِ نبوت میں صریحاً "گستاخی کے الفاظ ہیں۔ پھر ان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک "دین" خدا کا نہیں۔ بلکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی اختراع ہے نعوذ باللہ! نبی کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ بلحاظ بشر اور انسان کے نبی اور عام انسان میں کوئی فرق نہیں ہوتا اور دوسری حیثیت بلحاظ نبی اور رسول ہوتی ہے لیکن بوجہ رسول اور نبی ہونے کے نبی کی حیثیت بلحاظ انسان اور بشر ہونے کے بھی باعث صد شرف ہوتی ہے اس لئے بھی حضرت امام اعظمؒ کی طرف منسوب الفاظ احترام سے گرے ہوئے ہیں۔ "دین" کا نبی ہونے کے ساتھ وہ تعلق ہے جس میں کوئی غیر نبی انسان برابر نہیں ہو سکتا۔ (الدّین خدا کی طرف سے بذریعہ وحی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ ضابطہ حیاتِ انسانی ہے۔ جس میں خود نبی کا اپنا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ صرف اس وحی کے لئے اس نبی کو خدا خود انتخاب کرتا ہے اور اس لئے کوئی انسان نبی کی برابری نہیں کر سکتا۔ یہ حقیقت خود پرویز صاحب کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:—

"انسانوں کو دنیا میں خدا کا قانون وحی کے ذریعہ (بوساطت انبیاء کرام) ملتا ہے۔ یہ قانون اپنی مکمل اور آخری شکل میں

قرآن کریم کے اندر محفوظ ہے۔ اس کا نام (الدّین) ہے اس کے مطابق عمل کرنے کو الاسلام کہتے ہیں۔"

(لغات القرآن جلد ۲ ص ۶۸۲ مصنفہ پرویز صاحب)

ناظرین کرام! دین کی اس تعریف کے پیش نظر کیا حضرت امام اعظمؒ یہ کہنے کے مجاز تصور کئے جا سکتے ہیں جو ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں (الدّین) کی اس تحقیق کے پیش نظر یہ بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ پرویز صاحب ایک طرف تو قرآن کریم کو مکمل اور آخری دین بتلاتے ہیں اور دوسری طرف اسی قرآن کے منصوص احکام کو منسوخ قرار دینے کی راہ بھی ہموار کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ملاحظہ ہو۔

"ابو عوانہؓ نے بیان کیا کہ میں ایک روز ابو حنیفہؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ سلطان کی طرف سے ایک ایلچی آیا۔ اس نے کہا کہ امیر نے پوچھا ہے کہ ایک آدمی نے شہد کا ایک چھتہ چرایا ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ آپ نے بلا کسی ہچکچاہٹ کے جواب دیا کہ اگر اس کی قیمت دس درہم ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ ایلچی چلا گیا تو میں نے ابو حنیفہؒ سے کہا کہ تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے کہ پھل پھلواری کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جا سکتا۔ فوراً اس کی مدد کو پہنچیے ورنہ اس شخص کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ آپ نے پھر بلا کسی ہچکچاہٹ کے کہا۔ کہ وہ حکم گزر چکا۔ اور ختم ہو چکا ہے

(شاہکار رسالت۔ ص ۲۶۸)

قارئین کرام! اس تاریخی واقعہ پر غور فرمائیں۔ پرویز صاحب اس تاریخی واقعہ کو بطور سند کے حضرت امام اعظمؒ کو آڑ بنا کر احکام نبی آخر الزمان ﷺ کو منسوخ کرنے کے جواز کے لئے پیش کرتے ہیں کیا یہ تاریخی واقعہ غلط نہیں ہو سکتا؟

پرویز صاحب کے کہنے کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو معاذ اللہ ان کے فدائی مخلص امتی نہایت گستاخانہ اور احترام سے گرے ہوئے الفاظ میں پاؤں کے نیچے روند ڈالا۔ حیرانی ہے ایک طرف پرویز صاحب قرآن کریم کو حق و صداقت کا معیار پیش کرنے کے مدعی ہیں اور دوسری طرف خود قرآن عظیم کے احکام اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ جات کو غلط تاریخی واقعات سے مسترد کر رہے ہیں صاف ظاہر ہے کہ پرویز صاحب کوئی ایسا دین پیش کر رہے ہیں جو دراصل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا نہیں ہے بلکہ ختم نبوت اور دین کے مکمل ہونے کے یکسر منافی ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ اور نیز دیگر تاریخی واقعات جو بھی ان کے مطلب اور مقصد کو پورا کرنے کے مطابق ان کو نظر آتے ہیں۔ قرآن کریم کی منسوخی کے لئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ جات کو مسترد کرنے کے لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں بزرگان دین کی طرف اپنے منسوب کردہ الفاظ جو حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں گستاخانہ اور احترام کے یکسر منافی ہوں۔ بطور سند کے پیش کرتے ہیں۔ اس سے پرویز صاحب کے اندرونہ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ پرویز صاحب حضرت عمرؓ اور ابو حنیفہؒ کے تاریخی واقعات کو صحیح قرار دے کر اپنے نئے دین کے لئے راہ ہموار کر رہے ہیں۔ وہ آئمہ کی طرف ایسی غلط منسوب روایات کو تو صحیح مان رہے ہیں اور احادیث نبویہؐ کو قرآن کریم کے خلاف ہونے کا عذر کر کے رد کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اس قسم کے واقعات بطریق اولیٰ بوجہ خلاف قرآن ہونے کے رد کرنے کے قابل ہیں۔ اس قسم کی منسوب کردہ روایات صحیح نہیں مانی جا سکتیں۔ یہ ان ائمہ کے دشمنوں کی گھڑی ہوئی جعلی اور موضوع روایات معلوم ہوتی ہیں اور یہی درحقیقت اسلام کے خلاف سازشی روایات ہیں جن کو پرویز صاحب صحیح اور بطور سند کے پیش کر رہے ہیں اور ان کو بطور سند شائع کر رہے ہیں۔

مکرم پرویز صاحب موجودہ مروجہ اسلام کو خواہ کسی فرقے کا ہو عجمی اور ایرانی سازش سمجھتے ہیں اور وہ بدانست خود اصل قرآنی اسلام دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ لہٰذا ان کے نزدیک آج روئے زمین میں ان کے معیار کے مطابق کوئی بھی قرآنی مسلمان نہیں ہے۔ اب ناظرین کرام خود سوچیں کہ پرویز صاحب سارے مسلمانوں کو کیا سمجھ رہے ہیں۔۔؟ یعنی یہ کہ آج سارے روئے زمین میں ان کے سوا اور ان کے ہمنواؤں کے سوا کوئی مسلمان نہیں۔ اس لئے جب تک پرویز صاحب کا اسلام قبول نہ کیا جائے۔ کوئی بھی مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔

رسالہ طلوع اسلام اکتوبر ۴۰ء کے صفحہ ۲۱ پر ترجمان خدام الدین

کا مندرجہ ذیل اقتباس نقل کرتے ہیں :-

" پنجاب میں جو اسلام رائج ہے اس کا ۹/۱۰ حصّہ کفر سے آیا ہے۔ ہر کفر کہ کہنہ شد مسلمانی شد"

آگے طلوعِ اسلام میں لکھتے ہیں :-

" یہی بات اگر طلوعِ اسلام کہدے تو اسے گردن زدنی قرار دے دیا جائے۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس میں پنجاب کو کیوں مختص کیا گیا ہے؟ کیا ملک کے باقی حصوں میں "خالص" اسلام رائج ہے؟"

اس وقت ہمارے سامنے ترجمان خدام الدین نہیں بلکہ پرویز صاحب اور طلوعِ اسلام ہے۔ جن کی نظر میں ملک کے تمام حصوں میں کہیں بھی خالص اسلام نہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ جب اس قسم کے حالات پیدا ہو جائیں۔ تو کسی مامور کا آنا سنّتِ الٰہی کے مطابق ضروری اور لازم ہو جاتا ہے

اور ملاحظہ ہو۔ پرویز صاحب فرماتے ہیں :-

" اول الذکر گروہ سے جو " ایمان دار بے ایمانوں" پر مشتمل ہے۔ خطاب فضول ہے۔ دوسرا گروہ جسے ہم " بے ایمان ایماندار" کہہ سکتے ہیں۔"

(طلوعِ اسلام۔ نومبر دسمبر ۱۹۶۱ء)

یعنی پرویز صاحب کے نزدیک آج روئے زمین میں کوئی مسلمان نہیں۔ دو گروہ کا ذکر فرماتے ہیں۔ اوّل " ایماندار بے ایمان" دوسرا " بے ایمان ایماندار"

سمجھ میں نہیں آتا کہ " ایمان دار" ہو کر " بے ایمان" کیسے ہو سکتا ہے اور " بے ایمان" ہو کر " ایماندار" کیسے؟ پھر یہ بھی ایک معمّا ہے کہ " بے ایمان ایماندار" اور " ایماندار بے ایمان" کی بجائے کیوں نہیں کہتے۔ کہ کوئی مسلمان نہیں۔ شاید اس موقع پر پرویز صاحب یہ فرمائیں کہ یہ فلسفے کی باتیں ہیں اور احمدی سطحی دماغ والے لوگ ہیں۔ اس لئے ان کی سمجھ میں یہ فلسفہ نہیں آ سکتا۔ میں کہوں گا کہ خدا ہمیں اس قسم کے فلسفیوں سے اپنی حفاظت میں رکھے لیکن اس ضمن میں ایک اسی نوعیت کی بات عیسائیوں کے متعلق ذکر کرنا غیر ضروری نہیں ہو گا۔ وہ یہ کہ عیسائی لوگوں کا عقیدہ ہے کہ

" ایک مت کہو بلکہ تین کہو اور تین مت کہو مگر ایک"

جب ان سے پوچھا جائے کہ بھائی یہ کیا گورکھ دھندا ہے؟ جو آپ کہہ رہے ہیں۔ یہ بات تو سمجھنے میں نہیں آتی تو جواباً وہ کہہ دیتے ہیں کہ بھائی اس بات کو تو اچھی سمجھنا مشکل ہے۔ اس کے سمجھنے کا صرف ایک ہی طریقہ اور علاج ہے اور وہ یہ کہ آپ بپتسمہ لے لیں۔ تب آپ کی سمجھ میں آ سکے گی۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ پرویز صاحب کا بھی کوئی طریقہ بپتسمہ کا ہو اور وہ یہ فرمائیں کہ بھائی جب تک ہمارا بپتسمہ نہیں لیتے۔ اس وقت تک آپ اس معمّا کو نہیں سمجھ سکیں گے۔

پرویز صاحب فرماتے ہیں :-

" قرآن کریم کی رو سے ایمان کے پانچ اجزاء ہیں۔ اللّٰہ۔ ملائکہ، انبیاء، کتب اور آخرت۔ سارے قرآن میں

انہی اجزاء کا ذکر ہے۔ انہی کے اقرار سے ایک شخص مسلمان
ہوتا ہے۔ انہی کے انکار سے کافر۔ لیکن آپ کو معلوم ہے
کہ اب ایمان کے پانچ اجزا نہیں چھ ہیں۔..........
.......یعنی ایمان کے اجزا تو خدا نے پانچ مقرر کئے تھے ان
میں ایک کا اضافہ بعد میں کر دیا گیا۔"
(شاہکارِ رسالت ص۵۱۵ مصنفہ پرویز صاحب)

یعنی پرویز صاحب فرماتے ہیں کہ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ۔
......الخ میں جو چھٹا جزو "ایمان بالقدر" ہے اس کا ذکر بقول پرویز
صاحب قرآن کریم میں نہیں۔ اس لئے اس جزو کو خارج کیا جائے اور دائرہ
اسلام میں داخل ہونے کے لئے پانچ اجزا ہی کافی و شافی ہیں۔ لیکن آپ
حیران ہوں گے کہ اپنی طرف سے ان پانچ اجزا میں اضافہ کرنے کا اپنے آپ
کو مجاز قرار دیتے ہیں اور اس طرح پرویز صاحب دعوئ نبوت کے بغیر قرآنی
ایمانی اجزا میں اضافہ کرنے کا اپنے آپ کو مجاز سمجھتے ہیں۔ اضافہ فی اجزا الایمان
ملاحظہ ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ:—

"اب جو کوئی دائرہ اسلام میں داخل ہونا چاہے گا وہ
ان پانچ اجزاء پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی تحریری
اقرار کرے گا کہ "میں مرزا غلام احمد کو مسلمان نہیں مانتا۔"
(طلوعِ اسلام اکتوبر ۷۴ء ص۱)

ناظرینِ کرام! یہ مختصر سا مشتے نمونہ از خروارے نقشہ اور تصویر ہے

مکرم پرویز صاحب کے دین کا کوئی نام رکھنا میرا کام نہیں۔ قارئین کرام
جو نام پرویز صاحب کے اس دین کا تجویز کرنا چاہیں۔ کر سکتے ہیں۔
میں تو صرف یہ کہوں گا۔ کہ
پرویز صاحب کی تحریک ملتِ اسلامیہ کے لئے خطرناک
فتنہ ہے اور اسلام یعنی قرآن اور بانئ اسلام کے
خلاف بدترین سازش ہے



باب دوم

چند بنیادی اصطلاحات کی حقیقت

مکرم پرویز صاحب نے باب دوم کے ایک موٹے عنوان "چند بنیادی اصطلاحات" کے تحت مندرجہ ذیل ذیلی عنوانات قائم کئے ہیں۔ آسمانی رہنمائی، جبلت یا فطرت، انسان کی کوئی فطرت نہیں۔ انسانی رہنمائی۔ وحی خداوندی، بچپن سے جوانی تک۔ عالم طفولیت، جوانی کا زمانہ، قرآن کریم کی خصوصیات، رسول آخر الزمان، وحی، الہام اور کشف، کتاب، نبی اور رسول، خاتم النبیین، عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت، عقیدہ کشف اور الہام کے عملی نتائج، ابن عربی، آنے والے کا عقیدہ، مجدد، مہدی، مسیح، یہ اکیس بائیس عنوانات ہیں جن پر مضمون چھپن (۵۶) صفحات پر مشتمل ہے۔ اول الذکر آٹھ عنوانات وہ ہیں جن کو آپ پرویز صاحب کی ہر کتاب، ہر تقریر اور خطاب میں زیب تمہید کے طور پر دیکھ سکتے ہیں۔

ناظرین کرام! پرویز صاحب کی کتاب زیر نظر کی غرض وغایت ختم نبوت کی حقیقت پیش کرنا تھا اور اس غرض کے لئے وہ قبل از تالیف کتاب اعلان پر اعلان بھی کرتے رہے لیکن اگر ان کی کتاب کے دیکھنے کا اتفاق ہو جائے

تو آپ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ ختم نبوت کے متعلق اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے بارے میں تین سو تین صفحات میں سے صرف چھ صفحات وقف نظر آئیں گے۔ باقی تمام کتاب اپنی فلاسفری دکھانے، کیچڑ اچھالنے اور اصل مسئلہ سے ہیر پھیر کا مجموعہ ہے اور یہ ہیر پھیر محض اس وجہ سے ہے کہ چونکہ بات بنتی نہیں۔ اس لئے دور دراز کا سفر اختیار کر کے قارئین کا دماغ مفلوج کر کے غیر معقول اور غیر قرآنی تصور منوانا چاہتے ہیں۔ ورنہ قرآن کریم کا دعویٰ ہے اور سچا ہے۔

"وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ"

(سورۃ قمر)

ہم نے قرآن کریم نصیحت حاصل کرنے اور سمجھنے کے لئے آسان بنایا ہے۔

پس آیا کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے؟ اور سمجھنے کی کوشش کرے؟ قرآن کریم کے سمجھنے کے لئے کسی لمبے چوڑے فلسفے کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنے تمام مسائل کو نہایت آسانی سے خود حل کرتا ہے۔ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا وہ اپنی تفسیر آپ ہے اور یہی اس کا اعجاز ہے۔ مکرم پرویز صاحب نے یا تو قرآن اور اسلام کو سمجھا ہی نہیں اور یا قصداً اور عمداً قرآن اور اسلام کے ایک حصہ پر زور دیتے ہیں اور وہ اجتماعی زندگی ہے اور اس کے لئے آئین اور اصول ہیں جو یقیناً ہر انسانی آئین سے بدرجہا بہتر

اور معقول ہیں۔ بلکہ قرآنی آئین اور دوسرے آئینوں کے درمیان کوئی نسبت ہی نہیں۔ تاہم ہر ملک کا کوئی نہ کوئی آئین ہوتا ہے اور ہر آئین کا یہی نصب العین اور مطمح نظر ہوتا ہے کہ وہ اجتماعی زندگی کی بہترین بنیاد ثابت ہو اور کامیاب ہو (لیکن پرویز صاحب نے اپنی کتاب شاہکار رسالت میں اس کے بھی پرخچے اڑائے ہیں) لیکن قرآن کریم کا دوسرا پہلو۔ روحانی حکومت پر مشتمل ہے افسوس ہے کہ اس روحانی دنیا کی راہ میں ختم نبوت تک پہنچنے کے لئے پرویز صاحب نے مندرجہ بالا عنوانات کے ذریعہ کانٹے بچھائے ہیں اور ان کانٹوں سے اس راہ کو جو خدا تک پہنچاتا ہے۔ ہم نے صاف کرنا ہے۔ نبی اور رسول روحانی حکومت کے بادشاہ یا صدر ہوتے ہیں اور اس وجہ سے روحانی صدر یعنی نبی اور رسول کے روحانی حکومت قائم کرنے میں ہمیشہ کے لئے روڑے اٹکائے جاتے ہیں لیکن خدا محض اپنے فضل و کرم سے ان روڑوں کو دور کرتا ہے اور جلد یا بدیر روحانی حکومت قائم ہو ہی جاتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا نصِ صریح سے ثابت ہے اور اس سے انکار کرنا یقیناً اسلام سے انحراف ہے۔ سوال صرف خاتم النبیین کے مفہوم کے تعین کا ہے جو قرآن کریم سے ہی نہایت آسانی سے متعین ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ نیت بخیر ہو اور کوئی اس کو پیچیدہ بنانے پر تلا ہوا نہ ہو۔ صحیح مفہوم خاتم النبیین کو متعین کرنے کے لئے نہ جبلت یا فطرت پر بحث کی ضرورت ہے اور نہ بچپن سے جوانی اور بڑھاپے تک

تک لمبے چوڑے سفر کی ضرورت ہے۔

بہرحال پرویز صاحب پیدائش سے لے کر بڑھاپے تک سفر کر چکے ہیں لہٰذا ہمیں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل کر فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ کا نظارہ دکھانا ہے اور ان کے بچھائے ہوئے ایک ایک کانٹے کو باہر پھینکنا ہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق!

"جبلّت یا فطرت" اور "انسان کی کوئی فطرت نہیں" کی حقیقت

پرویز صاحب اس ذیلی عنوان کے تحت لکھتے ہیں:-

"آپ مرغی کے نیچے بطخ اور مرغی کے مخلوط انڈے سینے کے لئے رکھ دیں۔ انڈوں سے باہر آتے ہی بطخ کے بچے پانی کی طرف لپکیں گے۔ مرغی کے بچے اس سے دور بھاگیں گے۔ کہیں اڑتی ہوئی چیل کا سایہ نظر آجائے یا بلّی کی آواز کان میں پڑ جائے تو دوڑ کر مرغی کے پروں کے نیچے دبک کر بیٹھ جائیں گے........ کسی شے کی فطرت یا جبلت کے معنے ہی اس کی وہ روش ہے جس پر چلنے کے لئے وہ مجبور ہے........ لیکن انسانی بچے کی یہ کیفیت نہیں۔ وہ زہر کی ڈلی بھی اسی بے تکلفی سے منہ میں ڈال لیتا ہے جس بے تکلفی سے مصری کا ٹکڑا۔ جب بچہ ذرا گھٹنوں چلنے لگتا ہے تو اس کو سنبھالنا

مشکل ہو جاتا ہے وہ کبھی آگ میں ہاتھ ڈالتا ہے کبھی پانی کے ٹب میں ڈبکیاں لینے لگتا ہے۔ کبھی مرچیں آنکھوں پر مل کر دہائی دینے لگتا ہے اور کبھی پیسہ نگل کر سارے گھر کے لئے پریشانی کا موجب بن جاتا ہے اس لئے واضح ہے کہ یہ راہنمائی انسان کے اندر ودیعت نہیں رکھ دی گئی ہے۔ بالفاظ دیگر انسان کی کوئی فطرت نہیں۔"

(ختم نبوت صفحہ ۴۴ تا ۴۵)

اور اسی طرح یہ بھی :—

"خالق فطرت نے اس کی (انسانی) لوح تقدیر کو خالی رکھا ہے کہ اسے جو کچھ بننا ہے وہ خود بنے .... اور انسان چونکہ مجبور نہیں۔ اس لئے اس کی فطرت کوئی نہیں۔"

(طلوع اسلام دسمبر ۱۹۶۱ء ص ۱۰۷)

اور یہ بھی :—

"اگر انسان کی کوئی فطرت ہوتی تو اسے اختیار و ارادہ کی صلاحیت کبھی نہ ملتی۔ "فطرت" اور "اختیار و ارادہ" دو متضاد باتیں ہیں .... انسان کو اختیار و ارادہ کی صلاحیت حاصل ہے۔"

(لغات القرآن ص ۱۲۹۴ مصنفہ پرویز صاحب)

مزید ملاحظہ ہو :—

"انسان کے اندر کوئی ایسی طاقت نہیں جو مطلق حق اور مطلق باطل میں تمیز کر دے۔"

(لغات القرآن ص ۱۲۹۴)

ناظرین کرام! آپ کو مندرجہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوا ہوگا کہ پرویز صاحب انسانی فطرت کے قائل نہیں۔ کیونکہ بقول ان کے فطرت مجبور کی ہوتی ہے اور انسان مجبور نہیں۔ لہٰذا انسان کی کوئی فطرت نہیں تو سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ قرآن کریم فطرتِ انسانی کو تسلیم کرتا ہے یا نہیں۔ قرآن کریم میں خدا فرماتا ہے :—

"فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝"

(سورۃ روم آیت ۳۱-۳۲)

ترجمہ:- پس تو ساری توجہ دین کے لئے مخصوص کر دے۔ ایسی صورت میں کہ تجھ میں کوئی کجی نہ ہو تو اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت کو اختیار کر (وہ فطرت) جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدائش میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ یہی قائم رہنے والا دین ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں

(پس) تم سب خدا کی طرف جھکتے ہوئے دینِ فطرت اختیار
کرو اور اس کا تقویٰ اختیار کرو اور نماز کو اس کی شرائط
کے ساتھ ادا کرو اور مشرکوں میں سے مت ہو۔

لغوی تحقیق:

"وَالْفِطْرَةُ: صَدَقَةُ الْفِطْرِ۔ وَالْخِلْقَةُ الَّتِي
خُلِقَ عَلَيْهَا الْمَوْلُودُ فِي رَحِمِ أُمِّهِ"

(قاموس المحیط)

یعنی فطرۃ صدقۃ الفطر کو بھی کہتے ہیں اور اس خصلت کو بھی
کہتے ہیں جس پر بچہ اپنے ماں کے پیٹ میں پیدا ہوتا ہے۔
لفظ فطرت کے معنوں میں لغت والا لفظ خلقت لایا ہے لہٰذا لفظ
خِلْقَة بکسرہ خا کی لغوی تحقیق یہ ہے:۔

"والخلقۃ: بالکسر الفطرت"

یعنی خلقت بالکسر فطرت کو کہتے ہیں۔ (قاموس المحیط)

مشہور کتاب لغت "تسہیل العربیہ" میں لکھا ہے (یہ کتاب اردو میں ہے)

"فطرۃ (ج) فِطَرٌ = پیدائشی طبیعت
خِلْقَة (ج) خَلْقٌ = فطرت۔"

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ "خلقت" بکسرِ خا اور لفظ "فطرت" مترادف
المفہوم ہیں اور ان کا معنیٰ ہے۔ پیدائشی طبیعت اور خصلت۔
تسہیل العربیہ کے مصنف۔ فطرت کے معنوں میں لفظ طبیعت

بھی لائے ہیں۔ لہٰذا لفظ طبیعت کی لغوی تحقیق ملاحظہ ہو:۔

"(الطَّبْعُ) وَ الطَّبِيعَةُ وَالطِّبَاعُ كَكِتَابٍ: السَّجِيَّةُ
جُبِلَ عَلَيْهَا الإِنْسَانُ" (قاموس المحیط)

وہ ہمیشہ رہنے والی خصلت جس پر انسان پیدا کیا گیا ہے۔
مزید تسلی کے لئے اَلسَّجِيَّة کا معنیٰ بھی درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

"(سَجَا) سُجُوًّا: سَكَنَ وَدَامَ۔"

"وہ چیز جس میں سکون اور دوام ہو۔"

(قاموس المحیط)

"سَجِيَّة (ج) سجایا و سَجِيَّات: سَجَا۔ سُجُوًّا وَسُجُوًّا
طبیعت، خصلت، خلق۔ ہمیشہ رہنا۔"

(تسہیل العربیہ)

قارئین سے اب پوشیدہ نہیں رہا کہ فطرت کا معنیٰ ہے:۔
"کسی چیز کا پہلی مرتبہ پیدا ہو کر اس کو ایک طبیعت یا خصلت
ودیعت کرنا۔"

اور اس کے ساتھ قرآن کریم اس پیدائشی خصلت اور طبیعت یعنی فطرت انسانی
کو تسلیم کرتا ہے اور پرویز صاحب انکاری ہیں۔ بالفاظ دیگر قرآن کریم کے
بیان سے انکاری ہیں۔

اس مختصر تحقیق سے ہر عقلمند اور صحیح الفطرت انسان یہ خیال کرتا
ہوگا کہ فطرتِ انسانی کے ثبوت کے لئے یہی کچھ کافی ہے (اور اسی طرح

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خاتم النبیین ہونے کا مفہوم قرآنی آیات سے متعین کرنا نہایت آسان ہوگا لیکن وائے بدنصیبی! کہ قرآن کریم کے نام نہاد علمبردار اس مسئلہ کو حل ہونے نہیں دیتے) لیکن نہیں۔ پھر پرویز صاحب کی تضاد بیانی ملاحظہ ہو —

پرویز صاحب کا انکار از فطرتِ انسانی جس شدومد سے آپ نے دیکھا ہے۔ اسی شدّومد سے پرویز صاحب فطرتِ انسانی کو تسلیم بھی کر چکے ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھ چکے ہوئے ہیں:—

"وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔" (۳/۸۵)

ترجمہ: اور دیکھو جو کوئی اسلام کے سوا (جو ایک مکمل نظام اطاعت اور مسلک حیات ہے کسی دوسرے دین کا خواہشمند ہوگا۔ تو وہ کبھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور آخرت کے دن اس کی جگہ ان لوگوں میں ہوگی جو تباہ و نامراد ہوں گے۔ اس لئے کہ جس فطرت کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے کوئی اور آئینِ زندگی فطرت کے مطابق نہیں ہے ....

لہٰذا حقیقت یہ ٹھہری کہ جس آئین کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے انسان کی تخلیق ہوئی ہے۔ وہی آئین، آئینِ فطرتِ انسانی ہے کوئی دوسرا آئین اس کی جگہ نہیں لے سکتا۔"

(معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۶۰۸ مصنفہ پرویز صاحب)

مزید ملاحظہ ہو:—

"لیکن جو سوال ہمارے سامنے ہے اس میں حیوانی زندگی چنداں اہمیت نہیں رکھتی۔ اس سوال کی ابتداء ہی منزلِ انسانیت سے ہوتی ہے۔ لہٰذا دیکھنا یہ ہے کہ وادیٔ انسانیت میں جبلت کی رہنمائی کافی ہو سکتی ہے۔"

(معارف القرآن جلد دوم۔ صفحہ ۲۲۱)

قارئین کرام! اگر پرویز صاحب کی کتاب زیرِ نظر ختمِ نبوت میں پرویز صاحب کے انکار از فطرتِ انسانی کے پیشِ نظر آپ یقین نہیں کرسکیں گے کہ یہ مثبت نظریہ فطرتِ انسانی کے بیان کے الفاظ بھی پرویز صاحب کے ہیں: لیکن آپ جان لیں کہ یہ الفاظ اور نظریہ ان کی کتاب معارف القرآن سے ماخوذ ہے۔ مزید ملاحظہ ہو:—

"یہ تقاضا انسان سے شروع ہوتا ہے اور یہ تقاضا خارجی نہیں۔ خود اس کی (انسان ناقل) فطرت کے اندر سے حق کی قبولیت اور باطل سے احتراز اس فطرت کا تقاضا ہے جو فطرت اللہ کے قالب میں ڈھلی ہوئی ہے۔"

(معارف القرآن جلد دوم ص ۲۲۱)

مزید ملاحظہ ہو:—

"خدا کی ربوبیت کا اقرار خود فطرتِ انسانی کا تقاضا ہے کہ اس کے اندر ودیعت کر دی گئی ہے۔ صرف ربوبیت کا

ایمان ہی نہیں بلکہ حق اور باطل کی تمیز بھی اس کی فطرت کے اندر موجود ہے۔"

(معارف القرآن جلد دوم ص۲۲)

مثالوں کے ذریعہ مزید اس مثبت نظریہ فطرت انسانی کی پرویز صاحب وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"جس طرح شفا کہیں باہر سے نہیں آتی بلکہ طبیعت کی اپنی اصلی حالت پر عود کر آنے کا نام شفا ہے اسی طرح فطرت کی سعادت، صالحیت بھی کہیں باہر سے نہیں آتی۔ یہ خود فطرت کے اندر موجود ہوتی ہے کرنا صرف یہ ہے کہ وہ جن غیر فطری تودوں کے نیچے دب چکی ہے انہیں ہٹا دیا جائے۔ آنکھ کا اپریشن کیا ہے؟ فقط اتنا کہ جو جھلی آنکھ کی پتلی پر آ چکی ہے اسے نوکِ نشتر سے الگ کر دیا جائے۔ بینائی خود بخود آ جائے گی ......

تذکیر کے معنی کسی بھولی ہوئی بات کا یاد دلا دینا ہے جو شخص کسی بھولی ہوئی بات کی یاددہانی کرتا ہے وہ کوئی نئی بات نہیں بتاتا بلکہ وہ بات خود بھولنے والے کے دماغ کے کسی کونے میں چھپی ہوتی ہے۔ صرف نسیان کا پردہ اٹھا دینا ہوتا ہے۔"

(معارف القرآن جلد دوم ص۲۵۲-۲۵۳ مصنف پرویز صاحب)

قارئین کرام! پرویز صاحب کے ان متضاد اور مختلف بیانات کو ملاحظہ فرما کر فیصلہ فرمائیں۔ ایک طرف اس حد تک افراط ہے کہ فطرتِ انسانی میں سعادت، صالحیت گویا حق اور باطل کی تمیز رکھ دیا بیان ہوا ہے اور دوسری طرف تفریط کا یہ عالم ہے کہ ختمِ نبوت پر بحث کرتے ہوئے لکھ رہے ہیں کہ "انسان کی کوئی فطرت ہے ہی نہیں"

انسانی فطرت کے متعلق قرآن کریم نے جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ بالکل واضح ہے۔ خدا کے مامور اور اس شخص کے درمیان فرق جس کا خدا کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔ ایسا ہی ہوتا ہے کہ کہیں افراط کی راہ اختیار کرتا ہے اور کہیں تفریط کی پرویز صاحب نے انسانی فطرت نہ پائے جانے کے ثبوت میں کوئی ایک آیت کریمہ بھی پیش نہیں کی۔ بلکہ قرآن کے خلاف اپنا ذاتی فلسفہ پیش کر دیا ہے اور اسے مثال سے ثابت کرنا چاہا ہے آیئے اُن کی اس فلسفیانہ مثال کا جائزہ لیا جائے۔ پرویز صاحب فرماتے ہیں:-

"انڈے سے نکل کر بطخ کا بچہ پانی کی طرف لپکتا ہے اور پانی میں تیرنے لگ جاتا ہے۔"

(میں اس ایک مثال کو لیتا ہوں۔ اس سے پرویز صاحب کے سارے فلسفے اور مثالوں کی حقیقت کھل جائے گی)

یہ درحقیقت دو چیزیں ہیں۔ (۱) پانی کی طرف لپکنا بطخ اور بطخ کے بچے کی فطرت ہے۔ (۲) اور پانی میں تیرنا اس کی صلاحیت

پانی کی طرف لپکنا اگر اس کی فطرت نہ ہوتی تو پانی میں تیرنے کی صلاحیت بے کار ہوتی۔ اصل اور بنیادی چیز پانی کی طرف لپکنا ہے۔ اس لئے خالق فطرت نے بطخ کی فطرت جو پانی کی طرف لپکنا ہے۔ کے لئے اُسی کے مطابق اس میں صلاحیت بھی پیدا کر دی۔ جو پانی میں تیرنا ہے۔

اسی طرح انسان میں انسانی سطح پر ابھرنے کے لئے جہاں کئی صلاحیتیں ودیعت کی گئی ہیں وہاں ان صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لئے لپکنے یعنی تڑپ، جستجو اور تجسس کی طبیعت بھی عطا فرمائی ہے۔ اور یہی انسان کی فطرت ہے جو پیدا ہوتے ہی یا کچھ دیر بعد وہ چیز کی طرف لپکتا ہے۔ بغیر امتیاز خیر و شر کے۔ جس کو پرویز صاحب کتاب زیر نظر میں بھی تسلیم کر چکے ہیں۔ عند العقل یہ ناممکن ہے کہ انسان میں کوئی جذبہ محرکہ ہی نہ ہو اور وہ کچھ کام کر سکے۔ اس لئے انسانی بچے کی فطرت میں جستجو اور تڑپ رکھ دی گئی۔ لیکن بطخ کی طرح اس کو منزل مقصود نہیں بتائی گئی۔ ظاہر ہے کہ بطخ کی منزل مقصود پانی ہے اور انسان کی انسانی سطح پر منزل مقصود اپنے خالق اور مالک کی معرفت اور اپنے خالق اور مالک کا مظہر بننا ہے۔ جس کے لئے اس کی فطرت میں غیر شعوری طور پر جستجو اور تڑپ رکھ دی گئی ہے۔ اگر یہ جذبہ انسان کی فطرت میں نہ ہوتا تو وہ ایک منجمد چیز ہوتا۔ کسی چیز کا کسی صورت میں ابھرنے کے لئے اس کے اندر کسی جذبہ محرکہ کا ہونا اس کی فطرت ہوتی ہے۔ پرویز

صاحب کا یہ نیا نظریہ جو ان کے پچھلے نظریہ کے خلاف ہے۔ عقلاً بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کہ "انسان کی کوئی فطرت نہیں"۔ درحقیقت اسی جذبہ تجسس اور تڑپ (انسانی فطرت) کے نتیجہ میں انسان اعلیٰ سے اعلیٰ قرب الٰہی کی منازل پا سکتا ہے اور یہ اس کی فطرت ہی ہے جس کے باعث وہ اعلیٰ اقدار حاصل کرتا ہے اور یہی وہ لاشعوری اور غیر متعین مقصد کے لئے تڑپ اور تجسس ہے جس کے نتیجہ میں ایک انسان بدترین ڈاکو، خونخوار، رہزن، دغاباز بن کر اسفل السافلین کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔ حیوانی فطرت اور انسانی فطرت میں صرف یہ فرق ہے کہ حیوان کے لئے اس کی منزل متعین کر دی گئی ہے اور رستہ بھی دی گئی ہے اور وہ اُسی کی طرف لپکتا ہے۔ لیکن انسان کے لئے اس کی منزل اس کے عقل و فہم اور اس کی تربیت پر چھوڑ دی گئی ہے اور یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ انسان کو قلم ہاتھ میں دیا جاتا ہے اور اس کو کہہ دیا جاتا ہے کہ صحیح معنوں میں انسان بننا چاہتے ہو۔ تو تمہارے لئے وحی کی رہنمائی موجود ہے اور اگر حیوان بننا چاہتے ہو تو بھی تمہیں اختیار ہے۔ یہیں سے انسان صاحب اختیار و ارادہ ہوتا ہے لیکن ان دونوں راستوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے لئے وہی پیدائشی جذبہ محرکہ ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں:۔

۵ "تو نے خود روحوں میں اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شور محبت عاشقان زار کا"

پس جس کسی انسان کو فضل خداوندی شامل حال ہوا اور وہ عقل سلیم سے

کام لے تو وہ اعلیٰ علیین کا مکین ہو جاتا ہے۔ اس کو ہر طرف اپنے خالق و مالک و معبود کا جلوہ نظر آتا ہے۔ بقول حضرت مسیح موعودؑ: ؎

"ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی راہ ہے ترے دیدار کا
چشمِ مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا"

اور جو عقلِ سلیم سے کام نہ لے تو وہی جذبہ محرکہ جو انسانی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے۔ انسان کے لئے باعث تباہی بن جاتا ہے بقول حضرت مسیح موعودؑ:۔

؎ "آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رخ کافر و دیندار کا"

حیوان بلکہ ساری کائنات کو انسان کے لئے خالقِ فطرت نے بطور خادم کے پیدا کیا ہے۔ حیوان پیدا ہوتا ہے۔ کھاتا ہے، پیتا ہے، سوتا ہے، اور مرتا ہے اور اسی پر اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے لیکن انسان ایک عظیم مقصد کے لئے بلکہ مقاصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس فانی دنیا سے ہی اس کے مقصدِ عظیم کی ابتداء ہوتی ہے اور اس کے تسلسل میں وہ آنے والی زندگی میں بھی ترقی پر ترقی کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ حیوان جس کی زندگی انتہائی محدود ہے اس کی فطرت میں تو وہ کچھ رکھے جس کے ذریعے وہ اپنی محدود زندگی میں اپنی منزل تک پہنچ سکے لیکن خدا نے انسانی سطح پر انسان کو بقول پرویز صاحب ایک جسم بے جان بنا کر چھوڑ دیا

حالانکہ اس نے اسی سے اعلیٰ مقاصد اور اقدار حاصل کرنے ہیں۔ صبغۃ اللہ (اللہ کا رنگ) اختیار کر کے اس کی صفات کا مظہر بننا ہے۔ یہ تو تکلیف مالا یطاق ہوتی جبکہ انسان میں کوئی امنگ یا تڑپ ہی نہ ہو۔ درحقیقت انسان کی فطرتِ طبعی ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی بدولت انسان انسان کہلاتا ہے اور اسی کی بدولت وہ حرکت کرتا ہے۔ انسان کی فطرت (تڑپ جستجو امنگ و تجسس) انسانی جسم کے لئے بمنزلہ جان کے ہے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے جو اس کی فطرت کو لازم پڑی ہوتی ہے ایک اس برتر ہستی کی تلاش ہے جس کے لئے اندر ہی اندر انسان کے دل میں ایک کشش موجود ہے اور اسی تلاش کا اثر اس وقت محسوس ہونے لگتا ہے جبکہ بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ مصنفہ حضرت مسیح موعودؑ ص۶۹)

پس انسان کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ سے اعلیٰ مقاصد کے لئے پیدا کیا ہے اور اس میں اعلیٰ سے اعلیٰ صلاحیتیں اور استعدادیں رکھ دی ہیں لیکن ان اعلیٰ صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لئے ایک جذبۂ محرکہ کا ہونا از بس ضروری ہے۔ اس جذبہ محرکہ کو فطرت کہتے ہیں۔ اگر یہ فطرت یعنی جذبہ محرکہ نہ ہوتا تو انسان نہ وہ اعلیٰ مقاصد حاصل کر سکتا اور نہ وہ اعلیٰ صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکتا بلکہ وہ ایک منجمد چیز ہوتا۔ لہٰذا

پرویز صاحب کا کہنا کہ "انسان کی کوئی فطرت نہیں۔ اور خالقِ فطرت نے اس کی لوحِ تقدیر کو خالی چھوڑا ہے۔" غلط ہے۔ اور محض ایک ذاتی تخیل ہے جس کا قرآن کریم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور نہ عقلِ سلیم اس کو تسلیم کر سکتی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بہ نصِ صریح انسانی فطرت کا ذکر فرمایا ہے لیکن پرویز صاحب نظریہ ختمِ نبوت کی تشریح میں قرآن کریم کی اس نصِ صریح سے انکار کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود پرویز صاحب مسلمان ٹھہرتے اور احمدی مسلمان نہیں۔ یا للعجب!

احمدی کا ایمان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم خاتم النبیین ہیں کیونکہ قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر بہ نصِ صریح موجود ہے۔ کچھ اختلاف اگر ہے تو صرف اس کے مفہوم میں ہے لیکن پرویز صاحب آیت کریمہ متعلقہ فطرت کا اپنی اس کتاب میں عملاً انکار کر رہے ہیں۔ حالانکہ قبل ازیں اپنی تصنیف "معارف القرآن" (۱۹۴۵ء) میں اسے تسلیم بھی کر چکے ہوئے تھے۔ اب پہلے عقیدہ کے برخلاف ختمِ نبوت کے مزعومہ معنوں کی تمہید بنانے کے لئے وہ انسانی فطرت سے صاف انکار کرتے ہوئے لکھ رہے ہیں:۔

"اس سے واضح ہے کہ یہ رہنمائی انسان کے اندر ودیعت کر کے نہیں رکھ دی گئی۔ بالفاظ دیگر انسان کی کوئی فطرت نہیں۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔ فطرت مجبور کی ہوتی ہے جس کو اختیار نہ دیا گیا ہو۔ اس کی

کوئی فطرت نہیں ہوتی۔"

(ختمِ نبوت اور تحریک احمدیت۔ صفحہ ۳۵)

آپ نے دیکھا کہ خدائے بزرگ و برتر فرماتا ہے:۔

"فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا۔"

کہ تُو اے انسان اپنی فطرت کو نہ بھول اور میری اس نعمت یعنی فطرت کی جو ایک جذبہ محرکہ سے عبارت ہے۔ قدر کر جو تجھے بحیثیت انسان دی گئی ہے لیکن پرویز صاحب کہتے ہیں کہ "انسان کی کوئی فطرت نہیں"۔ اور یہیں سے وہ ایک نئے دین کی ابتداء کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس بحث کو اتنا لمبا کر دیا۔ نئے دین کی تعمیر کے لئے پرویز صاحب کا یہ نظریہ بالکل ابتدائی اینٹ ہے اور اسی بنیادی اینٹ پر وہ اپنے نئے دین کو تعمیر کر رہے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے کتاب زیرِ نظر جبلت یا فطرت سے شروع کر کے بحث وحی الہام و کشف اور اس کے بعد مجددیت، مسیحیت اور نبوت تک چلائی ہے اور ایسے رنگ میں چلائی ہے کہ دہریت اور لادینیت کے لئے راہ ہموار کر دی ہے کیونکہ فطرت سے لے کر تمام مدارج عالیہ تک ان تمام مدارج کا آپس میں گہرا جوڑ اور تعلق ہے اس لئے پرویز صاحب نے بڑے غور و خوض کے بعد بالکل ابتدائی کڑی یعنی فطرت انسانی سے باوجود سال ۱۹۴۵ء تک تسلیم کرنے کے یکسر انکار کر دیا ہے

بہر حال بحث متذکرہ سے صاف عیاں ہو گیا کہ انسانی فطرت ہے اور فطرت کا مفہوم ہے کسی چیز کا پہلی دفعہ پیدا کر کے اس کو کسی

خاص خصلت کا حامل بنانا۔ انسان ایک اعلیٰ مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور وہ مقصد فی البدیہہ نہیں بنایا گیا جیسا کہ بطخ کے بچے کو بنایا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کو دیگر صلاحیتیں بھی دی گئی ہیں تاکہ وہ اپنے مقصد کو حاصل کر سکے اور اس کو اختیار دیا گیا یعنی نہ تو انسان کو بے جان کی طرح پیدا کیا اور نہ مجبور پیدا کیا تاکہ اس کا امتحان لیا جائے۔ تو سب سے پہلے اس کی طبعیت میں امنگ، تڑپ، جستجو رکھ دی اور پھر دیگر صلاحیتیں بھی ودلعیت کر دی گئیں تاکہ وہ اپنے اختیار وارادہ سے ان صلاحیتوں سے فائدہ حاصل کر کے اپنے منزل تک پہنچ سکے۔ وہ اعلیٰ مقصد قرآن کریم میں اس طور پر بیان کیا گیا ہے :۔

"یٰٓاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِیۡٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً۔ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ۔ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ۔" (سورۃ فجر آیت ۲۸ تا ۳۱)

یعنی اے نفس آرام یافتہ جو خدا سے آرام پا گیا۔ اپنے خدا کی طرف چلا آ۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پس میرے بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میرے بہشت کے اندر آ جا۔

پس یہ ہے وہ مقصد حیات انسانی۔ اتنے عظیم مقصد کو حاصل کرنے کیلئے خود خدا ایک طرف حکم دیتا ہے پس دوسری طرف انسان کو بقول پرویز صاحب بغیر کسی جذبہ محرکہ (فطرت) کے ایک منجمد چیز کی طرح چھوڑ دیا

خدا کی صفت حکمت اور رحمانیت بلکہ تمام صفات کے خلاف ہے۔ کیا کوئی عقلمند اس بات کا تصور کر سکتا ہے کہ ایک بے جان جسم کو کوئی کہہ دے اور حکم دے کہ اٹھ جا! اور چل!

اس موقعہ پر پرویز صاحب کے دو خدشات کا ذکر کرنا ضروری ہے جن کا بہانہ بنا کر وہ سرے سے فطرت انسانی سے ہی انکار کر رہے ہیں اس لئے میں ان توہمات کا ذکر کرتا ہوں کہ ممکن ہے۔ بعد میں وہ کہہ دیں کہ فطرت انسانی کے تسلیم کرنے کے نتیجہ میں دو لاینحل اعتراض وارد ہوتے ہیں جن کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب لغات القرآن میں کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :۔

"لیکن جب اس سے آگے بڑھ کر وہ "انسان" کی فطرت کا تصور سامنے لایا جاتا ہے تو یہ چیز محل نظر اور قابل اعتراض ہو جاتی ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ انسان کو خدا نے اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے۔ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اسلام اسی کے مطابق دین ہے...... (نیز خدا کے متعلق یہ کہنا کہ اس کی یہی فطرت ہے۔ بڑی گستاخی ہے) اس سے بھی آگے بڑھیئے۔ خود قرآن کریم نے انسان کے متعلق جو کچھ کہا ہے۔ اس سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کبھی فطرت اللہ نہیں ہو سکتے (واضح رہے کہ قرآن کریم نے یہ کچھ اس داستان کے متعلق کہا ہے جو وحی کی رہنمائی میں

نہیں چلتا۔ بلکہ اپنے جذبات کے پیچھے چلتا ہے) مثلاً
اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۷۰/۱۹ انسان بڑا بے صبرا ہے
اس کی نیت ہی نہیں بھرتی۔ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا
۳۳/۷۲ بڑا ہی ظالم اور جاہل ہے۔ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا
اَكْفَرَهٗ ۸۰/۱۷ بڑا ہی ناشکرا ہے۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ
عَجُوْلًا ۱۷/۱۱ بڑا ہی جلد باز ہے۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ
شَيْءٍ جَدَلًا ۱۸/۵۴ اکثر باتوں میں جھگڑتا رہتا ہے"
(لغات القرآن صفحہ ۱۲۹۱ جلد ۳ مصنفہ پرویز صاحب)

مکرم پرویز صاحب کی عبارت مندرجہ سے ظاہر ہے کہ ان کے دل میں خدشات
مندرجہ ذیل معلوم ہوتے ہیں:۔

(۱) یہ کہ چونکہ فطرت تبدیل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے انسان سے جب برے
اخلاق و کردار ظاہر ہوتے ہیں تو اگر یہ انسان خدائی صفات کا
حامل فطرتی طور پر ہوتا تو پھر تو یہ مجبور ہوتا صفاتِ حسنہ پر حالانکہ
اس سے برے کام سرزد ہوتے ہیں۔ اس لئے معلوم ہوا کہ انسان کی
کوئی فطرت نہیں۔

پرویز صاحب نے اس مندرجہ بالا بے بنیاد اور بے حقیقت وہم
اور خدشہ کے پیشِ نظر فطرت انسانی سے ہی انکار کر دیا ہے لہٰذا وہ بڑے
قابلِ رحم ہیں۔

ایک لطیفہ یاد آرہا ہے۔ ایک گداگر (فقیر) تھا جس کو اپنی گلیم

میں جوئیں پیدا ہونے کا خیال آیا تو بجائے اس کے کہ وہ اپنی گلیم سے جوئیں
نکال کر باہر پھینک دیتا اس نے اپنی گلیم کو ہی جلا دیا۔

پرویز صاحب نے درحقیقت فطرتِ انسانی کو بعینہٖ باقی حیوانات
کی طرح سمجھ لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بجائے اعتراض کے دور کرنے کے
نصِ صریح سے انکار کے لئے عجیب و غریب وجوہات بیان کرتے ہیں حالانکہ
فطرتِ انسانی صرف عبارت ہے۔ انسانی طبیعت میں امنگ، تڑپ اور
جستجو سے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ جس کو غیر شعوری کہیں۔ یا غیر متعین منزل
یا غیر فی الدیہہ مقصد کی تڑپ۔

پرویز صاحب فرماتے ہیں:۔

"کہا یہ جاتا ہے کہ انسان کو خدا نے اپنی فطرت پر پیدا
کیا ہے۔"

اس تصور اور نظریہ نے جو اس عبارت سے مترشح ہے۔ پرویز صاحب کو
ایک بڑے مخمصے میں مبتلا کر دیا ہے۔

بات بالکل واضح ہے کہ انسانی بچہ میں بالقوۃ صفاتِ الٰہی اپنے اندر
منعکس کرنے کی اہلیت موجود ہے۔ اس طرح انسان کو اللہ تعالیٰ
خود اپنا مظہر بنا کر پیدا کر دیتا ہے یعنی وہ ۔۔۔ اس میں بالقوہ خدائی صفات
اپنے اندر منعکس کرنے کی اہلیت رکھ دیتا ہے اور خدائی صفات کو اپنے اندر
منعکس کرنے کے لئے انسان کو مجبور نہیں کرتا۔ اور اس میں غیر شعوری
امنگ اور تڑپ رکھ دیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بچہ ایک زبردست ٹی

اسی طرح منہ میں ڈالتا ہے جس طرح مصری کی ڈلی۔ سوال یہ ہے کہ اگر انسانی بچہ کی کوئی فطرت نہیں تو یہ ہر چیز منہ میں کیوں ڈالتا ہے؟ اور چونکہ انسان کو مجبور نہیں بنایا گیا ہے اس لئے اس کی فی البدیہہ اپنی منزل نہیں بتائی گئی لیکن بطخ کے بچے کو اس کی منزل بتا دی گئی ہے کیونکہ انسان کی درحقیقت منزل مقصود اپنے خالق و مالک کو پانا ہے اس لئے اس کے اندر صرف امنگ، اور تڑپ رکھ دی ہے اور بالقوہ اس کے اندر خدائی صفات کا مظہر بننے کی صلاحیت رکھ دی ہے۔ یہی مطلب ہے فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا کے ارشاد ربانی کا۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ پرویز صاحب ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت ہی بات کا بتنگڑ بنا رہے ہیں ورنہ وہ سال ۱۹۴۷ء تک فطرت انسانی خود تسلیم کر چکے ہیں۔ جس طرح گزشتہ صفحات میں معارف القرآن مصنفہ پرویز صاحب سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اس موقعہ کے لحاظ سے پرویز صاحب کی کتاب معارف القرآن کا ذیل کا اقتباس بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا

وہ فرماتے ہیں:۔

"آدم کو علم الاشیاء کی عظیم الشان نعمت عطا کی گئی۔ وہ نعمت جس کی بنا پر ارض وسماوات میں سب کچھ اس کے تابع فرمان ہو گیا۔ جب فطرت انسانی کو اس حد تک علم ودیعت کر کے رکھ دیا گیا تو ملائکہ کی گردنیں اس کے سامنے جھک جانی ضروری تھیں۔" (معارف القرآن جلد دوم ص۲۵)

اور اس کے ساتھ یہ بھی ملاحظہ ہو:۔

"قصۂ آدم نوع انسانی کی فطرت کا تذکرہ ہے۔ نہ کسی ایک میاں بیوی کی سرگزشت۔"

(معارف القرآن جلد دوم ص۴۲۳ مصنفہ پرویز صاحب)

قارئین کرام! کیا اب بھی کوئی مزید وضاحت کی ضرورت باقی ہے؟

(۲) اپنے دوسرے خدشہ عیوب صفاتِ انسانی کا ذکر کرتے ہوئے پرویز صاحب خود جواب دے چکے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا تھا:۔

"(واضح رہے کہ قرآن کریم نے یہ کچھ اس انسان کے متعلق کہا ہے جو وحی کی رہنمائی میں نہیں چلتا۔ بلکہ اپنے جذبات کے پیچھے چلتا ہے)"

(لغات القرآن ص۱۲۹۱)

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"انسان کے اندر ایک تڑپ ہے ترقی کی، پیاس ہے صداقت کی، ندامت ہے غلطی پر، اور ہر شے کی حقیقت معلوم کرنے کی اس کے اندر ایک جستجو ہے۔ بچہ ابھی بولنا سیکھتا ہے تو ماں باپ کا دماغ چاٹ لیتا ہے اور بات بات پر پوچھتا ہے۔ یہ کیا ہے۔ وہ کیا ہے؟ لمپ نظر آتا ہے تو پوچھتا ہے یہ کیا ہے؟ بلی نظر آتی ہے تو پوچھتا ہے یہ کیا ہے؟ کتا نظر آتا ہے تو پوچھتا ہے

یہ کیا ہے؟ غرض ہر نئی چیز جو اس کے سامنے آتی ہے وہ ضرور دریافت کرتا ہے۔"

(تفسیر کبیر زیر آیت [illegible] مصنفہ مصلح موعودؓ)

انسانی فطرت میں چونکہ دراصل خدا تعالیٰ کو پانے اور اس سے محبت کرنے اور اس کی صفات کا عکس لینے کی تڑپ اور پیاس رکھی گئی ہے۔ اس لئے جب بندہ محبوبِ الٰہی بن جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اسے اپنی وحی والہام و کشف کے ذریعہ نوازتا ہے۔

پرویز صاحب چونکہ ختمِ نبوت کے معنی وحی۔ الہام اور کشف کی بندش قرار دینا چاہتے ہیں۔ اس لئے وہ انسان میں خدا سے مکالمہ مخاطبہ کی انسانی فطرت میں تڑپ رکھا جانے سے انکار کے لئے اسے بغیر فطرت کے قرار دینا چاہتے ہیں۔

انسان کی دیگر صلاحیتیں: کشف، الہام اور وحی

جس طرح "فطرت"۔ انسان کا لازمی خاصہ ہے کہ وہ کسی نامعلوم چیز کو حاصل کرنے کے لئے ہر چیز کی طرف لپکتا اور ایک نامعلوم شئے کی تلاش میں ہے۔ اسی طرح انسان میں خدا کی وحی سننے کی استعداد بھی خالقِ فطرت نے ضرور رکھی ہے۔ پرویز صاحب نے کتاب زیر نظر میں فطرت انسانی سے ایک سوچے سمجھے پروگرام کی خاطر اسی لئے انکار کیا ہے تاکہ آئندہ وحی کے نزول سے انکار کرنا آسان ہو سکے اور اسی طرح الہام اور وحی

کے انکار کے نتیجے میں آئندہ نبوت کی ضرورت سے انکار کر سکیں۔ لیکن جس طرح انسانی فطرت کو مضبوط دلائل سے قرآن کریم کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے اسی طرح خدا کے فضل و کرم سے آئندہ کے لئے وحی اور الہام کے نزول کا مسئلہ بھی قرآن کریم کی روشنی میں واضح ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز!

پرویز صاحب اپنی کتاب زیر نظر یعنی "ختمِ نبوت اور تحریکِ احمدیت" کے ذیلی عنوان "کشف اور الہام" کے تحت لکھتے ہیں:۔

"یہ جو ہمارے ہاں عقیدہ ہے کہ حضرات اولیاء کرام کو کشف اور الہام ہوتا ہے اور مقصد اس سے ہوتا ہے ایسا علم جو خدا سے براہِ راست حاصل ہو۔ تو قرآن سے اس کی سند نہیں ملتی (جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائیگا یہ عقیدہ غیر قرآنی ہے اور دوسروں سے مستعار لیا ہوا ہے) خدا سے براہِ راست علم حاصل ہونے کے لئے قرآن کریم میں وحی کی اصطلاح آئی ہے اور وحی حضرات انبیاء کرام تک محدود تھی۔ اور حضور نبی اکرمؐ کی ذات پر ختم ہو گئی۔ اب خدا سے کسی کو براہِ راست علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ وحی کو خدا نے اپنا کلام بھی کہا ہے۔ اس لئے ختمِ نبوت کے بعد خدا سے ہمکلامی کا دعویٰ بھی دعویٰ نبوت ہے۔ خدا نے کسی (غیر از نبی) انسان کے متعلق یہ نہیں کہا کہ ہم اس سے کلام کرتے ہیں۔ یا وہ ہم سے کلام

کرسکتا ہے۔ نہ یہ کہ ہم نے فلاں کی طرف الہام کیا
یا اپنے مقربین کی طرف الہام کریں گے لہٰذا قرآن کریم
سے کشف اور الہام یا غیر از نبی سے ہمکلامی کی کوئی
سند نہیں ملتی۔" (صفحہ ۵۹ - ۶۰)

یعنی پرویز صاحب فرماتے ہیں کہ تمام اولیاء کرام جو کشف والہام کے مدعی تھے وہ دراصل الہام و کشف سے مشرف نہ تھے۔ بلکہ یہ عقیدہ انہوں نے کہیں سے مستعار لیا کہ خدا بندے سے ہمکلام ہوتا ہے اور الہام و کشف پانے کے مدعی بن کر سب ختم نبوت کے منکر ہو گئے ان کے نزدیک وحی بغیر نبی کے کسی کو نہیں ہو سکتی اور بقول ان کے قرآن کریم سے اس کی کوئی سند نہیں ملتی۔

(۲) کشف اور الہام سے بھی چونکہ خدا سے براہ راست علم حاصل ہونا مراد ہے۔ لہٰذا کشف والہام بھی غیر قرآنی تخیل ہے۔

(۳) غیر از نبی سے خدا کا ہمکلام ہونا قرآن کریم سے ثابت نہیں۔ لہٰذا اس کا اب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو وحی والہام یعنی وحی پانے کا دعویٰ کرے خواہ وہ اپنے آپ کو نبی کہے یا نہ کہے وہ ختم نبوت کا منکر ہے۔

میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ پرویز صاحب چودہ سو سالہ اسلام کو اپنے خیالی فلسفہ سے مسترد کرتے ہیں اور گزشتہ باب سے ان کے ارادے بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں درحقیقت وہ اپنی ایک علیحدہ

شریعت خود بنا رہے ہیں۔ البتہ اپنی اس شریعت کو قرآن کی طرف منسوب بھی کرتے رہتے ہیں تاکہ لوگ ان سے بدک نہ جائیں۔

نبوت کے متعلق اپنے موقع پر بحث کی جائے گی جہاں یہ ثابت کیا جائے گا کہ ختم نبوت یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا مزعوم مفہوم ختم وحی جو پرویز صاحب پیش کر رہے ہیں۔ قرآن کریم سے اس کی کوئی سند نہیں ملتی۔ اسی باب میں کشف اور الہام اور اس کے بعد وحی جو غیر از نبی کو بھی ہوتی ہے، قرآن کریم کے نصوص صریحہ سے ثابت کی جائے گی۔ وباللہ التوفیق۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک عظیم مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اور اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے سب سے پہلا زینہ نبی وقت پر ایمان لانا ہے، نبی پر ایمان لانے کے نتیجہ میں وہ اس غیب پر بھی ایمان لاتا ہے جو اس نے نہ دیکھا ہو اور نہ جانتا ہو۔ اگر نبی وقت پر ایمان نہ ہو تو نہ کوئی خدا تعالیٰ وراء الورای ہستی پر ایمان لا سکتا ہے اور نہ گزشتہ انبیاء پر ایمان لا سکتا ہے۔ نہ یوم آخرت پر نہ جنت پر نہ دوزخ پر اور نہ حساب و کتاب پر۔ غرضیکہ نبی وقت کی صداقت پر یقین اور ایمان پیدا ہونے کے نتیجہ میں وہ اس نبی کی ہر بات کو مان سکتا ہے۔ اگر نبی پر ایمان نہ ہو تو ان تمام اجزاء ایمان پر ایمان لانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو دائرہ اسلام میں

داخل ہونے کے لئے انسان کے لئے ضروری ہیں لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ نبی پر ایمان کیوں لائے؟ اور اس کو کیوں سچا سمجھے؟ کیونکہ یہ نبی اور رسول بھی اس جیسا انسان ہوتا ہے۔ بحیثیت بشر ہونے کے نبی اور دوسرے انسانوں میں کوئی فرق نہیں۔ اب ایک نبی صادق آتا ہے اور وہ انسانوں کو کہتا ہے کہ مجھے خدا نے اس غرض کے لئے مبعوث کیا ہے کہ تمہیں تمہارا مقصد عظیم بتاؤں اور تمہاری رہنمائی کروں۔ ظاہر ہے کہ عام انسان اس نبی کی آواز پر لبیک کہنے سے لیت و لعل کرے گا۔ اور وہ اس صورت میں حق بجانب بھی ہوگا اگر اس عام انسان کو وہ صلاحیتیں نہ دی گئی ہوں جس سے وہ کچھ اشارہ پا سکے کہ خدا واقعی اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے اور پھر اس نبی کے کہنے پر وہ یقین بھی کر سکے۔ اس لئے اللہ نے عام انسانوں کو ایسی صلاحیتیں اور قویٰ عطا فرمائے ہیں۔ جس سے انسان پر خدا کی طرف سے اتمام حجت ہو سکتی ہو۔ اور اگر انسان میں پہلے سے ہی اس کی فطرتی تڑپ اور کشش نہ ہو اور اس کے ساتھ اس میں صلاحیت بھی نہ ہو تو یہ ایک مضبوط تر اعتراض ہوگا خدا کے بزرگ و برتر پر۔ جبکہ خدا پر صحیح معنوں میں کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اور نہ خدا نے کوئی ایسی کسر باقی چھوڑی ہے جو عقلاً قابلِ اعتراض ہو یا اعتراض کی وجہ ہو سکتی ہو۔ اس لئے خالقِ فطرت نے انسان کو اس قسم کے قویٰ اور صلاحیتیں عطا

فرمائی ہیں تاکہ وہ کل (یعنی فردا) اعتراض نہ کر سکے کہ الٰہی تو نے نبی کی پہچان کی استعداد ہی نہیں دی تھی۔ اس لئے میں معذور تھا اور ظاہر ہے کہ یہ عذر اس انسان کا معقول بھی ہوگا۔ جس کو کسی صورت میں رد نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ نے اس حقیقت کو نہایت معقول اور موثر انداز میں بیان فرمایا ہے:-

"پس وہ جو کریم و رحیم ہے جیسا کہ اس نے انسانی فطرت کو اپنی کامل معرفت کی بھوک لگا دی ہے۔ ایسا ہی اس نے اس معرفت کاملہ تک پہنچانے کے لئے انسانی فطرت کو دو قسم کے قویٰ عنایت فرمائے ہیں۔ ایک معقولی قوتیں۔ جن کا منبع دماغ ہے اور ایک روحانی قوتیں۔ جن کا منبع دل ہے۔ اور جن کی صفائی دل کی صفائی پر موقوف ہے اور جن باتوں کو معقولی قوتیں کامل طور پر دریافت نہیں کر سکتیں۔ روحانی قوتیں ان کی حقیقت کو پہنچ جاتی ہیں۔"

("حقیقۃ الوحی" ص ۶۶)

حضرت مسیح موعودؑ کا بیان مندرجہ بالا قرآن کریم کی آیت "وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا" (۹۱ : ۸) کی تفسیر ہے۔ انسانی نفس اور اس کا تسویہ اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ خدا نے اس نفس کو فجور اور تقویٰ کا الہام کیا ہے یعنی انسانی نفس

میں فجور اور تقویٰ کا احساس رکھ دیا ہے۔ اس کو اجمالی الہام کے نام سے یاد کر سکتے ہیں۔ اس اجمالی وحی کا مطلب یہ نہیں کہ گویا انسان کی جبلت یا فطرت میں نیکی اور بدی کی جزئیات کی تمیز بھی رکھ دی گئی ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانی کانشنس میں نیکی اور بدی کا احساس خالقِ فطرت نے رکھ دیا ہے۔ اس حقیقت کو حضرت مصلح موعودؓ نے اس طور پر بیان فرمایا ہے :-

"بہر حال اصل دلیل جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار استعمال کیا ہے کہ انسانی کانشنس میں نیکی اور بدی کا احساس پایا جاتا ہے۔ یعنی ہر شخص میں خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا پیرو ہو یہ احساس پایا جاتا ہے کہ کچھ چیزیں اچھی ہیں اور کچھ بری ہیں کانشنس (Conscience) کے معنی صرف اتنے ہیں کہ ہر انسان میں ایک مادہ پایا جاتا ہے جو بتاتا ہے کہ کوئی چیز اچھی ہے اور کوئی چیز بری ہے۔ تم ساری دنیا میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں دکھا سکتے جو یہ کہتا ہو کہ ہر چیز اچھی ہے یا ہر چیز بری ہے۔ وہ کسی کو اچھا سمجھتا ہوگا اور کسی کو برا سمجھتا ہوگا......

.... اللہ تعالیٰ اسی مادہ کے لحاظ سے جو ہر انسان میں پایا جاتا ہے فرماتا ہے فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا

ہم نے اُس کو الہام کیا ہے۔ اس کے فجور اور تقویٰ کے متعلق۔"

(تفسیر کبیر مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ زیر آیت مذکورہ)

پھر اس کے بعد فرماتے ہیں:-

"پھر ہم دیکھتے ہیں۔ مختلف علوم میں انسان کا شغف اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ وہ بعض دفعہ غیب معلوم کرنے کے لئے اپنی عقل سے راستے تلاش کرنا شروع کر دیتا ہے۔ چنانچہ یورپ کو دیکھ لو۔ وہ علوم میں کس قدر ترقی کر چکا ہے۔ ایک طرف مذہب سے بالکل لاپرواہ ہے اور ادھر اس کی حماقت کا یہ حال ہے کہ ذرا کوئی کہدے۔ میں ہتھیلی دیکھ کر آئندہ کے حالات بتا سکتا ہوں تو بڑے بڑے لائق پروفیسر اور وکیل۔ ڈاکٹر اور انجینئر اپنے ہاتھ کھول کر اس کے سامنے بیٹھ جائیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں آئندہ کے حالات بتائیے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اندر فطرتی طور پر یہ مادہ ہے کہ وہ حقیقت عالم اور راز کائنات معلوم کرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے اپنے جھوٹے علم پر غرور کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کا انکار تو کر دیا۔ مگر فطرت میں جو جستجو تھی کہ اس دنیا کا ایک منبع ہے۔

جس کو دریافت کرنا چاہیے اس جستجو کو وہ نہ مٹا سکے۔"

(تفسیر کبیر۔ سورۃ الشمس ص۲۷)

بہرحال قرآن کریم اس پر شاہد ہے کہ انسانی نفس میں وحی اور الہام کا مادہ رکھا گیا ہے اور یہی اجمالی الہام (اگر نفس کی نشو و نما اور بالیدگی ہو جائے) تفصیلی الہام اور وحی کا پیش خیمہ ہو جاتا ہے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

گزشتہ صفحات میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ انسانی فطرت ضرور ہے جو عبارت ہے ایک نامعلوم شئے کی جستجو کی تڑپ سے جیسا کہ بچہ کو پیدا ہوتے ہی اس کا اثر محسوس ہوتا ہے۔ بعد ازاں جب باتیں سیکھنے لگتا ہے اس وقت اس کا ہر چیز کے متعلق پوچھنا اور معلومات حاصل کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان کی فطرت میں ایک تڑپ ہے جستجو ہے لیکن وہ چیز اس کو فی البدیہہ معلوم نہیں ہوتی۔ اس کے بعد اسی انسان کی طبیعت میں یہی تڑپ اور جستجو ظاہری شکل میں نمودار ہوتی ہے اور وہ آئندہ کے واقعات معلوم کرنے کے لئے اپنے اندر ایک تڑپ اور جستجو پاتا ہے اور یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ اگر اس کی رہنمائی کی جائے اور اس طور سے وہ اپنے نفس کی نشو و نما کی طرف متوجہ ہو جائے تو قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (یعنی وہ نفس کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کی نشو و نما کی) کے مطابق کامیاب ہو جاتا ہے۔

(الہام: اس تمہید کے بعد اب الہام کے متعلق پرویز صاحب کا

منفی نظریہ اور ان کا استدلال ملاحظہ کرتے ہیں پرویز صاحب فرماتے ہیں:۔

"الہام (مادہ۔ ل۔ ھ۔ م) کے معنی ہیں کسی چیز کو یکبارگی نگل گیا۔ یہ لفظ قرآن کریم میں صرف ایک جگہ آیا ہے یعنی سورۃ شمس میں۔ جہاں کہا گیا ہے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۹۱/۷-۸) انسانی نفس اور اس کا تسویہ اس حقیقت پر شاہد ہے کہ خدا نے اس کے اندر فجور اور تقویٰ کی صلاحیت رکھ دی۔ ان نکات کی تشریح کا یہ موقع نہیں۔ یہاں صرف اتنا بتانا مقصود ہے کہ قرآن کریم میں یہ لفظ اس مقام پر آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے انسانی نفس میں اس قسم کی خصوصیات رکھ دی ہیں۔ انسانی نفس ہر انسانی بچہ کو پیدائش کے ساتھ عطا ہوتا ہے اس لئے نفس کی یہ خصوصیات ہر انسانی نفس کے لئے ہیں۔ قرآن کریم میں یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ خدا بعض انسانوں (اپنے مقربین) کو بذریعہ الہام کوئی علم دیتا ہے۔ ایسا کہیں نہیں آیا۔"

(ختم نبوت۔ ص۵۹)

پرویز صاحب کا یہ کہنا کہ یہ خصوصیات ہر انسانی نفس کے لئے ہیں۔ درست ہے اور اسی کو اجمالی الہام یا اجمالی وحی کہتے ہیں۔ خصوصیات یعنی اجمالی وحی کا یہ مطلب نہیں کہ کسی آیت سے مقربین کا الہام ثابت نہیں۔

ایسا ہرگز نہیں بلکہ مقربین کا الہام علیٰحدہ امر ہے جو دوسری آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہے۔ یہ الہام جس کا ذکر اس آیت میں ہے، ہر انسان کا لازمی خاصہ ہے اور اس خاصہ کے لحاظ سے تمام انسانوں میں کوئی تمیز نہیں۔ لیکن ان خصوصیات (جن کی تفصیل حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مصلح موعودؓ کے اقتباسات سے ہو چکی ہے) کے پیشِ نظر انسان اپنے نفس کے تزکیہ کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے۔

امتِ مسلمہ میں مقربین کے ایک الگ گروہ کا عقیدہ ضرور ہے اور ان کو کشف والہام یعنی وحی ہوتی ہے لیکن اس کا ثبوت "فالھمھا فجورھا وتقوٰمھا" سے نہیں ہوتا۔ یہ پرویز صاحب کا ایک دھوکہ ہے کہ گویا آیت ہذا سے ہی مقربین کے ایک گروہ کا الہام پانا ثابت کیا جاتا ہے۔ نہیں بلکہ یہ ایک اجمالی الہام یا وحی ہے جس کو فطرتی الہام یا وحی بھی کہتے ہیں مکالمہ الٰہیہ پر مشتمل وحی کا ذکر دوسری آیات میں موجود ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:-

"وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ۔" (سورۃ ذاریات۔ آیت ۲۲،۲۱)

ترجمہ: اور زمین میں کثرت سے نشانات (برائے حصولِ مقصد پیدائشِ انسانی) یقین کرنے والوں کے لئے موجود ہیں۔ اور خود تمہارے نفوس میں بھی ایسے نشان رکھ دیئے گئے ہیں۔ (جن کی طرف توجہ کرنے سے تم) حقیقت الامر کو پا سکتے ہو۔

اس آیت کریمہ میں لفظ "آیات" آیا ہے جو انسان کی رہنمائی کے لئے زمین میں بھی ہیں اور خود انسانی نفس میں بھی۔ مکرم پرویز صاحب "آیات" کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"آیات: آیۃ کی جمع ہے۔ ظاہری علامت یا نشان کو کہتے ہیں۔ چنانچہ راستہ کے نشانات کو آیات کہتے ہیں درحقیقت آیۃ ہر اس ظاہر شے کو کہتے ہیں جو کسی چھپی ہوئی شے کا لازمی خاصہ ہو اور جب کوئی شخص اس ظاہری شے کا ادراک کرے تو وہ جان لے کہ اس نے اس پوشیدہ شے کا ادراک یا اندازہ کر لیا ہے۔ خدا کی ذات انسانی ادراک کے احاطہ کے اندر نہیں آ سکتی۔ لہٰذا اس کے متعلق ان ظاہری علامات ہی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو کائنات میں بکھری پڑی ہیں (بلکہ خود انسانی نفس میں بھی۔ ناقل) اس لئے یہ کائنات اور اس کی تمام اشیاء آیات اللہ ہیں۔ یہ وہ نشاناتِ راہ ہیں۔ جس سے ہم اس "منزل" کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ انسانوں کی دنیا میں "وحی" خدا کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ اس لئے یہ بھی آیات اللہ ہے۔"

(لغات القرآن مصنفہ پرویز صاحب زیرِ لفظ ا۔ی۔ی)

پرویز صاحب فرماتے ہیں۔ "خدا کی ذات انسانی ادراک کے احاطہ میں نہیں آ سکتی۔" اور اس کے ادراک کے لئے خدا نے کائنات میں ظاہری

نشانات پیدا کئے ہیں۔ اسی طرح سے انسان اس بات کا بھی ادراک نہیں کر سکتا کہ کسی صادق نبی کا خدا کے ساتھ تعلق ہے اور کہ وہ اس کے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے اور چونکہ یہ امر بھی انسانی ادراک کے احاطہ سے باہر ہے اور پردۂ غیب میں ہے۔ لیکن ہے حقیقت۔ اس لئے نبی کی صداقت پر ایمان لانے کیلئے ذہنی نشان راہ ہے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"ہاں عنایت ازلی نے جو انسانی فطرت کو ضائع کرنا نہیں چاہتی۔ تخم ریزی کے طور پر اکثر انسانی افراد میں یہ عادت اپنی جاری کر رکھی ہے کہ کبھی کبھی سچی خوابیں یا سچے الہام ہو جاتے ہیں۔ تا وہ معلوم کر سکیں کہ ان کے لئے آگے قدم رکھنے کے لئے ایک راہ کھلی ہے .... اور خوابیں محض اس لئے آتی ہیں کہ تا ان پر خدا کے پاک نبیوں پر ایمان لانے کے لئے ایک حجت ہو۔ کیونکہ اگر وہ سچے خوابوں اور سچے الہامات کی حقیقت سمجھنے سے قطعاً محروم ہوں اور اس بارہ میں کوئی ایسا علم جس کو علم الیقین کہنا چاہیئے۔ ان کو حاصل نہ ہو تو خدا تعالیٰ کے سامنے ان کا عذر ہو سکتا ہے کہ وہ نبوت کی حقیقت کو سمجھ نہیں سکتے تھے کیونکہ اس کوچہ سے بکلّی ناآشنا تھے اور وہ کہہ سکتے ہیں کہ نبوت کی حقیقت سے ہم محض بے خبر تھے اور

اس کے سمجھنے کے لئے ہماری فطرت کو کوئی نمونہ نہیں دیا گیا تھا۔ پس ہم اس مخفی حقیقت کو کیونکر سمجھ سکتے۔ اس لئے سنت اللہ قدیم سے اور جب سے دنیا کی بنا ڈالی گئی۔ اس طرح پر جاری ہے کہ نمونہ کے طور پر عام لوگوں کو قطع نظر اس کے کہ وہ نیک ہوں یا بد ہوں۔ اور صالح ہو یا فاسق ہوں اور مذہب میں سچے ہوں یا جھوٹا مذہب رکھتے ہوں۔ کسی قدر سچی خوابیں دکھلائی جاتی ہیں یا سچے الہام بھی دیئے جاتے ہیں ...... الخ"

(حقیقۃ الوحی۔ مصنفہ حضرت مسیح موعودؑ ص۸)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کا یہ حقیقت افروز بیان کسی قسم کے مزید تبصرہ اور وضاحت کا محتاج نہیں۔

پرویز صاحب کا یہ کہنا کہ:۔

"یاد رکھئے۔ کشف والہام کا کوئی تصور قرآن میں نہیں دیا گیا۔ جہاں تک اولیاء اللہ کا تعلق ہے۔ قرآن ان کا کوئی الگ گروہ قرار نہیں دیتا۔"

(ختم نبوت ص۷۸)

صریحاً غلط ہے اور ان کا ذاتی بے بنیاد تخیّل ہے۔ کشف والہام کا تصور قرآنی ہے اور اولیاء اللہ امت میں یقیناً ایک الگ گروہ ہے جس کا تفصیلی ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔ اس وقت اس حقیقت کو حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ میں ملاحظہ کریں۔ "قد افلح من زکّھا کی تفسیر

کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

" اس الہام کے بعد (یعنی فطرتی الہام کے بعد) جو شخص اس کی پیروی کر کے اپنے نفس کو ٹھیک راہ پر چلاتا ہے وہ بامراد ہو جاتا ہے۔ یعنی الہام فطرت جو مجمل الہام ہوتا ہے۔ اس کی پیروی اور اطاعت کا یہاں ذکر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فجور اور تقویٰ کا وہ مجمل علم جو انسان کو ملا تھا۔ اور جس کے مطابق وہ سمجھتا تھا کہ دنیا میں کچھ بری چیزیں ہیں اور کچھ اچھی چیزیں ہیں۔ مجھے بری چیزوں سے بچنا چاہیئے اور اچھی چیزوں کو اختیار کرنا چاہیئے۔ جو شخص اس مجمل علم کو صحیح طور پر استعمال کرتا ہے اور فطرت کی اس رہنمائی کے ماتحت اپنے نفس کو اونچا کرتا ہے وہ فلاح پا لیتا ہے یعنی اپنے خدا سے واصل ہو کر صاحب الہام ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کی طرف بنی نوع انسان کو توجہ دلاتا ہے کہ جو شخص اس بات کو سمجھتے ہوئے کہ خدا تعالیٰ نے میرے اندر اعتدال پیدا کیا ہے۔ غور و فکر سے کام لیتے ہوئے اعتدال کی راہوں پر چلتا ہے اور فجور کی وہ حس جو اللہ نے اس کی فطرت میں رکھی ہے اس سے کام لے کر وہ بری باتوں سے بچتا ہے اور تقوے کی حس جو اس کے اندر پیدا کی گئی ہے اس سے کام لیکر

وہ اچھی باتوں کو اختیار کرتا ہے اور اپنے نفس کو اس پیہم جد و جہد اور کوشش کے نتیجہ میں اونچا کر دیتا ہے اور اخلاقی زندگی بسر کرتا ہے۔ ایک دن آتا ہے کہ اللہ کا الہام اس پر نازل ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کا قرب اس کو حاصل ہو جاتا ہے۔ "زکّٰی" کے معنے اونچا کرنے کے بھی ہوتے ہیں اور "زکّٰی" کے معنے پاک کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔ اس جگہ نفس کو اونچا کرنے کے معنے چسپاں ہوتے ہیں کیونکہ ایسا شخص فجور اور تقویٰ کی حس سے کام لے کر فطرت کے مقام سے بلند ہو کر اخلاقی زندگی میں داخل ہو جاتا ہے اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خود صاحب الہام ہو جاتا ہے۔"

(تفسیر کبیر۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رض۔ سورۃ شمس)

غرضیکہ فطرتی الہام کے بعد وہ مقربین اور مخلصین کے گروہ میں داخل ہو جاتا ہے اور یہی وہ وقت ہوتا ہے جب اس کو خدا کی طرف سے یہ آواز آتی ہے کہ "فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ" کہ اب تو میرے بندوں کے گروہ میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا یہ ہے وہ الگ گروہ جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے لیکن پرویز صاحب کو نظر نہیں آتا۔ سچ ہے۔ مسیح موعود کا یہ فرمان :-

" آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب "

وحی والہام

وحی کے متعلق پرویز صاحب نے جو لغوی تحقیق کتاب زیر نظر میں پیش کی ہے، وہ ایک حد تک صحیح ہے۔

پرویز صاحب نے اپنی کتاب "لغات القرآن" چار جلدوں میں مرتب کی ہے۔ اس کتاب کے ماخذ لغت کی تین کتابیں ہیں جو انہوں نے اپنی کتاب لغات القرآن کے لئے بطور اساس و بنیاد اپنے سامنے رکھی ہیں۔ لسان العرب، تاج العروس اور قاموس، میں نے جہاں کہیں لغت کی تحقیق پیش کی ہے وہ علاوہ پرویز صاحب کی کتاب کے عموماً قاموس سے پیش کی ہے۔ بہر حال قاموس لغت میں ایک مستند کتاب ہے۔

وحی کے متعلق قاموس المحیط میں ہے:-

"اَلْوَحْیُ :- الاشارة[1]، والكتابة[2] والمكتوب[3]. والرسالة[4]. والالهام[5]. والكلام الخفي[6]. وكل ما القيته الى غيرك ...... وُحِيَ واوحى اليه[7] كلّمه[8] والهمه[9]......"

یعنی وحی کے معانی ہیں۔ اشارہ[1]، کتابت[2]، مکتوب[3]۔ رسالت[4] الہام[5]۔ راز کی بات[6] اور جو کچھ کہ تو دوسرے کو القاء کر دے ...... اس نے اس کی طرف وحی کی۔ یعنی کسی کو کلام[8] کہے کھڑا کر دیا یا بھیج دیا اور اس کو الہام[9] کیا۔

قاموس المحیط کی اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ وحی کا ایک معنیٰ الہام بھی ہے اور الہام کے معنے "در دل انداختن" ہے۔ پس قرآن کریم میں جہاں وحی کا ذکر آیا ہے۔ وہاں وحی کے لفظ کی الہام سے تعبیر کرنا ناجائز نہیں اور جہاں کہیں شرعی اور اصطلاحی طور پر "وحی" کا ذکر آتا ہے۔ وہاں الہام اصطلاحی بھی مراد ہوگا۔ پس پرویز صاحب کا یہ کہنا کہ:-

"قرآن کریم میں یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ خدا بعض انسانوں (اپنے مقربین) کو بذریعہ الہام کوئی علم دیتا ہے۔ ایسا کہیں نہیں آیا۔" (ختم نبوت صفحہ ۵۹)

ایک دھوکہ ہے۔ اگر الہام کا لفظ قرآن کریم میں نہیں آیا تو وحی کا لفظ تو آیا ہے اور ان مقامات میں آیا ہے۔ جہاں غیر از نبی کا ذکر ہوا ہے اور اس وجہ سے پرویز صاحب کا یہ کہنا:-

"اور وحی حضرات انبیاء تک محدود تھی۔" (ختم نبوت ۵۹)

غلط ہے۔ اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔ اسی طرح پرویز صاحب کا یہ کہنا بھی:-

"خدا نے کسی (غیر از نبی) انسان کے متعلق یہ نہیں کہا کہ ہم اس سے کلام کرتے ہیں۔ یا وہ ہم سے کلام کر سکتا ہے۔ نہ ہی یہ کہ ہم نے فلاں کی طرف الہام کیا۔ یا اپنے مقربین کی طرف الہام کریں گے۔ لہٰذا قرآن کریم سے کشف، الہام یا غیر از نبی سے ہم کلامی کی کوئی سند نہیں ملتی۔"

(ختم نبوت ۵۹)

یہ پرویز صاحب کا صریحاً غلط اور بے بنیاد تخیل ہے جس کا ثبوت قرآن کریم سے ہی آئندہ صفحات میں ملے گا۔

بہرحال وحی اور الہام اصطلاحی لحاظ سے مترادف الفاظ ہیں۔ اس بنیادی ترادف کے پیشِ نظر اگر امتِ محمدیہ کے کاملین کی وحی کو الہام کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ پرویز صاحب کا ہر مقام پر یہ کہنا کہ یہ غیر قرآنی اصطلاح ہے اس لئے مسترد ہے۔ عجیب منطق ہے اگر کوئی اللہ کو خدا کے نام سے یا گاڈ (God) کے نام سے یا پرمیشور کے نام سے پکارے تو آخر اس میں وہ کونسی قباحت ہے؟ جبکہ ایک آدمی گاڈ کی وہی تعریف سمجھتا ہے جو اللہ کی ہے۔ اسی طرح اولیاء کرام کی وحی کے لئے اگر الہام کی اصطلاح رائج کی گئی تو اس میں کیا حرج ہے؟ پرویز صاحب تو خود قرآن کریم میں مذکورہ فطرتِ انسانی سے انکار کرتے ہیں لیکن اگر کوئی ایک مسلّم حقیقتِ قرآنی کا کوئی نام رکھ دے تو یہ جرم سمجھتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ اولیاء امت نے وحی کی بجائے الہام کی اصطلاح پسند فرمائی ہے تاکہ نبی کی وحی اور ولی کی وحی میں بلحاظ نام کے بھی فرق ظاہر ہو۔ جس طرح کہ نبی اور ولی کی وحی میں بلحاظ کیفیت اور کمیت کے فرق ہوتا ہے تاکہ نبی کی وحی سے التباس نہ رہے۔ ورنہ جس مقام سے ایک نبی وحی لیتا ہے۔ اسی مقام سے ولی بھی لیتا ہے۔

اس باب میں یہ ثابت کرنا مطلوب ہے کہ نبی اور ولی کی وحی اور الہام میں صرف بلحاظ کیفیت اور کمیت کے فرق ہے باقی کوئی فرق

نہیں۔ اور یہی بات لغت کی رو سے ثابت ہے آئندہ صفحات میں قرآن کریم سے ثابت کیا جائے گا کہ غیر از نبی کو وحی اور الہام بھی ہوتا ہے

پرویز صاحب فرماتے ہیں:۔

"آپ غور کیجئے کہ لفظی فرق کو چھوڑ کر حقیقت کے اعتبار سے نبی کی وحی اور ان حضرات کے کشف اور الہام میں کچھ فرق ہے؟" (ختم نبوت ص۳۵)

یہ حقیقت بجا اور درست ہے کہ نبی کی وحی اور اولیاء کرام کے کشف اور الہام میں بنیادی طور پر کوئی فرق نہیں۔ تمام امت مسلمہ اور قرآن کی طرف منسوب ہر فرقہ یہ تسلیم کر چکا ہے اور تسلیم کر رہا ہے کہ اس امت میں اولیاء کرام ہوئے ہیں اور ان کو کشف والہام ہوتا رہا ہے۔ اور یہی اسلام کے زندہ مذہب ہونے کی دلیل ہے۔

تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ ہو۔

کشف

جس طرح یہ ثابت کیا گیا ہے کہ وحی اور الہام لغت کے لحاظ سے اور اصطلاحی لحاظ سے مترادف المفہوم الفاظ ہیں اور اسی طرح الہام کا لفظ امتِ مسلمہ کے نزدیک بلا استثناء کاملین امت کی طرف وحی کا دوسرا نام ہے۔ اسی طرح کشف لغوی لحاظ سے الہام کا دوسرا نام ہے بلکہ الہام کا ایک حصہ ہے۔ جزئی طور پر مکمل الہام اور وحی ہے

اس حقیقت کو اس طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ جب کسی کے ساتھ خدا ہمکلام ہوتا ہے اور وہ صرف آواز سنتا ہے تو یہ محض الہام اور وحی کہلاتا ہے لیکن اگر اس الہام اور وحی کے ساتھ کوئی شخص سامنے آتا ہے یا وہ کوئی نظارہ دیکھتا ہے۔ اس کو کشف کہتے ہیں۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا آگ دیکھنا۔ یہ آگ دیکھنا موسیٰؑ کا کشف تھا۔ جیسے فرمایا" اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا (۲۰/۱۰) کہ میں نے ایک آگ دیکھی۔ اور پھر اس آگ کے پاس سے ہی موسیٰؑ سے خدا ہمکلام ہوا۔ اسی طرح والدہؑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرشتہ کو ایک بشر دیکھنا اور اس کے ساتھ ہمکلام ہونا۔ یہ قرآن کریم کے نصوص صریحہ ہیں۔ اگر پرویز صاحب اس سے انکار کرتے ہیں تو خود صاحب اختیار ہیں۔ لیکن یہ ہوگا حقیقت سے انکار۔ ان دونوں واقعات اور ہمچو دیگر نظاروں کا خدا نے کوئی علیحدہ نام نہیں رکھا۔ پس اس حقیقت کا نام اگر "کشف" رکھا جائے تو اس میں حرج کیا ہے۔ جو لفظ قرآن میں درج نہ ہو اور ہو حقیقت تو اس حقیقت کو ایک خاص لفظ سے تعبیر کرنا کیوں پرویز صاحب ناپسند کرتے ہیں؟ اور اس کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ اگر پرویز صاحب یہ اصول وضع کر رہے ہیں کہ جو لفظ یا اصطلاح قرآن کریم میں نہ ہو لیکن ہو حقیقت۔ تو اس کے لئے کوئی لفظ استعمال کرنا جس سے حقیقت الامر واضح ہو سکتی ہو غیر قرآنی اور باطل ہوگا تو یہ صریحاً غلط بات ہے۔ ہم ہر وقت لفظ "خدا" استعمال کرتے

ہیں۔ اور پرویز صاحب بھی، اگرچہ یہ لفظ قرآنی نہیں تاہم یہ لفظ اللہ کی ہماری زبان میں تعبیر ہے۔ اس طرح خدا وحی اور الہام کے ذریعہ ایک ملہم کو علم دیتا ہے اور جب تک کہ خدا ملہم کو علم نہیں دیتا وہ علم پردۂ اخفا میں ہوتا ہے اور جب خدا ملہم کو وحی اور الہام کے ذریعہ علم دے دیتا ہے تو ملہم پر وہ راز یا علم منکشف ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے بھی درحقیقت کشف، الہام اور وحی کی ہی ایک صورت کا نام ہے۔ کشف کا لغوی معنی ہے

"الاظہار ورفع شیٔ عما یواریہ" (قاموس المحیط)

یعنی کشف کے معنی کسی چیز یا بات کو ظاہر کر دینے اور کسی چیز سے پردہ ہٹا دینے کے ہیں۔

اور یہی معنے پرویز صاحب کو تسلیم ہیں۔ قرآن کریم نے صاف الفاظ میں اس کشف کی حقیقت کو مکالمہ الٰہیہ کا ایک طریقہ فرمایا ہے۔ جیسے فرمایا۔

"اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ" (۴۲/۵۱)

خدا کی ہمکلامی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی بشر کی طرف خدا اپنے فرشتوں میں سے کسی فرشتہ کو پیغام رساں بنا کر بھیجتا ہے۔ پس جو کچھ خدا چاہتا ہے اس ملہم کو وحی کر دیتا ہے۔ جب کوئی فرشتہ کسی کے پاس آتا ہے تو اس فرشتے کا نزول ایک کشفی نظارہ ہوتا ہے جسے ملہم دیکھتا ہے۔ جو مکالمہ الٰہیہ میں شامل ہوتا ہے اور کشف کہلاتا ہے اس کے

مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کو گیارہ ستارے اور سورج و قمر سجدہ کرتے ہوئے دکھائے گئے۔ یہ ایک نظارہ تھا اور کشف کی صورت میں تعبیر طلب تھا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کی والدہ پر ایک فرشتہ (بشری صورت میں) ظاہر ہوا یہ ایک نظارہ تھا۔ اسی کو کشف کہتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ ایک شخص (حضرت خضر) کے ساتھ سفر کر رہے ہیں وہ شخص ایک معصوم بچے کو قتل کرتا ہے اور گرتی ہوئی دیوار کو ٹھیک کرتا ہے۔ ایک کشتی کو عیب دار بناتا ہے موسیٰؑ کا خادم مچھلی کو جو غذا کے لئے ساتھ تھی پانی میں بھاگتی ہوئی دیکھتا ہے یہ یہ تمام سفر اور نظارے کشوف نامی ہیں اور مشتمل بر وحی والہام ہی ہیں۔

قارئین کرام! یہاں تک یہ ثابت کرنا مطلوب تھا کہ کشف اور الہام قرآنی تصور ہے اور پرویز صاحب کا یہ کہنا کہ کشف اور الہام کے متعلق قرآن سے کوئی سند نہیں ملتی۔ بالکل غلط اور بے بنیاد تخیل ہے اور قرآن کریم سے لاعلمی کی دلیل ہے۔ حق کشف اسی وحی کا دوسرا نام ہے جس میں نظارہ دکھائی دے۔ امت مسلمہ میں لاتعداد کاملین امت صاحب کشوف و الہام گزرے ہیں اور اب بھی صاحب تجربہ لوگ موجود ہیں۔ صاحب کشف اور الہام ہو جانا امت میں حق الیقین کا درجہ رکھتا ہے۔ کاملین امت خدا سے ملہف اور لذیذ کلام الٰہی سے مشرف ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ اس نعمت غیر مترقبہ کو بقول پرویز صاحب سنیاسیوں اور یوگیوں کی اٹکل پچو باتوں پر قیاس کرنا چاند پر تھوکنے کے مترادف۔ بلکہ یہ وہم ہے کہ امت محمدیہ کا ہر فرقہ کشف اور الہام کو ختم نبوت کا فیض اثر اور ثمرۂ لذیذہ

سمجھتا ہے۔ اور پرویز صاحب تمام مدعیانِ کشوف والہام کو نیز یہ عقیدہ رکھنے والوں کو کہ اولیائے کرام کو کشف والہام ہوتا ہے۔ ختم نبوت کا منکر سمجھتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر آج صفحۂ زمین پر ختم نبوت کا قائل صرف پرویز صاحب اپنے آپ کو سمجھتے ہیں اور باقی تمام اولیاء، اصفیاء، اتقیاء، اقطاب وغیرہم کو ختم نبوت کے منکر۔ فلہذا خارج از اسلام۔

یہ ہے مکرم پرویز صاحب کی قرآن دانی، پرویز صاحب جیسا کہ کہ گزشتہ صفحات میں ثابت کیا گیا ہے کے نزدیک آج مروجہ اسلام کا کوئی فرقہ مسلمان نہیں۔ اور نہ مروجہ اسلام قرآنی اسلام ہے اسی طرح اس مسئلہ میں بھی وہ تمام اہل اسلام کے عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور بایں ہمہ خود کو قرآنی مسلمان کہتے ہیں اور باقی اہل اسلام کو غیر قرآنی، ایرانی اور عجمی سازش کے اسلام کا مسلمان۔

غیر از نبی کو وحی

گزشتہ صفحات میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ از روئے قرآن و لغت وحی والہام کی حقیقت ایک ہی ہے اور کشف اس نظارہ کو کہتے ہیں جو وحی والہام کے ساتھ پایا جائے۔ اب ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ وحی (الہام و کشف) غیر نبی کو بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں وحی کے نزول کے طریقے اور کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:-

"مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ

مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ
مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ (۴۲/۵۱)

ترجمہ - اور کسی آدمی کی حیثیت نہیں کہ اللہ اس سے وحی کے سوا یا پردے کے پیچھے بولنے کے سوا کلام کرے یا کسی سوا کلام کرے سے کہ (اس کی طرف فرشتوں میں سے) رسول بھیجے جو اس کے حکم سے جو کچھ وہ چاہے وحی کرے بیشک وہ بڑی شان والا (اور) حکمتوں والا ہے

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ بشر کے ساتھ اپنے مکالمہ کا ذکر فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کوئی بشر (انسان) خدا سے ہمکلام نہیں ہو سکتا سوائے ان تین طریقوں کے :-

(۱) "اِلَّا وَحْيًا" یعنی اشارہ سریعہ وغیرہ کے طور پر یعنی بلا واسطہ وحی سے

(۲) پردے کے پیچھے سے - جس میں خدا کی طرف سے الفاظ نہیں ہوتے بلکہ مضمون کو الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے - یا تعبیر قلب پر القا رہیں اور اس کی تعبیر بندہ کے سپرد کی جاتی ہے

(۳) بالواسطہ وحی - جس میں فرشتہ کلام کرے

مکرم پرویز صاحب نے اپنی کتاب لغات القرآن کے ماخذ میں المفردات کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا ہے :-

"تاج العروس کے ساتھ جس کتاب کو ہم نے بنیادی طور پر سامنے رکھا ہے وہ امام راغب اصفہانی" (متوفی

قریب ۵۰۲ھ) کی مشہور تصنیف "المفردات فی غریب القرآن" ہے - یہ قرآنی الفاظ کی لغت ہے اور اس درجہ مقبول اور مشہور ہے کہ اس کے تفصیلی تعارف کی ضرورت نہیں"

(لغات القرآن - جلد ۱ صفحہ ۲۳)

امام راغبؒ آیت مذکرہ کے ضمن میں لکھتے ہیں :-

"وَيُقَالُ لِلْكَلِمَةِ الْاِلٰهِيَّةِ الَّتِيْ تُلْقٰى اِلٰى اَنْبِيَآئِهٖ وَاَوْلِيَآئِهٖ وَحْيٌ"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور اس کے اولیاء کی طرف جو کلام نازل ہوتا ہے اسے وحی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے

امام راغبؒ کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کی طرف سے جو کلام اپنے بندوں پر نازل ہوتا ہے اس کو وحی کہتے ہیں اور یہ صرف انبیاء کے لئے مخصوص نہیں بلکہ امت کے دیگر مقربین اولیاء اللہ پر بھی ہوتی ہے - اور ان کا بیان بالکل درست اور صحیح ہے - میں اس موقع پر اس کے خلاف پرویز صاحب کی تشریح بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور اسی لئے ہی میں نے امام راغبؒ کا بیان پیش کیا ہے - پرویز صاحب وما کان لبشر آیت مذکورہ نقل کر کے لکھتے ہیں :-

"اس میں بتایا گیا ہے کہ بشر (انسان) کے ساتھ خدا کس طرح کلام کرتا ہے - بشر کی دو قسمیں ہیں - ایک انبیاء اور دوسرے غیر انبیاء - پہلے انبیاء کا ذکر ہے کہ ان تک خدا

کا کلام یا تو وحی (فرشتے) کے ذریعہ پہنچتا ہے (جیسے
رسول اللہؐ کے متعلق فرمایا) یا براہ راست پردے کے پیچھے
سے بات سنائی دیتی ہے (جیسے حضرت موسیٰؑ کی صورت
میں ہوا) باقی رہے غیر انبیاء۔ تو ان تک صرف رسولوں کے
ذریعہ خدا کا کلام پہنچتا ہے"۔

(لغات القرآن مصنفہ پرویز صاحب ص ۱۶۹۴)

پرویز صاحب کی یہ تشریح قرآنی تعلیم کے قطعاً خلاف ہے اور امام راغبؒ کے بیان کے بھی خلاف ہے۔ امام راغبؒ کا یہ بیان اس آیت کے معنے سے بالکل صاف اور غیر مبہم ہے۔ ان کے نزدیک بشر کے لفظ سے انبیاء اور اولیاء دونوں مراد ہیں مگر پرویز صاحب بشر سے مراد کس جگہ ہوائے نفس کے باعث صرف نبی لے رہے ہیں ــــ ورنہ قرآنی آیت مندرجہ بالا کے الفاظ عام عقل والے بلکہ قرآن کریم سے انصاف کرنے والے مسلمان کے لیے خود بین ثبوت ہیں کہ اس آیت میں اولیاء امت کی طرف وحی ہونے کا ذکر بھی مراد ہے کیونکہ ــــ

(۱) اس آیت میں اللہ تعالیٰ لبشر یعنی مطلق انسان کے ساتھ اپنی ہمکلامی کا ذکر فرماتا ہے جس میں نبی بھی ہو سکتے ہیں اور غیر نبی بھی۔ اس لئے امام راغبؒ کے بیان کو رد کرنا کسی صورت میں قابل پذیرائی نہیں ہو سکتا۔ بشر سے صرف نبی مراد لینا صریح تحریف قرآن ہے

(۲) اسی آیت میں خود اللہ تعالیٰ کی بشر سے ہمکلامی کا ذکر ہے۔ اور

جس طرح آیت میں پہلے دو طریقوں کے درمیان لفظ اَوْ لایا گیا ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ خدا کے ہمکلامی کا طریقہ ایک یہ ہے اور دوسرا یہ۔ اسی طرح آیت ہذا میں طریقہ ۲ اور تیسرے طریقے کے درمیان اَوْ لایا گیا ہے جس کا مطلب بھی یہی ہو سکتا ہے کہ خدا سے ہمکلامی کا تیسرا طریقہ یہ ہے اور ان تینوں میں خدا کی ہم کلامی کا ذکر ہے۔

(۳) تیسرے طریقہ وحی میں یُوْحِیَ کا لفظ اس لئے دوبارہ لایا گیا ہے کیونکہ یہ وحی بواسطہ ملک ہوتی ہے اور شبہ ہو سکتا تھا کہ یہ دائرہ وحی الٰہی سے خارج نہ سمجھا جائے اس لئے ضروری تھا کہ اس کے ساتھ وضاحت کر دی جاتی کہ یہ قسم بھی وحی الٰہی میں شامل ہے۔ چنانچہ اسی لئے فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ کہہ کر وحی کا لفظ اللہ تعالیٰ نے دوہرا دیا اور بتا دیا کہ یہ شق بھی خدا کے اذن سے وحی میں شامل ہے جو خدائی مشیت کے مطابق ہوتی ہے تا اسے محض فرشتے کا کلام نہ سمجھا جائے۔

(۴) پرویز صاحب کی یہ تشریح اس لئے بھی غلط ہے کہ وہ فرماتے ہیں:-
"باقی رہے غیر انبیاء تو ان تک صرف رسولوں کے ذریعہ
خدا کا کلام پہنچتا ہے۔"

اس جگہ ہرگز قرآن میں "باقی رہے غیر انبیاء" کا لفظ موجود نہیں اور نہ شروع آیت میں صرف انبیاء کا ذکر ہے۔ بلکہ بشر سے

خدا کے وحی کرنے کے تین طریقے بیان ہوتے ہیں اور بشر انبیاء بھی ہوتے ہیں اور غیر انبیاء بھی۔ اگر پرویز صاحب کی تفسیر میں رسول سے مراد انسان رسول مان لیا جائے تو پہلی دو قسم کی وحی بہرحال غیر رسول کے لئے ہو جائے گی کیونکہ شروع آیت میں وحی کا ذکر ہے اور تیسری قسم کا تعلق بقول پرویز صاحب انسانی رسول کی وحی سے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تیسری قسم طریق نزول وحی الٰہی بذریعہ نظر آنے والے فرشتہ رسول کے ہے جو مشیت الٰہی کے مطابق خدا کا کلام پہنچاتا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت مریم علیہا السلام پر فرشتہ رسول کے نزول کا صاف ذکر موجود ہے۔ جیسا کہ فقال اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ کہ میں تیرے رب کا رسول ہوں (سورہ مریم) کے الفاظ سے ظاہر ہے

پس جب تینوں طریقوں سے بشر سے کلام کا اس آیت میں ذکر ہے۔ لہٰذا امام راغبؒ کے یہ معنی ہی درست ہوئے کہ خدا اپنے انبیاء اور اولیاء کو وحی کرتا ہے یعنی تینوں طریق سے تیسرے طریق میں فرشتہ رسول کے وحی کرنے کا ذکر ہے جو خدا کے اذن سے اس کی مشیت کے مطابق ہوتی ہے۔ فرشتوں کا رسول بنایا جانا آیت کریمہ اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً ومن النّاس (الحج ع ۱۰) سے ثابت ہے کہ اللہ لوگوں سے بھی رسول چنتا ہے اور فرشتوں سے بھی۔

مکرم پرویز صاحب نے وحی کے لغوی معنے بھی درج کئے ہیں اور

اس کے ثبوت کے لئے قرآنی آیات بھی اپنی کتاب زیر نظر میں پیش کی ہیں، حالانکہ مسئلہ زیر بحث اس وحی کے متعلق ہے جو انسان اور بشر کی طرف خدا کی طرف سے ہو نہ کہ انسان کا انسان کی طرف وحی کرنا اور نہ غیر انسان مثلاً شہد کی مکھی کی طرف خدا کا وحی کرنا۔ حالانکہ پرویز صاحب کو خود مسلّم ہے کہ :-

"دنیا کی ہر زبان کی طرح عربی زبان کے تمام الفاظ کے عام معانی لغوی ہوتے ہیں لیکن جب وہ الفاظ بطور اصطلاح استعمال کئے جائیں گے تو اس کے معانی مخصوص اور معیّن ہو جائیں گے۔ قرآن کریم کے الفاظ کی بھی یہی کیفیت ہے۔ ان کے عام معانی لغوی ہیں لیکن جب وہ قرآنی اصطلاح کے طور پر سامنے آئیں گے تو ان کا مفہوم وہی ہوگا۔ جس کو خود قرآن مجید نے معیّن کر دیا ہے"

(ختم نبوت ص۳۰)

قارئین! کتنا بہترین اور دل کو لگنے والا اصول ہے جو پرویز صاحب پیش کر رہے ہیں۔ لیکن حیرانی پر حیرانی ہوتی ہے کہ مکرم پرویز صاحب معاً اپنے اصول کے عملاً خلاف قدم اٹھا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے اس اصول اور معیار کے برخلاف لکھتے ہیں:-

"یہ وحی حضرات انبیاء کرام کی طرف آتی تھی۔ دوسرے انسانوں کی طرف نہیں ہوتی تھی۔" (ختم نبوت ص۵۵)

حالانکہ آیت "وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ" سے بخوبی واضح ہے کہ غیر انبیاء کو بھی وحی ہوتی ہے کیونکہ اس میں بشر کو وحی ہونے کا ذکر ہے علاوہ اس کے قرآن کریم میں وحی کا لفظ احکام الٰہی کے ابلاغ اور تبلیغ کے لئے استعمال نہیں ہوا بلکہ نبی یا رسول کے اہل دنیا کو احکام خداوندی پہنچانے کے لئے لفظ تبلیغ اور ابلاغ یا بلاغ ہی استعمال ہوا ہے نہ کہ وحی کا لفظ۔ ملاحظہ ہو:۔

(۱) "یَآاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ۔" (۵/۶۸)
یعنی اے رسول تیرے رب کی طرف جو کلام (وحی) ہوا ہے اسے لوگوں کو پہنچا دو۔

(۲) "فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلَاغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ" (۱۳/۴۱)
پس تیرے ذمہ ہمارے حکم اور پیغام کا پہنچا دینا ہے اور ان کا حساب لینا ہمارے ذمہ ہے۔

(۳) "وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلَاغُ۔" (۳/۲۱)
اگر وہ منہ پھیر دیں تو تیرے ذمہ صرف حق پہنچا دینا ہے

(۴) "وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ۔" (۲۹/۱۹)

(۵) "وما عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ۔" (۲۴/۵۵)
اور رسول کا کام تو صرف کھول کھول کر دینے حق (وحی) پہنچانا ہے

(۶) فَھَلْ عَلَی الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ (۱۶/۳۵)

بھلا یہ لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ رسولوں پر خدا کا پیغام پہنچا دینے کے سوا اور کیا ذمہ داری ہے۔

(۷) "فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ۔" (۱۶/۸۲)
پس تجھ پر صرف کھول کھول کر (وحی) حکم الٰہی پہنچانا ہے

(۸) "اِنْ عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلَاغُ۔" (۴۲/۴۹)
تجھ پر صرف حق (وحی) پہنچانا ہے۔

(۹) "وَ مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ۔" (۵/۱۰۰)
رسول پر صرف حق (وحی) پہنچانا فرض ہے۔

(۱۰) فَاعْلَمُوْا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ" (۵/۹۲)
پس جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف کھول کھول کر (حق) پہنچانا فرض ہے

اسی طرح سے بکثرت آیات ہائے قرآنیہ میں بلاغ کا لفظ حق کو لوگوں تک پہنچانے کیلئے رسول کی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے اور اسی وجہ سے میں حق بجانب ہوں اگر یہ کہوں کہ قرآن مجید کی اصطلاح میں نبی کے وحی خداوندی لوگوں تک پہنچانے کے لئے بلاغ اور ابلاغ اور تبلیغ کے مشتقات ہی استعمال ہوتے رہے ہیں۔ کسی آیت میں بھی احکام خداوندی پہنچانے کے متعلق نبی کے اپنی قوم کی طرف اصطلاحی وحی کرنے کا ذکر مذکور نہیں۔ کیونکہ اصطلاحی وحی از روئے قرآن مجید خدا کا بندوں سے کلام کہلاتی ہے نہ کہ خدا کے بندوں کا دوسرے لوگوں

سے کلام کرنا۔ پس ذکریا علیہ السلام کے متعلق جو اَوْحٰیٓ اِلَیْھِمْ اَنْ سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلاً (سورہ مریم) کے الفاظ قرآن مجید میں لوگوں سے مخفی طور پر کلام کرنے کے مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں۔ یہ لغوی معنی کے لحاظ سے ہے نہ کہ اصطلاحی معنے کے لحاظ سے۔

پرویز صاحب تیسری قسم کی وحی الٰہی کو جو فرشتہ کے ذریعہ نازل ہوتی ہے آیت زیر بحث میں تسلیم نہیں کرتے۔ تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ آیت مَاکَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلاً فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ کے حصر سے فرشتہ رسول کا بھیجا خارج ہوا۔ حالانکہ فرشتہ رسول کا بھیجا جانا جب دیگر آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہے تو خدا تعالیٰ کے اس حصریہ کلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا اور اسے اس حصر میں داخل کرنے والے الفاظ اور یُرْسِلَ رَسُوْلاً فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ ہی ہو سکتے ہیں۔ ورنہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ پر کامل حصر نہ کر سکنے کا الزام لازم آئے گا۔ جو اس کی شان کے منافی ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ پرویز صاحب اگر خدا تعالیٰ اور اس کی صفاتِ کاملہ پر ایمان رکھتے ہیں تو وہ قرآن مجید کے ایسے معنی کرنے سے توبہ کر لیں گے جن سے خدا کے کلام کی شان کو دھبہ لگتا ہو۔ اور اس آیت کے بارہ میں امت کے معنوں کو قبول کر لیں گے کہ اس جگہ زیر بحث آیت میں فرشتہ رسول کا بھیجا جانا مراد ہے نہ کہ نبی کا لوگوں کو آگے وحی کرنا۔

قارئین کرام! پرویز صاحب کے قرآن کریم کے خلاف حملوں کو آپ نے

دیکھ لیا کیا اب بھی سمجھ میں نہیں آئے گا کہ پرویز صاحب قرآن کریم کے خلاف ایک بدترین سازش کر رہے ہیں۔

پرویز صاحب وحی کے متعلق لغوی تحقیق کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

"لیکن اس لفظ کے اصطلاحی معنی ہیں۔ وہ علم جسے خدا ایک برگزیدہ (منتخب) فرد کو براہ راست اپنی طرف سے دیتا تھا۔ .... یہ وحی حضراتِ انبیاء کرام کی طرف آتی تھی۔ دوسرے انسانوں کی طرف نہیں آتی تھی۔"

(ختم نبوت صفحہ ۵)

علم کا لفظ وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اگر تو اس سے احکام خداوندی مشتمل بر اوامر و نواہی مراد ہوں تو ساری امت کو معہ جماعت احمدیہ کے مسلّم ہے کہ جدید اوامر و نواہی پر مشتمل وحی صرف تشریعی انبیاء پر نازل ہوتی ہے۔ لیکن امورِ غیبیہ بھی چونکہ علم الٰہی سے متعلق ہیں۔ اس لئے اگر کسی پر امورِ غیبیہ کا اظہار خدا تعالیٰ کی طرف سے بکثرت ہو اور خدا تعالیٰ اسے اصلاحِ خلق کے لئے مبعوث فرمائے تاکہ اس پر نازل ہونے والی وحی کے ذریعہ خدا تعالیٰ پر لوگوں کو کامل یقین حاصل ہو اور ایسے شخص کا نام خدا تعالیٰ نبی رکھے تو یہ نبی غیر تشریعی رسول ہو گا۔ جو اپنے سابق تشریعی نبی کی شریعت کے تابع ہو گا۔ اور اس شریعت کی تجدید اور بیان کے لئے مامور ہو گا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے رسولِ مطلق کے معنوں کے پیش نظر فرمایا:-

"عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔" (سورۃ الجن ع۲)

کہ خدا تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو غلبہ نہیں دیتا بجز اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو۔

پس رسولِ مطلق کے لئے ازروئے قرآن مجید امورِ غیبیہ پر بکثرت اطلاع پانا ضروری ہے۔ جس میں اس کو رسول قرار دینے پر مشتمل وحی کا نزول بھی ضروری ہے کیونکہ جو خدا کی طرف سے مامور ہو ضروری ہے کہ وہ خدا کے کلام کے ذریعہ مامور ہو گا۔

ساری امتِ محمدیہؐ کا یہی مذہب رہا ہے کہ نبی کی دو قسمیں ہیں۔ تشریعی نبی اور غیر تشریعی نبی۔ اور آیت خاتم النبیین کے ذریعہ صرف تشریعی نبی کا انقطاع ہوا ہے۔ کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا اصالتاً یا بروزاً نزول امت کو مسلّم رہا ہے۔ اگر خاتم النبیین کے یہ معنی ہوتے کہ وحی علی الاطلاق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو گئی ہے تو ہزارہا اولیائے کرام جو امتِ محمدیہؐ میں خدا کی ہمکلامی سے مشرف ہوئے ان کو اس خدا کی ہمکلامی کے دعویٰ میں مفتری علی اللہ اور ختمِ نبوت کا منکر ماننا پڑے گا۔

چونکہ پرویز صاحب ختمِ نبوت کا مفہوم وحی مطلق کا انقطاع قرار دے رہے ہیں اس لئے انہیں ان اولیائے کرام اور ان کے ماننے والوں کو اپنی اس کتاب میں ختمِ نبوت کا منکر ہی قرار دینا پڑا ہے۔

پرویز صاحب لکھتے ہیں:۔

"لہٰذا قرآن کریم سے کشف، الہام یا غیر از نبی سے ہمکلامی کی کوئی سند نہیں ملتی۔"

(ختمِ نبوت ص۶)

(۱) اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

"وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ۔" (۵/۱۱)

یعنی یاد کرو اس وقت کو جب میں نے (خدا نے) حواریوں کو وحی کی۔

اس آیت کے متعلق پرویز صاحب فرماتے ہیں کہ:

"ہم نے عیسیٰ کے ذریعے حواریوں کو حکم دیا۔"

یہ معنی کرتے ہوئے پرویز صاحب خدا کا خوف نہیں کرتے اور بالبداہت تحریف فی القرآن کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ میں نے حواریوں کو وحی کی۔ پرویز صاحب کہتے ہیں۔ نہیں جی۔ یہ وحی حضرت عیسیٰؑ کو ہوئی تھی۔ آخر کس قرینہ سے؟ کس وجہ سے؟ کن قرآنی دلیل سے ایسا کہا ہے کوئی دلیل نہیں دی ہے۔ صرف سینہ زوری اور قرآن و خدا سے سرکشی سے کام لیا جا رہا ہے۔

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۲) "وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى" (۲۰/۸)

خدا فرماتا ہے کہ ہم نے موسیٰ کی والدہ کو وحی کی۔ اس آیت کے متعلق پرویز

صاحب کہتے ہیں:۔

"یعنی خدا نے اپنے کسی پیغامبر (یعنی کسی رسول) کی معرفت حضرت موسیٰؑ کی والدہ کی طرف یہ حکم بھیجا"

قارئین کرام! حواریوں کے وقت تو حضرت عیسیٰؑ نبی اللہ موجود تھے اس لئے من مانی تاویل کرتے ہوئے پرویز صاحب نے یہ شگوفہ چھوڑا ہے کہ یہ حکم حضرت عیسیٰؑ کے ذریعہ تھا (جو ہمیں قابل تسلیم نہیں) لیکن یہاں امّ موسیٰؑ کے وقت کون سا نبی یا پیغمبر تھا؟ سچ ہے جھوٹ اور افتراء کے پاؤں نہیں ہوتے۔

(۳) "وَاذْکُرْ فی الکتاب مریم۔ اذ انتبذت من اھلھا مکاناً شرقیاً۔ فاتخذت من دونھم حجاباً۔ فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشراً سَوِیّاً۔ قالت انی اَعُوْذُ بالرّحمٰن ان کنت تقیاً۔ قال انّما انا رسول ربّك لاھب لك غلاماً زکیاً۔ قالت انّی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اك بغیاً۔ قال کذٰلك قال ربك ھو علیّ ھین۔ ولنجعله اٰیة للنّاس ورحمة منّا و کان امراً مقضیّاً۔"

(سورۃ مریم آیت ۱۷ تا ۲۲)

ترجمہ: اور تو اس کتاب میں مریم کا جو ذکر آیا ہے اسے بیان

کر جب وہ اپنے رشتہ داروں سے مشرقی جانب ایک جگہ چلی گئی اور اپنے اور رشتہ داروں کے درمیان پردہ ڈال دیا۔ اس وقت ہم نے اس کی طرف اپنا کلام لانے والا فرشتہ (مطابق آیت: او یرسل رسولاً فیوحی باذنہ ما یشآء) بھیجا۔ اور وہ اس کے سامنے تندرست بشر کی شکل میں متمثل ہو کر ظاہر ہوا۔ مریمؑ نے اس سے کہا کہ میں تجھ سے رحمان خدا کی پناہ مانگتی ہوں اگر تیرے اندر کچھ بھی تقویٰ ہے۔ اس پر اس فرشتہ نے کہا۔ میں تو صرف تیرے رب کی طرف سے ایک رسول ہوں تاکہ میں تجھے ایک پاک لڑکا دوں (یعنی اس کی بشارت دوں) مریمؑ نے کہا۔ میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا جبکہ مجھے کسی بشر نے نہیں چھوا اور نہ میں بدکار رہی ہوں۔ فرشتہ نے کہا۔ بات اسی طرح ہے جس طرح تو نے کہی۔ مگر تیرے رب نے یہ کہا ہے کہ یہ کام مجھ پر آسان ہے اور ہم اس لئے یہ لڑکا پیدا کریں گے تاکہ اسے لوگوں کے لئے ایک نشان بنائیں اور اپنی طرف سے رحمت کا موجب بھی بنائیں اور یہ بات ہماری تقدیر میں طے ہو چکی ہے۔

پس او یرسل رسولاً فیوحی باذنہ ما یشآء کی عملاً یہ آیات

تفسیر القرآن بالقرآن ہی۔ پس تیسری قسم کی وحی آیت ماکان لبشر ان یکلمہ اللہ میں فرشتہ رسول کا بھیجا جانا اور اس کا خدا کے اذن سے بشر کو وحی الٰہی پہنچانا ہی مراد ہے۔

اب ہم دیکھیں گے کہ پرویز صاحب اس تفسیر القرآن بالقرآن کو کس طرح رد کر سکتے ہیں؟ جس کے رد کرنے سے خدا تعالیٰ پر حصریہ کلام ٹھیک طور پر نہ کر سکنے کا الزام عائد ہوتا ہے جیسے کہ پہلے بیان ہوا۔

قارئین کرام! بحث مندرجہ بالا سے بخوبی ثابت ہوا کہ وحی کا دروازہ از روئے قرآن کریم نہ پہلے بند تھا نہ اب بند ہے اور اس کے خلاف کوئی حکم امتناعی نہیں۔ پھر علاوہ اس منقولی بحث کے معقولی طور پر بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر وحی کا دروازہ بند مان لیا جائے تو خدا تعالیٰ کی صفتِ تکلم میں تعطل لازم آتا ہے اور اس بات پر کوئی دلیل قائم نہیں رہتی کہ قرآنِ مجید بھی خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ کیونکہ اسلام سے پہلے کے مذاہب اپنی اپنی مذہبی کتب پر خدا کا کلام بند مانتے ہیں۔ آریہ ویدوں کے بعد خدا کا کلام بند مانتے ہیں اور عیسائی حضرت عیسیٰؑ اور ان کے حواریوں کے بعد خدائی تکلم بند مانتے ہیں۔ مگر قرآن حکیم خدا تعالیٰ کی کسی صفت کا تعطل نہیں مانتا اور اولیائے امت کا ذاتی تجربہ جو مخاطبہ و مکالمہ الٰہیہ کے متعلق ہے ـــ وہ اسی کا عملی ثبوت ہے۔ پرویز صاحب کے نظریہ کو درست مان لیا جائے تو ان تمام اولیائے امت کی عزت خاک میں مل جاتی ہے جنہوں نے خدا سے ہمکلامی کا دعویٰ کیا اور وہ سب جھوٹے قرار پاتے

ہیں اور پرویز صاحب کے خیال کی رو سے اسلام بھی مُردہ مذاہب کی صف میں شامل ہو جاتا ہے حالانکہ اسلام زندہ مذہب ہے۔ اسلام کا خدا زندہ ، الحی القیوم ، اسلام کا نبی خاتم النبیین زندہ نبی ہے اسلام کی کتاب زندہ کتاب ہے۔ باقی تمام مذاہب مر چکے ہیں۔ اس کا ثبوت یہی ہے کہ اسلام کے خدا کی ہمکلامی جاری و ساری ہے اور امت مسلمہ میں بے شمار اولیا کا پیدا ہونا اور ان سے خدا کی ہمکلامی خدا کے کلام کے زندہ ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔

پرویز صاحب سے سوامی دیانند نے ایک سوال کیا ہے۔ پرویز صاحب کو اس سوال پر غور کر کے فیصلہ کرنا ہے کہ وہ اسلام کی خدمت کر رہے ہیں یا کہ دشمنی؟

"بھلا جب آج کل خدا کے فرشتے اور خدا کسی سے
باتیں کرنے نہیں آتے تو پہلے کیونکر آتے ہوں گے؟"
(ستیارتھ پرکاش ص ۶۸۹)

پرویز صاحب کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں لیکن قرآن جواب دیتا ہے۔ قرآن کریم کا جواب یہ ہے کہ:۔

"إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا
تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا
تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ
تُوعَدُونَ۔" (۴۱/۳۱)

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر مستقل
مزاجی سے اس عقیدہ پر قائم رہے ان پر فرشتے اُتریں گے
یہ کہتے ہوئے کہ ڈرو نہیں اور کسی پچھلی غلطی کا غم نہ کرو
اور اس جنت کے ملنے سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے
وعدہ کیا گیا تھا۔

قرآن کریم کی ان آیاتِ بیّنات کے ہوتے ہوئے پرویز صاحب کہاں کہاں تاویلات سے کام لیں گے اور کس کس آیتِ قرآنی سے انکار کی راہیں ڈھونڈیں گے؟ اس آیت مندرجہ بالا کی حقیقت سے بھی پرویز صاحب نے انکار کی راہ نکالنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"اس قسم کی آیات میں قرآن کریم غیر مرئی کیفیات کا
بیان کرتا ہے۔ ان سے ہمارے لئے اتنا ہی سمجھنا کافی ہے
کہ ایمان و استقامت کا نتیجہ خوف و حزن سے مامونیت
اور جنت کی زندگی ہے۔"

(ختمِ نبوت ص۲۳)

یہ تو ٹھیک ہے کہ ایمان و استقامت کا نتیجہ خوف و حزن سے مامونیت اور جنت کی زندگی ہے مگر اس آیت میں تو خوف و حزن سے مامونیت کا ذریعہ فرشتوں کے نازل ہو کر بشارت دینے سے متعلق قرار دیا گیا ہے اور اس طرح ان فرشتوں کے ذریعے جنت کی بشارت پانے کا ذکر ہے پرویز صاحب اس حقیقت کو محض لفظوں کے ہیر پھیر سے کیسے چھپا سکتے

ہیں۔ پس خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد اس آیت کی رُو سے مستقیم الاحوال مومنوں پر ملائکہ کا نزول بشارات کے ساتھ ثابت ہے اور روزِ روشن کی طرح ثابت ہے۔

پرویز صاحب! سب لوگ تو عربی زبان سے ناواقف نہیں کہ وہ آپ پر اعتماد کر کے آپ کی غلط تفسیر کو مان لیں گے۔ پس آپ کا یہ خیال باطل ہے کہ وحی صرف نبیوں پر ہی نازل ہوتی ہے۔ آپ تو خود بھی معارف القرآن میں غیر انبیاء پر ملائکہ کا نزول مان چکے ہوئے ہیں اور قرآن کریم کی آیات کی رُو سے مان چکے ہوئے ہیں لہٰذا آپ کا یہ عقیدہ پنپ نہیں سکتا کیونکہ یہ آپ کی سابقہ تفسیر آیات قرآنیہ کے بھی خلاف ہے۔ سنئے! آپ معارف القرآن جلد دوم ص۴۹ پر بشارتِ حضرت عیسیٰؑ کے عنوان کے تحت رقمطراز ہیں:۔

"بشارتِ حضرت عیسیٰؑ"

الٰہی بشارتوں میں حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کا بھی ذکر ہے۔ اذ
قالت الملٰئکۃ یٰمریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ
منہ اسمہ المسیح عیسی ابن مریم وجیھا فی
الدنیا والاٰخرۃ ومن المقربین ویکلم الناس فی
المھد وکھلا ومن الصّالحین۔ (۳/۴۵-۴۶) پھر
جب الیا ملائکہ فرشتوں نے کہا۔ اے مریم! اللہ تجھے اپنے کلام

کے ذریعے (ایک لڑکے) کی بشارت دیتا ہے۔ اس کا نام مسیح عیسیٰؑ ہوگا اور مریم کا بیٹا کہلائے گا۔ وہ دنیا و آخرت دونوں میں ارجمند ہو گا اور بچپنے میں اور بڑی عمر میں کلام کرے گا۔ نیز اللہ کے حضور مقرب اور اس کے بندوں میں سے ایک صالح انسان ہو گا۔"

(معارف القرآن جلد دوم ۱۴۹)

معارف القرآن کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ ختم نبوت کے متعلق کتاب لکھنے سے پہلے اس آیت کریمہ کے رُو سے پرویز صاحب کو ایک غیر نبی یعنی حضرت مریم علیہا السلام پر فرشتوں کا نزول اور مریم علیہا السلام سے ان فرشتوں کا ہمکلام ہونا اور انہیں خدا کی طرف سے لڑکے کے پیدا ہونے کی بشارت دینا مسلّم تھا۔ لہٰذا ان کا سارا یہ بیان غلط قرار پایا کہ خدا تعالیٰ ملائکہ کے ذریعہ صرف انبیاءؑ سے ہی ہمکلام ہوتا ہے نہ کہ غیر انبیاء سے بھی۔ چونکہ اب وہ ختم نبوت کے معنی ختم وحی سے کر غیر نبی پر وحی کا دروازہ بند قرار دینا چاہتے تھے اس لئے ان کا اپنا یہ بیان جو انھوں نے معارف القرآن میں دیا۔ ان کی نظروں سے اوجھل رہا اور اس بارہ میں انہیں ذہول لاحق ہو گیا کہ وہ پہلے کیا لکھ چکے ہیں۔ لیکن ان کے ہاتھوں سے سچا بیان پہلے لکھا جا چکا ہے کہ ایک غیر نبی پر وحی نازل ہوئی۔ اس لئے ان کا نیا بیان اس پہلے بیان کے بالمقابل مردود ہے کیونکہ ان کے پہلے بیان کی تائید حضرت مریم علیہا السلام سے

متعلقہ آیات قرآنیہ سے ہو رہی ہے اور انہیں آیات کی رو سے مسلّم رہا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام پر فرشتوں کا نزول ہوا اور انہوں نے اسے ایک لڑکے کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ اس سے ظاہر ہے کہ پرویز صاحب کا حالیہ بیان کہ وحی صرف نبی پر نازل ہوتی ہے غیر نبی پر نہیں۔ آیاتِ قرآنیہ کی رو سے اور ان کی اپنی تفسیر کے لحاظ سے بھی مردود ہے۔ اب ان کے لئے اس آیت کے معنوں میں ہیر پھیر کی کوئی گنجائش نہیں رہی اور ثابت ہو چکا ہے کہ وحی الٰہی غیر نبی کو بھی ہوتی رہی ہے نہ کہ صرف انبیاءؑ کو۔

پس پرویز صاحب کا یہ بیان ازروئے آیتِ قرآنیہ باطل قرار پایا کہ:-

"ختم نبوت کے بعد خدائی ہمکلامی کا دعویٰ بھی نبوت ہے خدا نے کسی غیر از نبی انسان کے متعلق یہ نہیں کہا کہ ہم اس سے کلام کرتے ہیں۔ لہٰذا قرآن کریم سے کشف یا الہام یا غیر از نبی سے ہمکلامی کی کوئی سند نہیں ملتی۔" (ختم نبوت ۵۹-۶۰)

اس بحث کو یہیں ختم کرتے ہوئے میں پھر کہوں گا کہ دیگر امتوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ اولیاء اللہ اس امت میں پیدا ہوئے ہیں اور وحی کا دروازہ بند نہیں ہے۔ مگر پرویز صاحب تو اب اصل اسلام کو پیش نہیں کر رہے۔ نیا دین ایجاد کر رہے ہیں کہ خدا غیر نبی سے ہمکلام نہیں

ہوتا اور جس قدر اولیاء اس امت میں گزرے ہیں جن سے خدا ہمکلام ہوا ان کو برخلاف اپنے پہلے مذہب کے منکرِ ختمِ نبوت جانتے ہیں اور یہ عقیدہ ظاہر کرتے ہیں کہ وحی حضرات انبیاء کرام تک محدود تھی اور حضور نبی اکرمؐ کی ذات پہ ختم ہو گئی۔ خدا سے کسی کو اب براہِ راست علم حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے ختمِ نبوت کے بعد خدا سے ہمکلامی کا دعویٰ بھی دعویٰ نبوت ہے۔ (ختمِ نبوت ص۵۹-۶۰)

اولیاء اللہ کے کشف و الہام کے عقیدہ امت کے متعلق لکھتے ہیں:—

"آپ نے غور کیا۔ اس عقیدہ سے ختمِ نبوت کی مہر کس طرح ٹوٹ گئی اور جس دروازے کو خدا نے بند کیا تھا وہ کس طرح چوپٹ کھل گیا۔"

(ختمِ نبوت ص۵۷)

وہ یہ بھی لکھتے ہیں:—

"اس ضابطہ اصول و اقدار احکام و قوانین کا نام قرآن مجید ہے۔ یعنی خدا کی آخری کتاب یا آخری وحی کا مجموعہ۔ لہٰذا اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ خدا نے میری طرف فلاں حکم بھیجا ہے تو وہ صاحبِ کتاب ہونے کا مدّعی ہے اور قرآن کی رو سے اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہے۔" (ختمِ نبوت۔ ص۱۲-۹۲)

مندرجہ بالا اقتباس میں "حکم" سے مراد اگر کوئی نئی شریعت کا حکم ہو تو یقیناً ایسا شخص صاحبِ کتاب نبی اور صاحبِ شریعت نبی ہونے کا مدعی ہے لہٰذا جھوٹا ہو گا۔ لیکن خدا کا کسی مومن بندے سے ہمکلام ہونا اور کسی امر کے متعلق اطلاع دینا یعنی پیشگوئی کے طور پر یا کسی قرآنی حکم کی خدا تعالیٰ کا اپنے فضل و کرم سے کسی مومن بندے پر وضاحت کر دینا۔ یہ تو ثابت شدہ امر ہے اور ان امور میں غیر از نبی یعنی مومن کامل کے ساتھ خدا کا یہی دستور رہا ہے۔ جس طرح گزشتہ صفحات میں غیر از نبی پر خدا کی وحی ثابت کی گئی ہے۔ اور علاوہ اس کے یہ بھی ہے کہ بقول پرویز صاحب قرآن کریم میں اصول بیان ہوتے ہیں۔ اس کی فروعات عقل سے اجتہاداً متعین کی جا سکتی ہیں اور اس سے قرآن آخری شریعت ہی رہتا ہے تو اگر الہاماً کسی مامور پر کسی مسئلہ کی وضاحت ہو جائے تو اس سے قرآن کریم کی آخری شریعت ہونے کی حیثیت پر کوئی زد نہیں پڑتی۔

پرویز صاحب درحقیقت سوائے اپنی ذات کے کسی کو مسلمان سمجھنے کے لئے تیار نہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ آیت خاتم النبیّین اور قرآن کریم کے نزول کے بعد جو بھی خدا سے بذریعہ وحی و الہام علم کا دعویٰ کرتا ہے وہ درحقیقت ختمِ نبوت کا منکر ہے۔ فلہٰذا جتنے اولیاء کرام اور اصفیاء عظام اسلام میں گزرے ہیں وہ بھی ختمِ نبوت کے منکر قرار پائے۔ ان اولیاء عظام نہیں گنائے جا سکتے۔ یہ تمام پرویز صاحب کے نزدیک ختمِ نبوت کے منکر ہیں لہٰذا یہ سب اولیاء خارج از اسلام قرار پاتے ہیں۔

پرویز صاحب اور بزرگانِ دین

قارئین کرام! وحی، الہام اور کشف ہی اسلام کے زندہ ہونے کی بلکہ خدا کے حی و قیوم ہونے کی ایک ایسی امتیازی حقیقت ہے جو دیگر کسی مذہب، کسی قوم میں نہیں پائی جاتی اور پرویز صاحب وحی، الہام وکشف کے خلاف جو نبرد آزمائی کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ بھی نہیں کہ اسلام اور اسلام کے خدا کو بھی دیگر مردہ مذاہب کی صف میں کھڑا کر دیں۔

ہم قرآنِ کریم سے مفصّل طور پر وحی۔ الہام اور کشف خدا کے فضل و کرم سے ثابت کر چکے ہیں۔ قرآن کریم کے ان ارشادات مذکورہ کی صحت خدائے بزرگ و برتر نے عملاً امتِ مسلمہ میں کثرت سے اولیاء اللہ پیدا کر کے ظاہر کر دی ہے جن کے خلاف پرویز صاحب کے مندرجہ ذیل ارشادات ملاحظہ فرمائیں:۔

"یاد رکھیے۔ کشف و الہام کا کوئی تصور قرآن میں نہیں دیا گیا۔ جہاں تک اولیاء اللہ کا تعلق ہے۔ قرآن ان کا کوئی علیٰحدہ الگ گروہ قرار نہیں دیتا۔ وہ ولی اللہ ہونا مومنین ہی کی ایک صفت قرار دیتا ہے۔ یعنی قرآن کے رُو سے ہر مومن ولی اللہ ہوتا ہے یہ اس قسم کے تمام [illegible] تصوّرات

علامہ اقبال کے الفاظ میں اسلام کی سرزمین میں ایک اجنبی پودا ہے۔"

(ختمِ نبوت ص۵)

پرویز صاحب شیخ اکبر محی الدین کی کتاب "فصوص الحکم" کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"اس میں الحاد و زندقہ کے سوا کچھ نہیں۔"

(ختمِ نبوت ص۸)

پرویز صاحب مزید لکھتے ہیں:۔

"آگے بڑھنے سے پہلے اتنا سمجھ لینا ضروری ہے کہ ظلّی اور بروزی، عکسی اور حلولی (حلولی پرویز صاحب اپنی طرف سے ایجاد کر رہے ہیں۔ ناقل) وغیرہ الفاظ یا اس قسم کے تصوّرات، نہ قرآن کریم میں ملتے ہیں نہ حدیث میں۔ نہ ہی صدرِ اوّل کے لٹریچر میں ان کا کہیں پتہ نشان ملتا ہے۔ یہ تمام تصوّرات مجوسیوں کے تھے ان سے ہمارے ہاں کے تصوّرات نے مستعار لیے۔"

(ختمِ نبوت ص۱۰۹)

یہ اور اسی قسم کے اور اسی مفہوم کے الفاظ پرویز صاحب کی دیگر تصانیف میں بکثرت موجود ہیں۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ پرویز صاحب کے نزدیک:۔

(۱) کشف و الہام کا تصور قرآنی نہیں ہے۔

(۲) اولیاء اللہ کا کوئی علیحدہ گروہ نہیں ہے۔

(۳) تمام وہ لوگ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں وہ اولیاء اللہ ہیں۔

(۴) تصوف یعنی تزکیہ نفس حاصل کر کے کامل مومن بننے کا تصور جس کے نتیجہ میں انسان اولیاء اللہ میں شامل ہوتا ہے ۔ قرآنی تصور نہیں ہے۔

(۵) جن بزرگانِ دین کو امتِ مسلمہ اولیاء اللہ کہتی ہے وہ ملحد اور زندیق ہیں اور ان کے ملفوظات ملحدانہ اور زندیقانہ ہیں۔

(۶) ظل، بروز، عکس کے تصورات غیروں یعنی مجوسیوں سے مستعار ہیں یعنی اولیاء اللہ نے مجوسیوں سے لئے ہیں یہاں تک کہ صدر اول میں بھی اس کا کوئی تصور نہیں ملتا۔

قارئین کرام! اب آگے دیکھئے کہ پرویز صاحب کے یہ تیر امتِ مسلمہ کے کس قسم کے ائمہ دین اور بزرگانِ دینِ متین پر پڑتے ہیں۔

تو سب سے پہلے میں پچھلے باب کے مندرجات کی طرف توجہ دلاتا ہوں جہاں یہ بات قرآن کریم سے ثابت کی گئی ہے کہ وحی۔ الہام وکشف غیر از انبیاء یعنی کامل مومنین کو بھی ہوتے ہیں اور جس کسی نے تزکیہ نفس کیا وہ خدا کا مقرب بندہ بن جاتا ہے۔ پرویز صاحب کے یہ تیر ان مقربین درگاہ الٰہی پر پڑتے ہیں جن کی بزرگی تمام اہلِ اسلام میں

چودہ سو سال سے مسلّم چلی آرہی ہے۔ چند ائمہ دین کے ملفوظات ملاحظہ ہوں:-

(۱) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنی صدی کے مجدد تھے فرماتے ہیں:-

"یُخْبِرُوْنَا فِیْ سَرَائِرِنَا مَعَانِیَ کَلَامِهٖ وَکَلَامِ رَسُوْلِهٖ وَصَاحِبُ هٰذَا الْمَقَامِ مِنْ اَنْبِیَآءِ الْاَوْلِیَآءِ۔" (الیواقیت والجواھر)

یعنی اللہ ہمارے باطن میں ہمیں اپنے کلام اور اپنے رسول کے کلام سے آگاہ کرتا رہتا ہے اور یہ مقام رکھنے والا شخص انبیاءُ الاولیاء میں سے ہوتا ہے یعنی نبی الولی کا مقام پاتا ہے۔

پرویز صاحب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس تصور اور بیان کردہ حقیقت سے قطعی طور پر منکر ہیں اور اس کو مجوسیت کہتے ہیں۔

(۲) حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

"اِنَّ کَلَامَ اللّٰهِ قَدْ یَکُوْنُ شِفَاهًا وَ ذٰلِکَ لِاَفْرَادٍ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ وَقَدْ یَکُوْنُ لِبَعْضِ الْکُمَّلِ مِنْ مُتَابِعِیْهِمْ وَاِذَا کَثُرَ هٰذَا الْقِسْمُ مَعَ وَاحِدٍ مِنْهُمْ سُمِّیَ مُحَدَّثًا۔" (مکتوبات مجدد الف ثانی جلد ۲ مکتوب ۵۱)

یعنی اللہ تعالیٰ کبھی اپنے بندوں سے بالمشافہ کلام کرتا ہے

اور یہ لوگ انبیاء ہوتے ہیں اور کبھی انبیاء علیہم السلام کے بعض کامل متبعین سے بھی اسی طرح کلام کرتا ہے اور جب انبیاء کے کسی کامل متبع سے خدا تعالیٰ اس قسم کا کلام بکثرت کرتا ہے تو اس کا نام محدَّث یعنی مکلّم من اللہ رکھا جاتا ہے۔

پھر مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

"ہمچنانکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام آں علم را از وحی حاصل می کرد۔ ایں بزرگواران بطریقِ الہام و وحی علوم را از اصل اخذ می کنند۔ علماء ایں علوم را از شرائع اخذ کردہ بہ طریقِ اجمال آوردہ اند۔ ہماں علوم چنانکہ انبیاء علیہم السلام را حاصل بود۔ تفصیلاً وکشفاً ایشاں را۔ نیز بہماں وجہ حاصل میشود۔ فرقِ اصالت وتبعیت درمیان است۔ بہ ایں قسم کمال اولیاء کمّل بعضی از ایشاں از قرونِ متطاولہ وازمنۂ متباعدہ انتخاب می فرمائند۔" (مکتوبات جلد ا صد٥٥)

ترجمہ: جیسے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم وہ علوم وحی سے حاصل کرتے تھے۔ یہ بزرگوار الہام کے ذریعہ وہی علوم اصل یعنی خدا تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں اور عام علماء ان علوم کو شریعتوں سے اخذ کر کے بطریقِ اجمال

پیش کرتے ہیں۔ وہی علوم جس طرح انبیاء کو تفصیلاً و کشفاً حاصل ہوتے ہیں۔ ان بزرگوں کو بھی انہی طریقوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ دونوں کے علوم کے درمیان صرف اصالت و تبعیت یعنی اصل اور ظل کا فرق ہوتا ہے۔ ایسے باکمال اولیاء میں سے بعض کو صدیوں اور لمبا زمانہ گزرنے پر انتخاب کیا جاتا ہے۔

(۳) حضرت سید اسماعیل صاحب شہیدؒ اپنی کتاب "منصب امامت" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"باید دانست از آں جملہ الہام است ہمیں الہام کہ بانبیاء ثابت است۔ آں را وحی گویند واگر بغیر ایشاں ثابت می شود اورا تحدیث می گویند و گاہے در کتاب اللہ مطلق الہام۔ خواہ بانبیاء ثابت می شود خواہ باولیاء وحی مے نامند"

("منصب امامت" صد۲۱)

ترجمہ: خدا تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک الہام بھی ہے یہ الہام جو انبیاء کو ہوتا ہے اسے وحی کہتے ہیں اور جو انبیاء کے علاوہ دوسروں کو ہوتا ہے اس کو تحدیث کہتے ہیں۔ کبھی مطلق الہام کو خواہ انبیاء کو ہو یا اولیاء کو قرآنِ مجید کی رو سے وحی کہتے ہیں

حضرت شاہ ولی اللہؒ مجدد صدی دوازدہم عکس وظلیت کے
بھی قائل ہیں اور بروز کے بھی۔ جس پر ان کی تصانیف "الخیر
الکثیر" اور "تفہیماتِ الٰہیہ" روشن گواہ ہیں۔ وہ امام مہدی علیہ
السلام کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی بروز اور مسیح
موعودؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس قرار دیتے ہیں۔
(تفہیمات جلد ۲ ص ۹۷ و الخیر الکثیر ص ۲ ۔ مطبوعہ بجنور)

قارئین کرام انصاف فرمائیں کہ الہام وکشف کا نزول اور
ظل وعکس اور بروز کے پایا جانے کو ہم ان بزرگوں کی تحریرات
کے مطابق اسلامی عقیدہ قرار دیں یا بقول پرویز صاحب مجوسیوں
کا عقیدہ؟

پرویز صاحب نے کتاب ہذا زیر نظر نام کے لحاظ سے حیات
احمدیہ کے خلاف لکھی ہے لیکن حقیقتاً یہ کتاب قرآن کے خلاف
نبی اکرم صلی اللہ علیہ کے خلاف اور تمام اہل اسلام کے خلاف ہے۔
اب میں بعض الہامات بھی درج کرتا ہوں جو نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعد حضورؐ کے کامل متبعین کو صدر اول میں ہوئے ہیں
سب سے پہلے سیدنا ابوبکر الصدیق خلیفۃ الرسول رضی اللہ
عنہ کا الہام ملاحظہ ہو:-

(۱) "کَانَتْ لِاَبِیْ بَکْرؓ جَارِیَۃٌ حُبْلٰی فَقَالَ اُلْقِیَ
فِیْ رُوْعِیْ اَنَّھَا اُنْثٰی وَ وَلَدَتْ اُنْثٰی"
(کتاب اللمع لابی نصر عبد اللہ علی السراج الطوسی باب ذکر ابی بکر الصدیقؓ ص ۱۲۳)

ترجمہ: حضرت ابوبکرؓ کی لونڈی حاملہ تھی۔ فرماتے ہیں۔
مجھے الہام ہوا کہ حمل میں لڑکی ہوگی۔ تو اس نے
لڑکی جنی۔

حضرت عمرؓ بن خطاب:

"حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو ایرانیوں سے
جنگ کے دوران جو تحریری فرمان بھجوایا۔ اس میں یہ
درج تھا کہ مجھے القاء ہوا ہے کہ تمہارے مقابلہ میں
دشمن کو شکست ہوگی۔"
(الوثائق العباسیہ مرتبہ ڈاکٹر حمید اللہ حیدرآبادی فرمان بنام سعد بن ابی وقاصؓ ص ۳۴)

حضرت علیؓ:

(۱) "کَانَ عَلِیٌّؓ وَالْفَضْلُؓ یَغْسِلَانِ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنُوْدِیَ عَلِیٌّؓ اِرْفَعْ طَرْفَکَ
اِلَی السَّمَآءِ"
(الخصائص الکبریٰ للسیوطی۔ جلد ۲ ص ۲۷۶)

ترجمہ: حضرت علیؓ اور الفضلؓ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو غسل دے رہے تھے تو حضرت علیؓ کو آواز آئی
کہ اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھا۔

حضرت علیؓ مع دیگر صحابہؓ:

(ب) "عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ لَمَّا اَرَادُوْا غُسْلَ النَّبِیِّ

صلى الله عليه وسلم قالوا والله لا ندري
أنجرد رسول الله عن ثيابه كما نجرد الموتى
أم نغسله وعليه ثيابه فلما اختلفوا ألقى
الله عليهم النوم حتى ما منهم رجل إلا
وذقنه في صدره ثم كلمهم مكلم
من ناحية البيت لا يدرون من هو أن
اغسلوا النبي صلى الله عليه وسلم وعليه
ثيابه "

(الخصائص الکبریٰ للسیوطی جلد ۲ ص۲۷۵)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی سے روایت ہے انھوں نے کہا جب صحابہ رضی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا۔ تو کہنے لگے خدا کی قسم ہم نہیں جانتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے اتارے جائیں جیسا ہم مُردوں کے کپڑے اتار لیتے ہیں۔ یا آپ کو کپڑوں ہی میں غسل دیں۔ پس جب انہوں نے اختلاف کیا تو خدا نے سب پر نیند طاری کر دی یہاں تک کہ ان میں سے کوئی آدمی نہ رہا مگر اس کی ٹھوڑی اس کے سینے کو جا لگی۔ پھر ان سے ایک کلام کرنے والے نے گھر کے ایک طرف سے کلام کی۔ صحابہ نے نہ جانا کہ وہ کون ہے اس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت

غسل دو۔

اسی طرح اس روایت کی تخریج کی ابوداؤد، الحاکم و بیہقی، اور ابوالفتح نے اسے صحیح قرار دیا ہے)

حضرت ابی بن کعب رضی:

"عن أنس قال أبي بن كعب لأدخلن المسجد
فلأصلين ولأحمدن الله تعالى بمحامد
لم يحمده بها أحد فلما صلى وجلس يحمد الله
تعالى ويثني عليه إذا هو بصوت عال من
خلفه يقول اللهم لك الحمد كله ولك
الملك كله بيدك الخير كله وإليك يرجع الأمر
كله علانيةً وسرًّا لك الحمد إنك على كل
شيء قدير۔ اغفر لي ما مضى من ذنوبي و
اعصمني فيما بقي من عمري وارزقني أعمالا
زاكية ترضى بها مني وتب علي۔ فأتى رسول
الله فقص عليه فقال جبريل عليه السلام"

(روح المعانی جلد ۲ ص۶۴ زیر تفسیر "خاتم النبیین")

ترجمہ: حضرت انس رضی سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ مجھے ابی ابن کعب رضی نے کہا کہ میں مسجد میں ضرور داخل ہوں گا پھر ضرور نماز پڑھوں گا۔ اور ضرور اللہ تعالیٰ کی ایسے محامد

سے حمد کروں گا کہ کسی نے اس کی حمد نہ کی ہو۔ جب انہوں نے نماز پڑھی اور خدا کی حمد کے لئے بیٹھ گئے تو ناگاہ انہوں نے پیچھے سے ایک شخص کو بلند آواز سے یہ کہتے سنا۔ اے اللہ سب حمد تیرے لئے ہے۔ ملک تیرا ہے۔ سب بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ سب امور کا مرجع تو ہے۔ خواہ وہ امور ظاہری ہوں یا باطنی۔ حمد تیرے لئے ہی ہے بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔ میرے گزشتہ گناہوں کو معاف کر دے۔ اور مجھے باقی عمر محفوظ رکھ اور مجھے ایسے پاکیزہ اعمال کی توفیق دے کہ تو ان کے ذریعہ مجھ سے راضی ہو جائے۔ مجھ پر رحمت سے رجوع کر۔ پھر ابی بن کعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔

عبداللہؓ بن زید بن عبدربہ :

"حضرت عبداللہ بن زیدؓ کو رؤیا میں اذان سکھائی گئی
اسی طرح حضرت عمرؓ کو بھی۔"

(مشکوٰۃ۔ باب الاذان)

قارئین کرام! بطور نمونہ الہامات مندرجہ بالا جو صحابہؓ کرام اور بعض اولیائے امتؒ کو ہوئے۔ پیش کئے گئے ہیں ورنہ ایسے الہامات اولیاء امت

مسلمہ کے اتنے کثیر ہیں جن کی تعداد شمار میں نہیں آسکتی۔

میں نے قرآن کریم سے ہی وحی والہام غیر از انبیاء کے لئے ثابت کر دیا ہے۔ یہ نمونے صرف عام مسلمانوں کی خاطر پیش خدمت ہیں تا وہ اندازہ لگائیں کہ پرویز صاحب کس قسم کے مسلمان ہیں اور دنیا کے سامنے کون سا اسلام پیش کرتے ہیں اور کیا انہوں نے جماعتِ احمدیہ کے خلاف یہ کتاب لکھی ہے یا سرے سے دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف؟

ہر نبی صاحب کتاب جدید نہیں ہوتا

ہمارے نزدیک ہر نبی یا رسول صاحب کتاب بمعنی شریعت جدیدہ لانے والا نہیں ہوتا مگر پرویز صاحب فرماتے ہیں :-

"اس اعتبار سے جس منتخب برگزیدہ (یعنی نبی) کو وحی
ملتی تھی اُسے خدا کی طرف سے کتاب ملتی تھی۔ لہٰذا
ہر صاحب وحی صاحب کتاب ہوتا تھا۔ یہ سمجھنا یا کہنا
قرآن سے بیگانگی کی دلیل ہے کہ فلاں نبی کو وحی ملی تھی
لیکن کتاب نہیں ملی تھی۔"

(ختم نبوت صـ۶۱)

پرویز صاحب کی یہ بات خود ان کی قرآن کریم سے بیگانگی اور لاعلمی کی دلیل ہے۔ پرویز صاحب نے قرآن کی آیات کو سمجھا ہی نہیں۔
در اصل قرآن کریم میں الکتاب سے مراد شریعت

جدیدہ بھی ہے اور شریعت سابقہ کی تفہیم بھی جو کسی اور
نبی کے ذریعہ ہو پھر جو نبی اور رسول ایک الگ امت بناتا ہے
عرفاً اسی کو صاحب الکتاب یا تشریعی نبی کہتے ہیں۔ اور جس نبی کو شریعت کے
احکام جدیدہ نہ دیئے گئے ہوں۔ بلکہ اسے مناجات، بشارات اور
پیشگوئیاں اور دعائیں وحی کی گئی ہوں۔ وہ عرفاً صاحب الکتاب نبی ہونا
خواہ اس کو بطور بیان شریعت کے اپنے متبوع نبی کے بعض احکام دوبارہ وحی
ہوچکے ہوں اسلئے وہ غیر تشریعی نبی کہلاتا ہے۔ بیشک کتاب کے لغوی
معنوں کے پیش نظر یہ نبی اور رسول بھی صاحب الکتاب کہلائے جا سکتے
ہیں لیکن عرف کی رو سے یہ نبی صاحب الکتاب نہیں کہلائے گا۔
مثلاً بائیبل کو دیکھیں۔ اس میں آپ کو بعض انبیاء کی ایسی کتابیں بھی ملیں
گی جو احکام جدیدہ سے خالی ہیں مثلاً داؤدؑ کی کتاب، سلیمانؑ کی
کتاب وغیرہ۔ یہ انبیاء غیر تشریعی نبی کہلاتے ہیں۔ ایسے انبیاء بیان شریعت
اور تجدید دین کا کام خدا تعالیٰ سے وحی والہام پاکر کرتے تھے۔ جیسا کہ
حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام وغیرہ بھی غیر
تشریعی نبی اور رسول تھے۔ اور موسوی دین کی تجدید کے لئے مامور ہوئے تھے
بے شک کوئی نبی ایسا نہیں ہوتا جس کو وحی نہ ہوتی ہو لیکن ہر صاحب وحی
نبی یا رسول کو صاحب کتاب یعنی صاحب شریعت جدیدہ کہنا اصطلاح
اہل اسلام میں صحیح نہیں۔ قرآن کریم میں صاف طور پر ارشاد ہے:۔
"وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً۔" (سورۃ ھود)

کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے موسیٰ کی
کتاب امام و رحمت تھی۔
حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد صدہا نبی آئے مگر انہیں صاحب کتاب
اصطلاحاً قرار نہیں دیا گیا۔
پھر قرآن مجید میں ہے:۔
"إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ
بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا" (۵/۴۴)
(ترجمہ) ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور تھا اس
کے ذریعے انبیاء جو فرمانبردار تھے یہودیوں کے درمیان
فیصلے کیا کرتے تھے۔
دوسری آیت "وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى
لِبَنِي إِسْرَائِيلَ۔" (بنی اسرائیل: ۳) سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے
لئے موسیٰؑ کی کتاب ہی اصل ہدایت تھی۔
پس دونوں آیات سے صاف ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل میں بعض
انبیاء ایسے تھے جو خود صاحب شریعت نہیں تھے۔ صاحب شریعت حضرت
موسیٰ علیہ السلام ہی تھے۔ جن پر تورات نامی کتاب نازل ہوئی تھی اور
انہیں سے یہودی امت کی ابتداء ہوئی۔
پرویز صاحب اس نص صریح کے متعلق اپنی کتاب زیر نظر کے صفحہ ۲۲۸
پر آیت کریمہ مذکورہ نقل کر کے لکھتے ہیں:۔

"ان کی غلط فہمی یہ ہے کہ یہ تورات کو حضرت موسیٰؑ کی
کتاب قرار دیتے ہیں۔ قرآن کریم نے کہیں بھی تورات کو
حضرت موسیٰؑ کی کتاب نہیں کہا جیسا کہ...... معلوم
ہے۔ جسے بائبل کہا جاتا ہے اس کے دو حصے ہیں۔ عہد
جدید اور عہد عتیق۔ عہد جدید حضرت عیسیٰ کی (مبینہ)
تعلیمات پر مشتمل ہے اور عہد عتیق مختلف انبیاء بنی اسرائیل
کی کتابوں کا مجموعہ ہے جن میں حضرت موسیٰؑ کے صرف پانچ
صحیفے ہیں۔ قرآن کریم اس مجموعے (عہد عتیق) کو تورات
کہہ کر پکارتا ہے۔"

پرویز صاحب کا کتنا بڑا دعویٰ ہے کہ میں ہر مسئلہ قرآن کریم کی
روشنی میں حل کرتا ہوں لیکن وہ عملاً اس پر پورے نہیں اترتے۔ پرویز صاحب
دعویٰ کرتے ہیں کہ:۔

"قرآن کریم نے کہیں بھی توریت کو موسیٰؑ کی کتاب نہیں کہا"

لیکن اس کا ان کے پاس کیا ثبوت ہے کہ قرآن کریم عہد عتیق کو تورات
کا نام دیتا ہے۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ!

سنیئے! قرآن مجید میں التورات والی آیت کے ذکر کے بعد جس سے
بہت سے انبیاء یہودیوں کو فیصلے دیتے تھے اللہ نے فرمایا ہے:۔

"وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ
بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ

وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ۔"

(المائدہ: ۴۵/۵)

کہ ہم نے اس تورات میں ان (یہود) پر فرض کیا تھا جان کے
بدلے میں جان۔ اور آنکھ کے بدلے میں آنکھ اور ناک کے
بدلے میں ناک اور دانت کے بدلے میں دانت نیز زخموں
کے بدلے میں زخم۔ برابر کا بدلہ ہیں

اب یہ احکام احبار باب ۲۴ میں ملتے ہیں جو موسیٰؑ کا صحیفہ ہے۔ ماسوا اس
کے قرآن مجید میں ہے:۔

"وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي
إِسْرَائِيلَ أَلَّا تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِي وَكِيلًا۔"

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲)

ترجمہ۔ اور ہم نے موسیٰؑ کو الکتاب (تورات) دی تھی اور اس کو ہم
نے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنایا تھا (اور اس
میں انہیں حکم دیا تھا) کہ تم میرے سوا کسی کو اپنا کارساز
نہ ٹھہراؤ۔

اس آیت کریمہ اور ہمچو دیگر آیات ہائے قرآنیہ میں موسیٰؑ کو "الکتاب" کے
دیئے جانے کا ذکر موجود ہے۔ عربی کی معمولی شدھ بدھ رکھنے والا بھی سمجھ
سکتا ہے کہ یہاں "الکتاب" سے کوئی خاص کتاب مراد ہے کیونکہ کتاب
پر "الف لام" عہد خارجی داخل ہے۔ لہٰذا "الکتاب" کو ایک متعارف

شے ہونا چاہیئے اسی الکتاب کو دوسری جگہ پر "التوراۃ" کا نام دیا گیا ہے پس ثابت ہوا کہ موسیٰ کو جو "الکتاب" کے دیئے جانے کا ذکر ہے اس سے مراد تورات ہی ہے کیونکہ اسی میں زیر بحث آیت میں قصاص کا حکم موجود ہے۔

بہر حال "الف لام عہدِ خارجی" جس اسم نکرہ پر داخل ہوتا ہے اس کا مدلول متعارف ہوتا ہے۔ اس وقت اس مدلول کے علم کی ضرورت نہیں رہتی۔ موسیٰؑ کی الکتاب کے ذکر سے معاً ذہن میں توریت مستحضر ہو جاتی ہے۔ اس لئے جب یہ کہا جائے کہ ہم نے موسیٰؑ کو الکتاب دی تھی تو معاً تورات مستحضر ہو جاتی ہے اور جب "التوراۃ" کہا جاتا ہے تو ذہن میں معاً موسیٰؑ کی کتابِ شریعت مستحضر ہو جاتی ہے۔

اس قسم کی مثالیں کثرت سے قرآن کریم میں ہی موجود ہیں۔ ایک مثال پیشِ خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ
الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ"

(توبۃ - آیت ۴۰)

ترجمہ: اگر تم اس رسولؐ کی مدد نہ کرو تو یاد رکھو کہ اللہ اس کی اس وقت بھی مدد کر چکا ہے جبکہ کافروں نے دو۲ میں سے ایک کی صورت میں اُسے نکال دیا تھا جبکہ وہ دونوں ساتھی غار (یعنی غارِ ثور) میں تھے۔

اس آیت میں "الغار" آیا ہے اور غار بہت سارے ہو سکتے ہیں

لیکن "الغار" سے معہود خارجی یعنی مخصوص طور پر "غارِ ثور" مراد ہے اور "الغار" کے لفظ کو سننے والے کے ذہن میں جو تاریخ نبویؐ سے واقف ہو فوراً "غارِ ثور" مستحضر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح "وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ" میں "الکتاب" کہنے سے ہر ایک کے ذہن میں مخصوص طور پر موسیٰؑ پر نازل شدہ کتاب تورات مستحضر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح آیت کریمہ "إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ" میں وہ کتاب شریعت مراد ہے جو موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی۔

پرویز صاحب خود بھی آیت مذکورہ میں "الغار" سے "غارِ ثور" ہی مراد لے چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

"یہ ۲۷ صفر ۱۳ ؁ھ نبوت (مطابق ۱۲ ستمبر ۶۲۱ ؁ء) کا واقعہ ہے۔ مکہ سے دائیں جانب تین چار میل کے فاصلہ پر پہاڑ کی ایک چوٹی کے اوپر ایک غار ہے (جسے غارِ ثور کہتے ہیں) حضورؐ اور حضرت ابو بکرؓ صبح سے پہلے اس غار میں جا چھپے۔"

(معارف القرآن جلد چہارم ص ۲۷۴)

مگر پرویز صاحب سے سوال ہے کہ یہاں انہوں نے غار سے مراد غارِ ثور کیوں لیا؟ کیا اس کی وجہ وہی نہیں جو ذکر کی گئی ہے یعنی یہ کہ اس واقعہ ہجرتِ نبویؐ کے سلسلہ میں قرآن کریم میں جو "الغار" استعمال ہوا ہے بوجہ "الف لام" "عہدِ خارجی" کے آپ کے ذہن میں وہ متعارف غار تھی جس کو غارِ ثور کہتے ہیں۔

اس کے علاوہ معارف القرآن کے اسی صفحہ کے حاشیہ میں آیت قرآنیہ نقل کر کے "غار ثور" ترجمہ لفظی کے طور پر خطوط وحدانی میں لکھ دیا ہے۔

بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر نبی یا رسول صاحب الکتاب یعنی صاحب شریعت جدیدہ نہیں ہوتا رہا۔ غیر تشریعی نبی اور رسول بھی ہوئے ہیں جن کا یہ کام ہوتا ہے کہ تبشیر و انذار کریں اور کتاب اللہ کی حفاظت کریں اور اس کے منجانب اللہ ہونے کی گواہی دیں۔ نئی کتاب تب آتی ہے جب پہلی کتاب زمانہ کی ضرورت کے لئے ناکافی ہو جائے یا اس میں تحریف ہو چکی ہو۔ پرویز صاحب کا یہ کہنا یا یہ خیال کہ تورات کا لفظ جو قرآن میں آیا ہے۔ بائبل کے مترادف ہے۔ بالکل غلط ہے ہمیں اس سے انکار ہے وہ اپنے دعویٰ کا ثبوت دیں مگر وہ ہرگز قرآن کریم سے یہ امر ثابت نہیں کر سکتے پس تورات خاص ان صحیفوں کو ہی کہتے ہیں جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئے جو شریعت (قانون) موسویؑ پر مشتمل تھے۔ البتہ عیسائی لوگ موسیٰؑ کے بعد کے انبیاءؑ کے غیر تشریعی صحف بشمول توریت موسیٰؑ کو عہد عتیق کہتے ہیں اور ان کے بالمقابل اناجیل اور خطوط کو وہ عہد نامہ جدید کہتے ہیں۔ یہ عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید عیسائیوں کی اصطلاحیں ہیں نہ کہ قرآن کی اصطلاحیں۔

علاوہ اس کے پرویز صاحب کی کتاب معارف القرآن کے ملاحظہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کی کتاب وہی ہے جو موسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"تورات میں انبیاء کرام کی طرف منسوب کردہ کتابیں شامل ہیں اس مجموعہ میں (۳۹) کتابیں ہیں۔ جنہیں علماء یہود ذیل کے تین سلسلوں میں تقسیم کرتے ہیں:۔

(۱) سلسلہ اول۔ تورات (یا قانون) اس میں پانچ کتابیں (اسفار) شامل ہیں۔ جنہیں کتب موسیٰؑ کہا جاتا ہے۔ پیدائش، خروج، احبار، گنتی، استثناء

(۲) سلسلہ دوم۔ نبیم۔ اس میں بڑی چھوٹی بائیس کتابیں شامل ہیں۔

(۳) سلسلہ سوم کتبیم۔ اس میں بارہ کتابیں شامل ہیں۔ زبور اسی سلسلہ کی کتاب ہے۔"

(معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۸)

مندرجہ بالا پرویز صاحب کی تحقیق کی رو سے سلسلہ اوّل میں تورات کو مترادف قانون لکھا ہے اور اسی کو شریعت کہتے ہیں اور اسی کو کتب موسیٰؑ حسب تحریر پرویز صاحب مندرجہ بالا کہتے ہیں۔ پس یا یہی قانون شریعت موسیٰؑ کے پانچ صحیفے ہی قرار پائے۔ جب تورات کے معنی ہی قانون کے ہیں اور قانون موسیٰؑ کے صحیفوں میں ہے تو صاف ظاہر ہے تورات موسیٰؑ کی شریعت کا نام ہے۔

کتب لغت کی رو سے "تورات" موسیٰؑ کی کتاب بشمول دیگر معانی کے درج ہے۔ خود پرویز صاحب کی کتاب لغات القرآن میں ملاحظہ ہو:۔

"توراۃ: لیکن اصل وہی ہے جو صاحب محیط نے لکھا ہے کہ یہ توراہ کا معرب ہے جو عبرانی لفظ ہے اور جس کے معنی شریعت اور حکم کے ہیں۔ اس کی جمع توراث ہے یعنی احکام و شرائع۔

(لغات القرآن جلد اوّل)

پرویز صاحب کے ان دونوں کتابوں کے اقتباسات سے بھی ثابت ہوا کہ شریعت کی کتاب مشتمل بر پانچ صحف موسیٰ "توراۃ" کہلاتی ہے بہرحال لغوی اور تاریخی واقعات سے بھی ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے لئے توریت ہی شریعت کی کتاب تھی جو موسیٰؑ پر نازل شدہ تھی۔ کیونکہ بنی اسرائیل کے لئے قانون کی کتابیں موسیٰ کے یہی پانچ صحیفے ہیں۔ پس انہیں کے مطابق قرآنی بیان کی رو سے انبیاء یہود کے لئے فیصلے کرتے تھے جس سے ان کا غیر تشریعی انبیاء ہونا ظاہر ہے اور ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ میں الکتاب موسیٰؑ کی شریعت تھی۔ اسی کا نام التوراۃ رکھا گیا ہے۔ لہٰذا توراۃ اور موسیٰؑ کی کتاب ایک ہی شئے ہونا ثابت ہو گیا۔ بالخصوص اس وجہ سے کہ کتب موسیٰؑ کو "الکتاب" کہہ کر خدا نے اسے تَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ قرار دیا ہے پس بنی اسرائیل کے لئے یہ کامل کتاب تھی۔ لہٰذا بنی اسرائیل کے لئے ایسی مفصل کتاب کے بعد کسی نئی الکتاب کی ضرورت نہ تھی۔ باوجود موسیٰ کی کتاب کے بنی اسرائیل کے لئے کامل اور مفصل ہونے کے ان میں پے در پے انبیاء آتے رہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ آتَيْنَا

مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ ۲/۸۸ ۔ (ترجمہ: کہ ہم نے موسیٰؑ کو الکتاب دی۔ اور اس کے بعد ہم نے پے در پے تابع رسول بھیجے) لہٰذا یہ رسول اور نبی حُکم بالتوراۃ تھے لیکن تھے غیر تشریعی نبی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مفصل اور کامل کتاب کے بعد بھی انبیاء آ سکتے ہیں۔ جبکہ وحی مشتمل بر امور غیبیہ ہوتی تھی جو اپنی کیفیت اور کمیت میں اس معیار پر ہوتی تھی جو نبی کا نام خدا سے پانے کے لئے عند اللہ مقرر ہے۔ اور یہ اخبار غیبیہ پوری ہو کر خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس شریعت کے منجانب اللہ ہونے پر گواہ ہوتی تھی جس کا وہ دور تھا۔

پس جب موسیٰ پر الکتاب نازل ہوئی اسے خدا تعالیٰ نے تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ ۶/۱۵۵ قرار دیا کہ یہ کتاب بنی اسرائیل کے لئے نعمت کو پورا کرنے والی اور اپنی ذات میں مفصل بھی تھی تو صاف ظاہر ہوا کہ موسیٰؑ کے بعد آنے والے انبیاء و رسل کوئی جدید الکتاب نہیں لائے بلکہ انہیں موسیٰؑ کی لائی ہوئی الکتاب کا ہی صحیح علم دیا جاتا تھا۔ یہاں تک ثابت ہوا کہ ہر نبی صاحب کتاب جدید نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف پرویز صاحب اپنا خیال کہ ہر نبی اور رسول الگ الگ الکتاب لاتا ہے۔ قرآن کی دو آیات کی غلط تفسیر کر کے نکالنا چاہتے ہیں جو یہ ہیں:

(۱) فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ

ترجمہ: خدا نے انبیاء کو مبعوث فرمایا جو مبشر اور منذر تھے اور ان سب کے ساتھ کتابیں نازل کیں۔

(۲) لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ۔ (۵۷/۲۵)

ترجمہ: ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیجا اور ان سب کے ساتھ کتابیں نازل کیں۔ (ختم نبوت ص۶۵)

ان ہر دو آیات کے اپنے ترجمہ سے پرویز صاحب ایک تو یہ چاہتے ہیں کہ ثابت کریں کہ نبی اور رسول میں فرق تسلیم نہیں کرتے جو نبی ہوتا ہے وہ رسول بھی ہوتا ہے جو رسول ہوتا ہے وہ نبی ہوتا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں کہ ہر نبی کو کتاب دی جاتی ہے اور رسول کو نہیں، جب نبی اور رسول میں فرق نہیں۔ تو اس امتیاز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ پرویز صاحب جو ان دونوں آیات سے استدلال ہے کہ ہر نبی یا رسول کو الگ الگ کتابیں دی جاتی ہیں یہ بات صریحاً غلط ہے۔ ان آیات میں لفظ الکتاب وارد ہے۔ مگر تحریف معنوی کرتے ہوئے پرویز صاحب اس کا ترجمہ کتابیں کر لیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہاں نبیوں، رسولوں، کا گروہ بیان کر کے ان کے ساتھ الکتاب نازل ہونے کا ذکر ہے۔ نہ کہ "الکتاب" نازل ہونیکا کتابیں درست ترجمہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک نبی جو دور کا پہلا نبی ہوتا ہے اس پر الکتاب اترتی ہے اور بعد والے انبیاء پر اس کی تفہیم اور اس کا صحیح علم۔

موسیٰؑ کے بعد کئی انبیاءؑ بیک وقت مامور ہوتے تھے۔ یا یکے بعد دیگرے

پہلے دور پے۔ تو کیا ہر نبی کی علیحدہ کتاب شریعت ہوتی تھی۔ موسیٰؑ کی موجودگی میں آپ کے بھائی ہارونؑ بھی نبی تھے۔ کیا ان کو علیحدہ کتاب دی گئی تھی، یا کیا ان پر بھی انہیں الفاظ میں توریت نازل ہوتی تھی۔ موسیٰؑ تو کوہ طور پر جا کر کچھ احکام خدا سے لے آئے۔ حالانکہ ان کے ساتھ ہارونؑ نہیں تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ الکتاب صرف ایک نبی کو دی جاتی ہے اور وہ اس دور کے تمام انبیاء کی الکتاب کہلاتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ دونوں کے متعلق قرآن کریم میں آتا ہے:۔

وَآتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ۔ ([illegible])

ترجمہ: اور ہم نے ان دونوں کو (موسیٰؑ اور ہارونؑ) کو ایک کامل کتاب دی جو تمام احکام کو کھول کھول کر بیان کرتی تھی۔

پس یہ الکتاب نہ صرف ہارونؑ اور دیگر مابعد انبیاء کے لئے تھی بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک تمام بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّرَحْمَةً۔ ([illegible])

پس ان دونوں آیات کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء و رسل مبشرین و منذرین ہوتے تھے اور انہیں خدا کی طرف سے الکتاب یعنی شریعت کا علم ضرور دیا جاتا تھا نہ یہ کہ ہر نبی پر شریعت جدیدہ مشتمل بر احکام جدیدہ نازل ہوتی تھی۔ ان آیات میں انبیاء و رسل کے عمومی ذکر میں الکتاب نازل ہونے کا ذکر ہے

نہ کہ ہر نبی پر جدید کتاب شریعت نازل ہونے کا ذکر۔ پس ہر شریعت کا ایک دور ہوتا ہے اس دور کے پہلے نبی کو الکتاب یا شریعت دی جاتی ہے اور مابعد کے انبیاء اسی کتاب کے حامل ہو کر الٰہی علم کی روشنی میں اس الکتاب کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔ ان آیات کے یہ معنی بھی ہیں کہ ہر دور کے اوّل نبی پر شریعت براہِ راست نازل ہوئی اور بعد کے تابع انبیاء کو وہی شریعت ان کے دور کے پہلے نبی سے بالواسطہ ملی۔ چنانچہ آیت کریمہ:۔

"اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا
مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ" (سورۃ اعراف۔ آیت ۳)

ترجمہ: اے لوگو! جو کلام تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اس کی اتباع کرو اور اس کے سوا کسی دوسرے کی اتباع نہ کرو۔

دیکھئے اس آیت میں عام لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اور مراد وہ علم ہے جو صاحب شریعت نبی کے واسطے سے انہیں ملا۔

یہی مضمون اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ (سورۃ انعام۔ آیت ۱۱۵) میں بیان ہوا ہے۔ یعنی کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا تلاش کروں حالانکہ اس نے تم پر کھلی کتاب نازل کی ہے اور وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے یعنی اس کا علم دیا ہے

وہ جانتے ہیں کہ وہ سچائی کے ساتھ تیرے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ پس تو اے مخاطب جھگڑا کرنے والوں میں سے نہ بن!

(۲) آیت قرآنی میں مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ سے مراد ان لوگوں پر کتاب کا اترنا بیان ہوا ہے جنہیں اس کتاب کا علم دیا گیا۔ آیت وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰـهُنَا وَاِلٰـهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (عنکبوت۔ آیت ۴۷) ترجمہ: اے امت محمدیہ! تم ان کو کہدو کہ جو ہم پر نازل ہوا ہے ہم اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور جو تم پر نازل ہوا ہے اس پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔ اس جگہ بھی انزال کتاب سے مراد اس کا علم دیا جانا ہے نہ کہ براہِ راست نزول کتاب۔ اور آیت ہے

(۱) "وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ"

(سورۃ زمر آیت ۵۶)

ترجمہ: اور جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے (اپنے مطابق حال) سب سے بہتر حکم کی پیروی کرو

اور آیت (۲) "اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰي طَاۗىِٕفَتَيْنِ
مِنْ قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ
اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ
اَهْدٰی عَلَيْهِمْ ۚ فَقَدْ جَاۗءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ

رَبِّكُمْ • هُدًى وَّرَحْمَةٌ " (سورۃ انعام آیت ۱۵۶/۱۵۸)

میں بھی مضمون بیان ہوا ہے کہ الکتاب کے مومنوں پہ نازل ہونے سے یہ مراد نہیں کہ انہیں براہِ راست خدا تعالیٰ سے کتاب ملی۔ بس پہلے نبی کے واسطہ سے۔ مومنوں پر قرآن میں الکتاب کا نازل کیا جانا بھی لکھا ہے۔ اور تو غیر تشریعی انبیاء کے ساتھ الکتاب کے نزول کا ذکر بھی ان معنوں میں نہیں کہ ہر نبی پر الگ الگ کتاب براہِ راست نازل ہوتی تھی۔

"وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا
نُؤْمِنُ بِمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ"

(سورۃ البقرۃ ۹۲)

ترجمہ: اور جب اُن (یہود) سے کہا جائے کہ جو کچھ اللہ نے اتارا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم (تو) اس پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر اتارا گیا ہے۔ اور یہ لوگ ہیں جو اس کے بعد آنے والے کلام کا وہ انکار کر دیتے ہیں۔

قرآن کریم کے ان ارشادات سے بخوبی معلوم ہوا کہ پرویز صاحب نے جو دیوار کھڑی کی تھی وہ درحقیقت ریت پر بنی ہوئی دیوار تھی جو گر گئی۔ اب جب پرویز صاحب کے ہاتھ میں کوئی دلیل نہیں رہی تو اب قرآنی دلیل جو ہم ذیل کی آیت سے پیش کر چکے ہیں۔ رد نہیں کر سکتے۔

"إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَّنُورٌ يَحْكُمُ

بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا" (۵/۴۴)

ترجمہ: ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور روشنی تھی انبیاء جو خدا کے فرمانبردار تھے۔ یہودیوں کے فیصلے اس کی رو سے کرتے تھے۔

مکرم پرویز صاحب نے بدالنست خود اس آیت کریمہ کی حقیقت کو مخدوش کرنے کے لیے اپنی کتاب زیر نظر میں جتنی رکاوٹیں پیدا کر دی تھیں ایک ایک کر کے دور کرنے کے بعد آیت بالا سے صاف ظاہر ہے کہ ایسے انبیاء بھی ہو سکتے ہیں جو اپنے ساتھ کوئی نئی شریعت نہیں لاتے بلکہ سابق شریعت کے مطابق عمل کرتے رہتے ہیں اور کرواتے رہے ہیں۔ اور امت مسلمہ میں غیر تشریعی انبیاء باقی رہی ہے۔ مکرم پرویز صاحب فرماتے ہیں کہ تو پھر رسول بلا کتاب نہیں ہوتا۔ ہم نے ثابت کیا ہے کہ نبی تو کیا کوئی مومن بھی بغیر کتاب کے نہیں ہوتا۔ وہی کتاب جو کسی تشریعی نبی پر نازل ہوئی ہو وہی ہر غیر تشریعی نبی کی کتاب بھی ہوتی ہے اور غیر تشریعی نبی کو اسی الکتاب کا علم دیا جانے کو اس کے ساتھ الکتاب کا اتارا جانا قرار دیا گیا ہے

پرویز صاحب اپنے بے بنیاد اور بے حقیقت دعویٰ کو اپنی شگفتہ بیانی سے اس طور پر بیان کرتے ہیں کہ:

"چٹھی اگر نہ ہو تو چٹھی رسان کیا کرے گا؟"

(معارف القرآن جلد چہارم ص۔۔)

قارئین کرام! پرویز صاحب کا یہ جملہ (مثال) اس حقیقت پر چسپاں

اس موقعہ پر چسپاں ہی نہیں ہو سکتا اور قیاس مع الفارق کا حکم رکھتا ہے وہاں اس جولہ سے خدا کے اصفیاء اور اتقیاء (جن کے متعلق خدا نے فرمایا کہ مَنْ اَطَاعَ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ کہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی) کی جو حق تلفی ظاہر ہوتی ہے۔ یہی لئے یہ کہا کہ یہ مثال یہاں چسپاں ہی نہیں ہو سکتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سوال یہ ہے کہ نبی بغیر کتاب کے آ سکتا ہے یا نہیں؟ یہ نہیں کہ کتاب ہے ہی نہیں۔ کتاب موجود ہے "مخزن حکمت" موجود ہے جس میں مکمل طور پر ہر بیماری کا علاج درج ہے لیکن مستند ڈاکٹر نہیں ہے جو اس کتاب کے نسخوں کو بیمار کے مزاج اور حالات کے مطابق استعمال کرائے۔ کیا گھر بیٹھے ہوئے غیر ڈاکٹر سے بیمار کی شفایابی کی امید کی جا سکتی ہے؟ بقول سعدیؒ

"کس نیاید بزیر سایۂ بوم
گر ہما از جہاں شود معدوم"

یعنی کوئی انسان کبھی الو کے سایہ کے نیچے آنے کی ہرگز کوشش نہیں کرتا خواہ دنیا سے ہما نامی پرندہ (جس کا سایہ متبرک سمجھا جاتا ہے) معدوم ہو جائے

ڈاکٹر کینیث کے الفاظ ہیں:-

"میں تو اپنے لئے کم از کم یہ پسند کروں گا کہ ایسے کمرہ میں بند کر دیا جاؤں کہ جس میں ایک درجن حبشی ہوں جو مجھے انتڑیوں سے چھیل رہے ہوں۔ بجائے اس کے کہ میں کسی جاہل معالج کے ہتھے چڑھ جاؤں ...."

اسی طرح مذہبی اور روحانی دنیا میں غیر مستند انسان جو خدائے بزرگ و برتر کے دربار سے سرٹیفکیٹ حاصل نہ کر چکا ہو۔ نہ صرف اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے بلکہ اپنے پیروکاروں کو ہلاک اور تباہ کر دیتا ہے۔ العیاذ باللہ!

پرویز صاحب کا یہ کہنا کہ "جب چٹھی نہ ہو تو چٹھی رساں کیا کرے گا"۔ ایک دوسرے زاویئے سے بھی غلط ہے۔

توریت ایک شریعت کی کتاب تھی اور اپنے دور کے لئے کامل اور مکمل کتاب تھی۔ چنانچہ فرمایا:-

"اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ" ٥/٤٤

اور "وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ" ١٧/٢

یعنی "ہم نے توریت نازل کی جس میں ہدایت اور نور تھا" اور "ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی اور اس کتاب کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا"

اس سے بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ فرمایا:-

"ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً" ٦/١٥٥

یعنی "اور ہم نے موسیٰؑ کو جو اس شخص کے لئے جو نیکی کو اختیار کرتا ہے نعمت کو پورا کرنے اور ہر ایک امر کی وضاحت کرنے کے لئے اور ہدایت دینے اور رحم کرنے کی غرض سے کتاب دی"

سورۃ اعراف میں فرمایا:-

"وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ" ۱۴۵/۷

یعنی۔ ہم نے اس کے لئے (موسیٰ کے لئے) تختیوں پر ایسے الٰہی احکام لکھے جو ہر قسم کی نصیحت پر مشتمل تھے۔ اور جن میں (اس زمانہ کے لئے) ہر ضروری چیز کی تفصیل موجود تھی۔

اس ساری بحث سے یہ ثابت ہوا کہ کتاب شریعت کا مکمل اور مفصل ہونا نبی کے آنے میں مانع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ پہلے عرض کیا ہے کہ ہر شریعت کا ایک دور ہوتا ہے۔ اس دور کے اندر اگر قوم میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے۔ اور یا اس کتاب کے احکام پر بعض لوگوں کے ہاتھوں گرد و غبار پڑ گیا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس غرض کے لئے نبی مبعوث کرتا ہے کہ وہ اپنے مسیحی نفس سے اس قوم کو راہ راست پر لائے اور ساتھ ہی اگر کوئی غلط تفسیر کے ذریعہ گرد و غبار پڑ گیا ہو تو اسے دور کرے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ کتاب ہر چند کہ معقول ہو۔ واضح ہو۔ مفصل ہو۔ نور اور ہدایت ہو۔ لیکن جب قوم اس کتاب کو نہ ہاتھ لگاتی ہو اور نہ اس کے احکام پر عمل کرنا چاہتی ہو تو کتاب کیا کر سکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ کتاب ذاتی طور پر کچھ نہیں کر سکتی اس وقت حقیقت نبی کا وجود ہی خدا کی طرف سے ایک نور ہوتا ہے۔ ایک مقناطیس ہوتا ہے جو پاک اور سعید روحوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور اس کے بعد وہ نبی خدا کے احکام ان کو بتاتا ہے۔ بقول پرویز صاحب:۔

"لیکن کتاب تو ساکت و صامت حروف و نقوش کا مجموعہ

ہوتی ہے اس کی اطاعت کیسے کی جائے؟"

(شاہکار رسالت ص ۲۹۳ مصنفہ پرویز صاحب)

اور اس کے ساتھ مندرجہ ذیل اقتباس بھی ملاحظہ ہو:۔

"آپ نے آہنگر کی فسان کے نیچے رکھی ہوئی ریت کو دیکھا ہوگا فسان پر لگائے جانے والے فولاد کے ذرات اس ریت میں اس طرح مل جاتے ہیں کہ بڑی سے بڑی باریک بین نگاہ بھی انہیں تمیز نہیں کر سکتی۔ لیکن جب مقناطیسی پتھر کا ٹکڑا اس ریت پر پھیر دیا جائے تو فولادی ذرات تڑپ تڑپ کر ریت سے الگ ہو جاتے ہیں اور کہکشانی ستاروں کی طرح اس پتھر کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ رسول کی آواز بھی اسی قسم کا مقناطیسی اثر اپنے اندر رکھتی ہے جس سے وہ تمام منتشر ذرات جو اپنے اندر قبول کشش و جذب کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس مرکز حق و صداقت کے گرد پروانہ وار جمع ہو جاتے ہیں۔ اور ریت کے وہ ذرات جن میں جذب و انجذاب کی کوئی صلاحیت نہیں ہوتی۔ ان سے یکسر الگ ہو جاتے ہیں لیمیز اللہ الخبیث من الطیب و یجعل الخبیث بعضہ علیٰ بعض فیرکمہ جمیعاً فیجعلہ فی جھنم ط اولٓئک ھم الخاسرون۔ ۳۸/۸ اور یہ اس لئے ہوگا کہ اللہ ناپاک (روحوں) کو پاک (روحوں) سے

جدا کردے۔ اور جو ناپاک ہیں۔ ان میں سے بعض کو بعض کے
خلاف کھڑا کردے۔ پھر سب کو (اپنی تباہ حالیوں میں) اکھٹا
کردے پھر (قیامت کے دن) اس (جمع شدہ گروہ) کو
دوزخ کے حوالے کردے۔ یہی لوگ ہیں۔ یکسر تباہ ہو
جانے والے۔"

(معارف القرآن جلد چہارم ص۳۱۹)

پس پرویز صاحب ہی کے اس نظریہ کے پیش نظر نبی و رسول کا
آنا کتنا اہم اور کتنا ضروری ثابت ہوا۔ آپ ہر دو عبارتوں کو دوبارہ
پڑھیں اور پھر پرویز صاحب کی کتاب زیر نظر "ختم نبوت" میں یہ عبارت
پڑھیں کہ "جب چٹھی ہی نہیں تو چٹھی رساں کیا کرے گا؟" تو صحیح نتیجہ
پر پہنچنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ قرآن کریم مکمل ہے۔ مفصل ہے۔
نور ہے۔ ہدایت ہے اور اس کا دور تا قیامت ممتد ہے۔ لیکن اس
ترک صفات کی حامل کتاب جس میں بقول پرویز صاحب لسانیات دا
مضبوطی سے قائم ہیں) اس کتاب کو کوئی دیکھتا ہی نہیں کوئی دیکھنا
نہیں چاہتا اور بقول قرآن کریم وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ
قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا۔ (سورۃ الفرقان
آیت ۳۱) یعنی رسولؐ نے کہا۔ اے میرے رب میری قوم نے تو اس
قرآن کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا ہے۔
پس صورت یہی کہ جب قوم قرآن کو مہجور کی طرح پس پشت

ڈال دے تو بالفاظ پرویز صاحب کوئی نبی یا رسول ہی وہ ڈاکٹر (مسیحا)
ہو سکتا ہے جس کی آواز میں مقناطیسی اثر ہو۔ اور اسی وجہ سے اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے:—

"مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ
عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ" ۳/۱۸۰

یعنی ممکن ہی نہ تھا کہ جس حالت پر تم لوگ ہو۔ اس پر تم
جیسے مومنوں کو چھوڑ دیا جاتا جب تک وہ اللہ ناپاک
(مومن) کو (صحیح) مومن سے علیحدہ نہ کرتا۔

پس اس تطہیر کے لئے مقناطیسی اثر والے انسان کا جو نبی ہی ہوتا ہے مبعوث
ہونا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:—

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ
الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ" ۴/۱۳۶

یعنی "اے (نام نہاد) مومنو! (صحیح معنوں میں) اللہ اور اس
کی اس کتاب پر جو اس عظیم الشان رسول (محمد صلی اللہ
علیہ وسلم) پر نازل کی ہے اور اس کتاب پر جو پہلے نازل
کی گئی ہے ایمان لاؤ!

اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ نام نہاد مومن کو صحیح مومن بنانے کے لئے
خدا ایک آواز کو ضروری قرار دیتا ہے اور وہ آواز ایک مقناطیسی آواز ہی

ہوسکتی ہے جو ظاہر ہے خدا کا مامور ہی ہوسکتا ہے جو صحیح معنوں میں خدا کا تربیت یافتہ ہوتا ہے۔ اور اس بیماری کا علاج وہی ڈاکٹر کرسکتا ہے جس کے پاس خدا کا سرٹیفکیٹ ہو نہ کہ پرویز صاحب کا۔

اب میں اپنے مضمون کی طرف لوٹتا ہوں۔

قرآنِ کریم کے ان مقامات سے (ان آیات کے علاوہ قرآن کریم میں مجھے دیگر آیات بھی ہیں) پرویز صاحب کی قرآن فہمی کے دعویٰ کی حقیقت ظاہر ہوسکتی ہے۔

بہر حال پرویز صاحب کی طرف سے پیش کردہ آیات میں "انزل معھم الکتاب" سے یہی مراد ہے کہ انبیاء کو ایک دورِ شریعت میں اس شریعت کا علم بھی نبی بنانے کے ساتھ ہی دیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:-

"وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۔ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ" (سورۃ احقاف آیت ۳۰/۳۱)

ترجمہ: "اور جب ہم جنوں میں سے کچھ لوگوں کو تیری طرف پھیر کر لے آئے۔ جو قرآن سننے کی خواہش رکھتے تھے۔ پس جب

وہ (مجلسِ قرآن خوانی میں) حاضر ہوئے تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ چپ ہو جاؤ۔ پھر جب تلاوت قرآن ختم ہو گئی۔ تو وہ اپنی قوم کی طرف واپس چلے گئے اور ان میں جاکر اسلام کی اشاعت شروع کردی اور اپنی قوم سے کہا۔ اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب کو سنا۔ جو موسیٰؑ کے بعد اُتاری گئی ہے اور اپنے پیشرو کی تصدیق کرتی ہے اور سچ کی طرف اور سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔"

اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کے نزدیک قرآن سے پہلے کتابِ شریعت صرف موسیٰؑ کی کتاب تھی۔ شریعت جدیدہ ہر نبی پر نازل نہیں ہوتی۔ بلکہ جس طرح میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ کتاب شریعت اس نبی پر نازل ہوتی ہے جس سے اس دورِ شریعت کا آغاز ہوتا ہے۔ اور اس شریعت کا ایک دور ہوتا ہے۔ اس دور میں جو انبیاء آتے ہیں۔ ان کا کام یہی ہوتا ہے کہ اسی کتاب کی طرف لوگوں کو بلائیں اور اگر اس کتاب پر مرورِ زمانہ سے کسی طرح تفسیری گرد وغبار پڑ گئی ہو۔ تو وہ خدا سے علم پاکر دوبارہ پاک اور صاف کرکے دنیا کے سامنے پیش کردیتے ہیں۔ یہی وہ اصل حقیقت ہے جسے پرویز صاحب سمجھے نہیں۔ موسیٰؑ کے بعد کثرت سے انبیاء مبعوث ہوتے ہیں اور ان کو وحی بھی ہوتی رہی۔ جو آج بھی توریت موسیٰؑ کے ساتھ بصورت بائیبل شامل ہے لیکن اس آیت میں جن قرآنی وحی کو سننے والے ان کی وحی اور کتابوں کا ذکر نہیں کرتے اور نہ انجیل کا ذکر کرتے ہیں۔ حالانکہ انجیل سب صحیفوں کے

بعد حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی ہے مگر وہ صرف موسیٰؑ کی کتاب کا بھی ذکر کرتے ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ "جن" یہود تھے۔ اس لئے انہوں نے "انجیل" اور حضرت عیسیٰؑ کا ذکر نہیں کیا۔ تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ یہود توریت موسیٰؑ کے ساتھ تمام نبیوں کے ماننے والے ہیں اور ان میں سے سب سے آخری صحیفہ "ملاکی" نبی کا صحیفہ ہے۔ جو "ملاکی" کے نام سے ہی بائیبل میں موجود ہے۔ بہر حال "جن" موسیٰؑ کی کتاب کے بعد نازل ہونے والی کتاب قرآن قرار دے رہے ہیں۔ اور لطف یہ کہ قرآن نے یعنی خدا نے قرآن میں "جن" کی اس بات کو رد بھی نہیں کیا۔ بلکہ (سورہ احقاف ۱۲ میں) ومن قبلہ کتاب موسیٰ اماماً ورحمۃً کہہ کر قرآن مجید سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب کو ہی امام اور رحمت قرار دیا ہے نہ کسی اور درمیانی نبی کی۔ حتیٰ کو کتاب اور امام قرار دیا ہے۔ اور سب سے بڑی بات اور پرویز صاحب کا دھوکہ یا قرآن سے لاعلمی یہ ہے جبکہ وہ کہتے ہیں :—

"ان کی غلط فہمی یہ ہے کہ یہ توراۃ کو حضرت موسیٰؑ کی کتاب قرار دیتے ہیں۔ قرآن کریم نے کہیں بھی توراۃ کو حضرت موسیٰؑ کی کتاب نہیں کہا" (ختم نبوت۔ صفحہ ۲۲۸)

بلکہ آیت مذکورہ ومن قبلہ کتاب موسیٰ اماماً ورحمۃً (احقاف) کہ قرآن مجید سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب ہی امام ورحمت تھی۔ کے ذریعہ قرآن مجید سے پہلے صرف حضرت موسیٰ کی کتاب کو امام شریعت قرار دیا ہے۔

قرآن کریم کی خصوصیات

مکرم پرویز صاحب نے قرآن کریم کی خصوصیات گنوائی ہیں اور قرآن کریم سے ہی ان خصوصیات کی نشان دہی کی ہے۔ مثلاً قرآن کریم کا مفصل ہونا۔ غیر متبدل ہونا۔ انسانی راہ نمائی سے متعلق کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن کریم میں نہیں۔ کھول کھول کر بیان کرنے والا۔ قول فیصل۔ خدا کی طرف سے دیئے جانے والے تمام قوانین اس میں مکمل ہوگئے ہیں ہمیشہ کے لئے محفوظ۔ تمام انسانوں کے دکھوں کی دوا یہ تمام صفات اور خصوصیات سچا اور درست ہیں۔ اور ہر احمدی قرآن کریم کے ان خصوصیات پر علیٰ وجہ البصیرت ایمان لاتا ہے۔ واللہ علیٰ نقول شہید !

ان خصوصیات کے ساتھ ہمارا مکمل اتفاق ہے لیکن اس کے علاوہ قرآن کریم کی دیگر خصوصیات بھی ہیں۔ جن کو انہوں نے بوجہ ان سے بے خبر ہونے کے چھوا تک نہیں۔ ان خصوصیات کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا جائے گا۔

رسول آخر الزمانؐ

اس ذیلی عنوان کے تحت مکرم پرویز صاحب نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے رسول آخر الزمان کی تائید میں مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ پیش کی ہیں :—

(۱) "یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا" (۷/۱۵۸)

اے نوعِ انسان! میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہوں۔

قرآن کریم کے اس بیان سے کوئی احمدی اختلاف نہیں کر سکتا اور نہ کرتا ہے

(۲) "وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔" (۳۴/۲۸)

ہم نے تمہیں جملہ نوعِ انسان کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے

یہ بھی صحیح اور درست ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے۔

(۳) "وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ۔" (۶۲/۳)

اس قومِ مخاطب کی طرف بھی اور ان کی طرف بھی جو ابھی ان سے ملے نہیں۔ بعد میں آنے والی دوسری اقوام کو۔

یہ بھی درست اور صحیح ہے۔ ہر احمدی اس قرآنی حکم پر ایمان لاتا ہے۔

(۴) "وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ۔" (۶/۱۹)

ان سے کہہ دو کہ میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعہ تمہیں بھی آگاہ کروں۔ اور انہیں بھی جن تک یہ (بعد میں) پہنچے۔

ہر احمدی قرآن کریم کے اس حکم اور آیت پر صمیم قلب سے ایمان رکھتا ہے

(۵) "وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" (۲۱/۱۰۷)

ہم نے تمہیں تمام اقوامِ عالم کے لئے باعث رحمت بنا کر بھیجا ہے

صَدَقَ اللّٰهُ۔

قارئین کرام! قبل اس کے کہ میں وہ غرض بیان کروں جس غرض کے لئے مکرم پرویز صاحب نے عنوانِ بالا قائم کر کے مندرجہ بالا آیاتِ قرآنیہ پیش کی ہیں۔ مناسب ہے کہ ہم انہیں آیات کے پیشِ نظر اپنا عقیدہ اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے ملفوظات سے پیش کریں

ہمارا عقیدہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے رسول یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں سے بہتر اور تمام مرسلین سے افضل اور خاتم النبیین ہیں اور ہر آنے والے اور گزرے ہوئے انسان سے افضل ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں:

"ایک کامل انسان اور سید الرسل کہ جس سا کوئی نہ پیدا ہوا اور نہ ہوگا۔ دنیا کی ہدایت کے لئے آیا اور دنیا کے لئے اس روشن کتاب کو لایا جس کی نظیر کسی آنکھ نے نہیں دیکھی"

(براہین احمدیہ)

(۲) "تمام رسولوں میں سے کامل تعلیم دینے والا۔ اور اعلیٰ درجہ کی پاک۔ اور پُرحکمت تعلیم دینے والا اور انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے اعلیٰ نمونہ دکھلانے والا صرف حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"

(اربعین)

(۴) "نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی۔ کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا"

(کشتیٔ نوح)

قارئین کرام! ان مختصر اقتباسات سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور ان کی جماعت خدا کے نبی محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس پر نازل شدہ الکتاب یعنی قرآن کریم پر یقین محکم کے ساتھ علیٰ وجہ البصیرت ایمان رکھتے ہیں۔ اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ مکرم پرویز صاحب کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ آیات ہائے قرآنیہ پیش کردہ مکرم پرویز صاحب سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تاقیامت نبی ہیں اور ان پر نازل شدہ الکتاب قرآن تاقیامت قابلِ عمل اور محفوظ ہے۔ دوسری طرف نبوت کو خدا نے رحمت اور نعمت قرار دیا ہے اور پرویز صاحب ان آیات سے یہ ثابت کر رہے ہیں۔ کہ اب کسی قسم کی نبوت کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ پرویز صاحب کا یہ کہنا قطعاً غلط ہے۔ کہ

نبوت کی ضرورت نہیں کیونکہ نبی کی مثال ایک روحانی ڈاکٹر کی ہے اور اگر روحانی بیماریاں دنیا میں پائی جاتی ہیں۔ اور اس سے انکار کسی صورت میں نہیں کیا جا سکتا کہ روحانی بیماریاں آج دنیا میں بکثرت موجود ہیں۔ اس لئے نبی کا آنا سنت اللہ کے مطابق ضروری ہے۔ البتہ اب خدا کی مشیّت نے یہ چاہا کہ نبوت بواسطۂ فیضِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ملے گی۔ تا ایک طرف حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مستقل تشریعی نبوت تاقیامت ثابت و قائم ہو اور دوسری طرف نبوت جو رحمت اور نعمتِ خداوندی ہے جس سے دنیا محروم نہ رہے۔ اور تا یہ ثابت ہو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ابوالانبیاء ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کافۃ الناس ہونا اور تاقیامت ان کی کتاب قرآن کا کافی ہونا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض کے واسطہ سے کسی کے نبی ہونے میں کسی صورت میں مانع نہیں۔ اسی طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ للعالمین ہونا رحمت اور نعمت نبوت کے لئے مانع نہیں تصور کیا جا سکتا۔ کیا رحمۃ للعالمین کا یہ مطلب ہو سکتا ہے؟ کہ حضور[۴] کے آنے سے دیگر رحمتیں بند ہو گئیں۔ نہیں! بلکہ رحمۃ للعالمین کا تو یہ مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے سے زیادہ رحمت نازل ہوگی۔ پس ایک رحمت کو دوسری رحمت کے لئے اور ایک نعمت کو دوسری نعمت کے لئے مانع سمجھنا دانشمندی نہیں۔

مکرم پرویز صاحب نے اس ذیلی عنوان کے تحت ایک آخری آیت

ختمِ نبوت کے مزعوم مفہوم کی تائید میں پیش کی ہے لیکن اس سے اُن کا استدلال بھی سراسر غلط ہے اور عدم علم قرآنی کی دلیل ہے۔ وہ آیتِ کریمہ یہ ہے :—

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (۵)

یعنی اس دور میں میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نوازشات کا اتمام کر دیا اور تمہارے لئے اسلام بطور ضابطہ زندگی پسند کر لیا۔"

(ختمِ نبوت۔ ص۴۹)

پھر فرمایا:—

"میں آپ کی توجہ ایک بار پھر اس حقیقت کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ خدا نے اپنی کتاب (قرآن کریم) کے متعلق واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ یہ ہر طرح سے مکمل ہے۔ غیر متبدل ہے۔ محفوظ ہے۔ قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لئے ضابطۂ ہدایت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد ختمِ نبوت کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے جب کتاب ایسی ہے جس کے بعد قیامت تک کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں تو اس کتاب کے لانے والے نبی کے بعد کسی اور نبی کی بھی ضرورت نہیں۔ یا نبی تو کتاب لے کر آتا ہے جب کوئی کتاب ہی نہیں آئی تو نبی کیا کرنے آئے گا۔"

(ختمِ نبوت ص۵۰)

گزشتہ صفحات میں اسی بارہ میں کہ نبی بلا کتاب جدید بھی آتا ہے لکھا جا چکا ہے۔ پرویز صاحب کے نزدیک یہ امر ضروری ہے کہ نبی بلا کتاب جدید نہیں ہوتا مگر پرویز صاحب کا یہ بیان درست نہیں۔ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ نبی بلا کتاب جدید بھی ہوا کرتا ہے اور قرآنی فیصلہ جات اس پر شاہد ہیں۔ مثلاً موسیٰ کی کتاب اپنے دور کے لئے مکمل اور مفصل تھی۔ نور اور ہدایت تھی۔ اس کے بعد کئی انبیاء آئے جو ان کی کتاب شریعت کے ذریعہ یہودیوں کے لئے حَکَم تھے۔ لیکن ایک محدود دور کے لئے۔ قرآن کریم بھی ان صفات کا حامل ہے لیکن غیر محدود دور کے لئے۔ اس لئے اگر محدود دور کے لئے نبی کا آنا ثابت ہو جائے (جو ثابت کیا گیا ہے) تو لا محدود دور کے لئے بھی نبی کا آنا ضروری ہے۔ بلکہ سب سے بڑھ کر خود پرویز صاحب کے الفاظ میں اس سوال کا جواب کافی و شافی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں:—

"لیکن کتاب تو ساکت و صامت۔ حروف و نقوش کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اس کی اطاعت کیسے کی جائے۔"

(شاہکارِ رسالت۔ ص۲۶۳ مصنفہ پرویز صاحب)

پرویز صاحب نے بہترین اور حقیقت افروز الفاظ میں کتاب کی حقیقت بیان فرمادی ہے۔ جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ان کے ان عارفانہ الفاظ کو ان کے معارف القرآن سے یکجا کیا جائے تو نتیجہ یہی نکلے گا۔ کہ بعض اوقات نبی کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ خواہ اس کے ساتھ نئی کتاب ہو یا نہ ہو لیکن یاد رہے کہ نتیجہ قارئین کرام نے خود نکالنا ہے۔ ورنہ

پرویز صاحب خود اصول وضع کردہ سے میدان سے ہی واپس بھاگنے بھی جاتے ہیں۔ چنانچہ پرویز صاحب فرماتے ہیں :—

"آپ نے آہنگر کی سان کے نیچے رکھی ہوئی ریت کو دیکھا ہوگا۔ سان پر لگائے جلنے والے فولاد کے ذرات اسی ریت میں اس طرح مل جاتے ہیں کہ بڑی سے بڑی باریک بین نگاہ بھی انہیں متمیز نہیں کر سکتی۔ لیکن جب مقناطیسی پتھر کا ٹکڑا اس ریت پر پھیر دیا جائے تو فولادی ذرات تڑپ تڑپ کر ریت سے الگ ہو جاتے ہیں اور کہکشانی ستاروں کی طرح اس پتھر کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ رسول کی آواز بھی اسی قسم کا مقناطیسی اثر اپنے اندر رکھتی ہے جس سے وہ تمام منتشر ذرات جو اپنے اندر قبولِ کشش و جذب کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس مرکزِ حق و صداقت کے گرد پروانہ وار جمع ہو جاتے ہیں۔ اور ریت کے وہ ذرات جن میں جذب و انجذاب کی کوئی صلاحیت نہیں ہوتی۔ ان سے یکسر الگ ہو جاتے ہیں۔ لیمیز اللہ الخبیث من الطیب ویجعل الخبیث بعضہ علی بعض فیرکمہ جمیعا فیجعلہ فی جہنم۔ اُولٰئِکَ ہم الخاسرون۔ (۸/۳۷) اور یہ اس لئے ہوگا کہ اللہ ناپاک (روحوں) کو پاک (روحوں) سے جدا کر دے اور جو ناپاک ہیں۔ ان میں سے بعض کو بعض کے خلاف

کھڑا کر دے۔ پھر سب کو (اپنے تباہ حالیوں میں) اکٹھا کر دے پھر (قیامت کے دن) اس (جمع شدہ گروہ) کو دوزخ کے حوالے کر دے۔ یہی لوگ ہیں۔ یکسر تباہ ہو جانے والے۔"

(معارف القرآن۔ جلد چہارم ص۳۱۹ مصنفہ پرویز صاحب)

قارئین کرام! اس مسئلہ کو پرویز صاحب نے خود جس خوبی سے حل کر دیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بہتر الفاظ میرے پاس نہیں ہیں۔ اور حقیقت الامر کو جس انداز میں انہوں نے اجاگر کر دیا ہے اس سے بہتر صورت میں پیش کرنا میرے بس کی بات نہیں۔

زیر بحث آیت کریمہ ۵/۳ مندرجہ بالا میں قرآن کریم کی شان میں آیا ہے (یعنی اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ) اس کی حقیقت قرآن کریم کی روشنی میں ذرا تفصیل سے پیش کرتا ہوں۔

توریت کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے :—

(۱) اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ (۵/۴۴)

ہم نے توریت نازل کی جس میں ہدایت اور نور تھا۔

(۲) "وَ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔" (۱۷/۲)

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنایا۔

(۳) "ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً۔" (۶/۱۵۵)

اس کے بعد ہم نے موسیٰ کو اس شخص کے لئے جو نیکی کو اختیار کرتا ہے نعمت کو پورا کرنے اور ہر ایک امر کی وضاحت کرنے کے لئے اور ہدایت دینے کے لئے اور رحمت کرنے کی غرض سے کتاب دی۔

(۴) "وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ........" (۷/۱۴۴)

اور ہم نے اس کے لئے (موسیٰؑ) کہ تختیوں میں ایسے ایسے احکام لکھے جو ہر قسم کی نصیحت پر مشتمل تھے اور جن میں (اس زمانے کے لئے) ہر ضروری چیز کی تفصیل موجود تھی۔

معزز قارئین کرام! تورات کا آیات بالا میں نور اور ہدایت ہونا۔ اس کے ذریعہ بنی اسرائیل پر اتمام نعمت ہونا۔ اس کا ان کے لئے رحمت ہونا اور ان کے لئے ہر قسم کی نصیحتوں کا حامل ہونا اور اس الکتاب کا مفصل ہونا بیان ہوا ہے گویا اوپر کی آیات سے ظاہر ہے کہ کتاب موسیٰؑ اپنے دور کے لئے بقول قرآنِ کریم ہر لحاظ سے کامل اور مکمل تھی۔ جس میں کسی قسم کی کمی نہ تھی۔ اس کے باوجود غیر تشریعی انبیاء بنی اسرائیل میں یہودیوں کی اصلاح کے لئے آتے رہے ملاحظہ ہو آیت کریمہ:۔

"إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ

بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا۔" (۵/۴۴)

ترجمہ: ہم نے توریت کو نازل کیا۔ جس میں ہدایت اور نور تھا۔ انبیاء جو خدا کے فرماں بردار تھے۔ یہودیوں کے فیصلے اس کی رُو سے کیا کرتے تھے۔

پس یہ بات دوبارہ ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ کسی کتاب کا مکمل ہونا مفصل ہونا غیر تشریعی نبی کے آنے میں مانع نہیں

عقیدۂ ختم نبوّت کی اہمیّت

اس ذیلی عنوان کے تحت پرویز صاحب لکھتے ہیں:۔

"(۱) انسان کو صاحبِ اختیار و ارادہ پیدا کیا گیا ہے۔

(۲) اگر انسان کے اختیارات کو غیر محدود چھوڑ دیا جائے تو اس سے افراد معاشرہ کے مفاد میں ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے جس کا لازمی نتیجہ خون ریزی اور فساد انگیزی ہے۔

(۳) وحی وہ حدود مقرر کرتی ہے جس کے اندر رہتے ہوئے مختلف افراد معاشرہ اپنا اختیار و ارادہ استعمال کر سکتے ہیں۔ اس سے معاشرہ کا توازن برقرار رہتا ہے۔

(۴) بالفاظ دیگر وحی، انسانی آزادی پر پابندی عائد کرتی ہے جب تک وحی کا سلسلہ جاری تھا کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ آنے والا رسول وحی خداوندی کی رُو

سے اس کے اختیارات پر کسی قسم کی پابندی عائد کر دے گا
ختم نبوت نے اس بات کا اعلان کر دیا کہ انسانی اختیارات
و ارادہ پر جس قدر پابندیاں عائد کی جانی مقصود تھیں
ان سب کی صراحت خدا کی آخری وحی (قرآن مجید) میں
کر دی گئی ہے۔ جو انسان وحی کے مطابق زندگی بسر
کرنا چاہے وہ قرآن کو دیکھ لے اور اپنا اطمینان کر
لے۔ کہ یہ ہیں وہ حدود جن کے اندر رہتے ہوئے
مجھے زندگی بسر کرنی ہے۔ اس کے بعد سے اس امر کی
ضمانت مل جائے گی۔ کہ اس کی پابندی اور آزادی کی
حدود میں نہ کوئی تغیر و تبدل ہو گا نہ کوئی مزید پابندی
عائد کی جا سکے گی۔ یہ ضمانت نوعِ انسان کے لئے بہت
بڑی رحمت ہے۔ اس سے واضح ہے کہ ختمِ نبوت وہ
ضمانت خداوندی ہے جس کی رُو سے انسان اپنی آزادی
کی طرف سے حتمی اور یقینی طور پر مطمئن ہو جاتا ہے۔"
(ختمِ نبوت ۔ صفحہ ۷۲-۷۳)

قارئین کرام! پرویز صاحب کی اس تحریر کے متعلق اگر غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے خود ساختہ مفروضات پر دیوار کھڑی کر رہے ہیں اور اس مقام پر صرف اپنا ذاتی صغریٰ کبریٰ قائم کر کے من مانا نتیجہ نکالتے ہیں اور یہ تمام کاوش محض اس غرض کے

لئے ہے کہ وہ اپنا مزعوم مفہوم ختم نبوت ثابت کر سکیں۔ خواہ اس سے ان کے اپنے اصول وضع کردہ کا ستیاناس ہی کیوں نہ ہو۔ اگر قرآن کریم ان کے مزعوم مفہوم ختم نبوت کی کسی ایک آیت کریمہ سے تائید کرتا تو وہ اسے ضرور پیش کرتے لیکن ایسا نہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے پاس سوائے اپنے ذاتی غیر معقول اور غیر متعلق فلسفہ اور تخیل کے اور کچھ بھی نہیں۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ نبی کے کہنے سے اور خصوصیت کے ساتھ تشریعی نبی کی آمد سے نظر بظاہر کچھ پابندیاں عائد ہوتی نظر آتی ہیں لیکن یہ بالکل غلط ہے کہ " کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ آنے والا رسول وحی خداوندی کی رُو سے اس کے اختیارات پر کس قسم کی پابندیاں عائد کرے گا" گویا کہ انسان لرزاں اور ترساں ہوتا تھا کہ کہیں دوسرا رسول نہ آ جائے۔ جس کی آمد سے اس کے اختیارات پر مزید پابندیاں عائد ہو سکیں گی۔ " انسان" سے مراد اگر پرویز صاحب کے نزدیک کوئی غیر مسلمان تھا تو یہ تو بالکل بالبداہت غلط ہے کیونکہ جب وہ نبی وقت کی وحی کی پابندی ضروری نہیں سمجھتا۔ تو دوسرے آئندہ آنے والی وحی کا وہ کیسے خیال کر سکتا ہے۔ اور اگر " انسان" سے مراد مسلمان ہو تو اس کے متعلق اپنے خالق و مالک کی طرف سے پیام زندگی کے آنے سے لرزاں و ترساں ہونا پرویز صاحب جیسے ذہن کے لئے قابل فہم ہو سکتا ہے ورنہ پیغام خدائے رحمان اور اس سے لرزاں و ترساں ہونا ــــ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ! چنانچہ نبی کے آنے سے پہلے وحی خداوندی پر ایمان

ولیقین رکھنے والے تو اس کے لئے چشم براہ ہوتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ نبی کے آنے پر کئی لوگ انکار کیا کرتے ہیں۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے لوگوں کے اشتیاق اور جذبۂ دیدار خدا بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے :—

"وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" (۲/۹)

یعنی حالانکہ اس سے پہلے (اسی نبی کے ذریعہ) ان لوگوں پر
جو کافر تھے فتح پانی چاہتے تھے۔

یعنی یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ذریعے سے خدا کی مدد مانگا کرتے تھے بلکہ یوں بھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشخبری بت پرستوں کو سنایا کرتے تھے۔

خدا کی وحی پر ایمان لانے والوں کا یہی اشتیاق ہوتا تھا۔ یہ تو ہوئی پرویز صاحب کی صغریٰ و کبریٰ کی تغلیط۔ اب دیکھئے ان کے نتیجہ کو۔ جو اپنے مزعوم مفہوم ختم نبوت کے لئے پیدا کر رہے ہیں۔

جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری تشریعی نبی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت قرآنی ہے۔ حدود و قیود میں ذرہ بھر فرق پیدا کرنے والا خارج از اسلام ہے اور یہ شریعت تاقیامت ناخذ العمل ہونے کی اہلیت رکھتی ہے۔ لیکن آج صفحہ زمین پر اسلام کی طرف منسوب ہونے والے آپس میں جس سر پھٹول میں مبتلا ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ قرآن کریم کی موجودگی میں ایک دوسرے سے

نبرد آزما ہیں۔ اور ہر ایک دوسرے کو کافر کہتے اور فتویٰ کفر لگانے سے دریغ نہیں کرتا۔ اور پرویز صاحب بھی چودہ سو سالہ اسلام کو عجمی اور ایرانی سازشوں کا مجسمہ سمجھتے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے اقرار کیا کہ میرا تعلق کسی فرقہ سے نہیں۔ اس قسم کے حالات کے سدھارنے کے لئے کسی حَکَم کا آنا عقلاً و نقلاً لازم قرار دیتے ہیں۔

جماعت احمدیہ قرآن کریم کی نافذ کردہ حدود و قیود پر خدا کے فضل وکرم سے مکمل طور پر مطمئن ہے اور اسی اطمینان کے پیدا کرنے کے لئے خدائے رحیم و کریم نے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو اپنی سنت کے مطابق عین وقت پر مبعوث فرمایا۔ فالحمد للہ!

چونکہ یہ بات ثابت ہے کہ قرآن مجید کے بعد کوئی نئی کتاب شریعت نہیں ہے۔ اس لئے اب امت محمدیہ کے لئے کسی قسم کے خوف و ہراس کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اگر انبیاء آئیں گے تو وہ اسی قرآن کے احکام کے مطابق فیصلے کریں گے۔ چونکہ پرویز صاحب کے دل میں یہی ایک خدشہ تھا کہ نئے نبی صاحب کتاب جدیدہ ہوتا ہے اور پچھلے صفحات میں اس خدشے کا ازالہ ہو گیا ہے لہٰذا اب پرویز صاحب انشاء اللہ مطمئن ہوں گے۔ اور امید ہے اس خدشہ اور سوال کا آئندہ کبھی ذکر نہ کریں گے۔ کیونکہ کسی نئے نبی کے آنے سے کوئی نیا حکم نہیں آئے گا۔ صرف ایسے نبی کی ضرورت ہوگی جو اپنی مقناطیسی قوت جذب سے لوگوں کی اصلاح کرے اور تجدید کے لئے مامور ہو۔

خاتم النبیینؐ اور ختمِ نبوت کی حقیقت

اس ذیلی عنوان کے تحت پرویز صاحب فرماتے ہیں :-

" احمدی حضرات کے ساتھ مباحثوں اور مناظروں میں نقطہ ماسکہ "خاتم النبیین" کی اصطلاح ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے اسے اس مسئلہ میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک اس اصطلاح کی اس مسئلہ کے ضمن میں وہ اہمیت ہے نہیں جو اُسے دی جاتی ہے۔ جیسے کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ نبی اکرمؐ سلسلہ انبیاء کی آخری کڑی ہونے کے متعلق قرآن کریم میں اس قدر دلائل اور شواہد ہیں کہ اگر قرآن کریم میں یہ الفاظ نہ بھی آتے۔ تو بھی حضورؐ کے آخری نبی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہ ہوتا۔ بایں ہمہ ہم اس مقام پر اس اصطلاح کی مختصر الفاظ میں وضاحت کرتے ہیں۔"

(ختمِ نبوت ص۶۹)

وضاحتاً گزارش ہے کہ پرویز صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "نبی اکرمؐ کے آخری نبی اور سلسلہ انبیاء کی آخری کڑی ہونے کے متعلق قرآنِ کریم میں کثرت سے دلائل و شواہد موجود ہیں۔" لیکن اس ساری کتاب میں بلکہ ان کے سارے لٹریچر میں کوئی ایک دلیل (آیت قرآنی) بھی حضورؐ کے آخری کڑی ہونے کے متعلق ان کے مزعوم مفہوم کے پیشِ نظر نہیں ملے گی۔ لہٰذا

میں حضورؐ کے آخری نبی اور آخری کڑی ہونے کے متعلق وضاحت کرتا ہوں۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ شریعت دی گئی ہے جو ہر زمانہ اور حال کے لئے کافی ہے اور یہ مقام محمدیت ہی ہے جو تا قیامت ممتد ہے۔ اب ایسا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا اس شریعت قرآنی یعنی مقامِ محمدیتؐ کو منسوخ کرے۔ لیکن چونکہ دوسری طرف نبوت خدا کی طرف سے بنی نوع انسان کے لئے ایک نعمت ہے۔ اس لئے خدا نے آیت کریمہ ہذا میں مقام محمدیتؐ کو دوبالا ثابت کرنے کے لئے نعمت نبوت کو بحال رکھنے کی خاطر حضورؐ کو "خاتم النبیین" کے لقب سے سرفراز فرمایا اور فرمایا کہ یہ وہ عظیم الشان نبی ہیں کہ اب مقامِ نبوت کا ملنا نبوتِ عالیہ محمدیہؐ ہی کا مرہونِ منت ہوگا۔ بالفاظِ دیگر آیتِ کریمہ ہذا سے دو باتیں خدا نے ثابت کر دیں۔ ایک یہ کہ نبوّتِ محمدیہؐ اب تا قیامت منسوخ نہ ہوگی اور دوسری طرف اس نعمتِ نبوت سے دنیا محروم بھی نہ ہوگی۔ اس لئے خدا ایسے الفاظ لایا یعنی "خاتم النبیین" جو نبوتِ مطلقہ کے منافی نہیں بلکہ یہ الفاظ ایک قسم کی نبوت کے متقاضی ہیں جس کے لئے حضورؐ کا اُمتی ہونا لازمی ہے۔ پرویز صاحب کا صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے ورنہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ انبیاء کی آخری کڑی ہونے کے متعلق اپنے مزعوم مفہوم کی تائید میں کوئی ایک آیتِ قرآنی بھی پیش نہیں کر سکتے۔

پرویز صاحب کے خیال میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا

صرف ان معنوں میں ہے کہ حضورؐ سب سے آخری نبی ہیں لیکن صرف آخری ہونا کوئی قابلِ تعریف امر نہیں۔ بقول مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانیٔ دارالعلوم دیوبند:۔

"عوام کے خیال میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنے ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقامِ مدح میں وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ فرمانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے"

(تحذیر الناس صفحہ ۳)

پرویز صاحب فرماتے ہیں:۔

"نبی کریم صلعم سلسلہ انبیاء کی آخری کڑی ہونے کے متعلق قرآن کریم میں اس قدر دلائل و شواہد ہیں کہ اگر قرآن کریم میں یہ الفاظ (خاتم النبیینؐ) نہ بھی آتے تو بھی حضورؐ کے آخری نبی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہ ہوتا۔"

(ختم نبوت صفحہ ۶۹)

لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر قرآن کریم میں یہ الفاظ یعنی "خاتم النبیین" نہ آتے تو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ ہرگز ہرگز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہو کر نبوت کا دعویٰ نہ کرتے۔ نہ کر سکتے۔ لیکن یہی وہ شرف ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی نبی کو حاصل نہیں کیونکہ

خاتم النبیین کے فیض سے ہی ان کا امتی بھی نبی ہو سکتا ہے ورنہ صرف آخر ہونا کوئی شرف والی بات نہیں۔ جیسے کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے بیان کے مطابق اور ہمارے نزدیک بھی خاتَم بفتحِ تاء کے حقیقی معنی آخری نہیں ہوتے بلکہ مختوم علیہ پر لگنے والی مہر کی طرح مؤثر وجود کے ہوتے ہیں۔

قارئین کرام! محترم پرویز صاحب نے قرآن فہمی کے لئے کچھ اصول بتائے ہیں۔ میرے نزدیک یہ اصول یقیناً قرآن فہمی کے لئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ ایسے اصول اور نشانِ راہ ہیں کہ ان اصولوں پر انسان چل کر اور اپنا کر یقیناً منزلِ مقصود تک پہنچ سکتا ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پرویز صاحب نے اپنے اصول کو مسئلہ ختمِ نبوت اور خاتم النبیین کے صحیح معنوں کی تعیین کے لئے پسِ پشت ڈال دیا ہے اور میں نے اُن کے ان اصولوں کو مشعلِ راہ بنایا ہے۔ وہ اصول یہ ہیں:۔

"اسلام کا سرچشمہ قرآن ہے اور قرآن کے سمجھنے کا طریقہ "محاورۂ عرب اور تصریفِ آیات" ہے چنانچہ میں نے اس طریق سے قرآن کریم کے سمجھنے کی کوشش کی۔ تو سب سے پہلے اس کے الفاظ کا مفہوم اسی نہج سے متعین کیا۔ جو میری "لغات القرآن" کے اندر محفوظ ہے پھر تصریفِ آیات کا سوال سامنے آیا۔ تصریفِ آیات کا مفہوم یہ ہے کہ کسی ایک موضوع کے متعلق قرآن کریم میں جو کچھ آیا ہے اسے یکجا

اپنے سامنے رکھا جائے اور پھر اُن آیات کے الفاظ کے صحیح مفہوم اور سیاق و سباق کے مطابق یہ دیکھا جائے کہ قرآن اس موضوع کے متعلق کیا راہنمائی دیتا ہے۔"

(طلوعِ اسلام۔ اگست ١٩٧٣ء)

مکرم پرویز صاحب نے اپنے اصول کو اس مسئلہ کے متعلق "نسیاً منسیاً" کر دیا ہے لیکن ہم نے کتاب ہذا میں ابتداء سے انتہاء تک انہی اصولوں کو اپنایا ہے۔ چونکہ یہ باب خاص طور پر ختم نبوت اور "خاتم النبیین" کے مفہوم کا تعین واضح کرنے کا ہے۔ لہٰذا پرویز صاحب کے ان اصولوں کو اس مقام پر درج کر دیا ہے۔

قارئین کرام! مکرم پرویز صاحب قرآن فہمی کا ایک اصول تصریف آیات پیش کرتے ہیں۔ اس اصول کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کا ایک حصہ دوسرے حصہ کا مؤید اور تفسیر ہے۔ نہ کہ مخالف ہے اور یہ صحیح اور درست ہے جس کے مطابق ہر انسان کو اپنے عقیدے کا جائزہ لینا چاہیئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ایک مسلمان اور قرآن پر ایمان لانے والے کا یہ عقیدہ ہونا چاہیئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانے لیکن "خاتم النبیین" کا مفہوم چونکہ ما بہ النزاع ہے۔ لہٰذا اصول مندرجہ بالا کی رو سے قرآن کریم سے اس کا مفہوم متعین کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :-

"اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ" (٢٢/٧٥)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں میں سے اپنے رسول منتخب کرتا رہتا ہے اور (اسی طرح) انسانوں میں سے بھی۔

اس آیت کریمہ میں لفظ "یَصْطَفِیْ" مضارع کا صیغہ ہے جو حال اور استقبال کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اسی طرح یہ آیت جملہ اسمیہ ہے جس میں استمرار پایا جاتا ہے۔ اس لئے میں نے استمرار کا معنے کیا ہے۔

آیت ہذا اور ہم جیسی دیگر آیات سے ظاہر ہے کہ اللہ اپنی سنت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد بھی انسانوں میں انبیاء منتخب کرتا ہے۔ لہٰذا اگر خاتم النبیین کا وہ مفہوم صحیح ہوتا جو پرویز صاحب پیش کر رہے ہیں تو قرآن کریم میں آیت ہذا نہ ہوتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ پرویز صاحب کا مزعوم مفہوم صحیح نہیں ہے

(٢) "يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِىْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔" (٧/٣٦)

ترجمہ: اے آدم کے بیٹو! اگر آئندہ تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں۔ جن کا آنا ضروری ہے وہ تمہارے سامنے میری آیات پڑھ کر سناتے ہوں تو جو لوگ تقویٰ اختیار کر کے (ان رسولوں کی معیت اختیار کریں گے) اور اصلاح نفس کریں گے تو ان کو کسی قسم کا خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اس آیت کریمہ سے بھی "خاتم النبیین" کے متعلق پرویز صاحب کے مزعوم مفہوم کی تردید ہو رہی ہے۔ یہ خطاب اللہ کی طرف سے آئندہ کے بنی آدم کے لئے ہے اور چونکہ بنی آدم آج بھی دنیا میں موجود ہیں اس لئے یہ خطاب آج کے بنی آدم کو بھی ہے۔

چنانچہ پرویز صاحب بھی اس آیت کریمہ کے متعلق وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ان سب میں (قصۂ آدم) میں تثنیہ کی بجائے جمع کے صیغے ہیں اور تخاطب بنی نوع انسان سے ہے۔ لہٰذا قصۂ آدم کسی ایک میاں بیوی کا واقعہ نہیں بلکہ نوع انسانی کی فطرت کی سرگزشت ہے۔"

(معارف القرآن جلد دوم ص ۳۹ مصنفہ پرویز صاحب)

اور جب پرویز صاحب کے نزدیک سیاق کی آیات میں کسی ایک میاں بیوی کا واقعہ نہیں ہے بلکہ بنی نوع انسان کی سرگزشت ہے۔ اور تخاطب بنی نوع انسان کو اسی تخاطب میں انبیاء کے آنے کا ذکر ہے تو پرویز صاحب کے "خاتم النبیین" کے مزعوم معنیٰ غلط قرار پائے

قرآن میں خداوند کریم نے اس مقام پر تین دفعہ "بنی آدم" کے الفاظ کا ذکر کیا ہے اور ہر موقع پر "بنی آدم" سے آئندہ کے بنی نوع انسان اس سیاق کلام میں مراد ہیں۔ ملاحظہ ہو ۷/۲۷، ۷/۳۱، ۷/۳۶:۔

(۱) "یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ

وَّکُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۝ (۷/۳۱)

ترجمہ: اے آدم کے بیٹو! ہر مسجد کے قریب یعنی عبادت کرتے وقت یا جس مقام پر تم عبادت کرو بذریعہ لباس زینت اختیار کیا کرو۔ اور کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو۔ کیونکہ وہ (اللہ) اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت کریمہ میں جو احکام دیئے گئے ہیں وہ آئندہ قیامت تک کے بنی نوع انسان کے لئے ہیں۔

(۲) "یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ......" (۷/۲۸)

ترجمہ: اے آدم کے بیٹو! شیطان تم کو (اللہ کی راہ سے) بہکا نہ دے........

اس آیت کریمہ میں بھی خطاب آئندہ زمانہ کے بنی آدم کو ہے یعنی قیامت تک کے بنی آدم کے لئے ہے۔

اسی طرح آیت کریمہ ۳۵ مندرجہ بالا یعنی یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ...... میں بھی بنی آدم کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ نے آئندہ زمانے میں رسولوں کے آنے کا ذکر کیا ہے۔

(۳) "وَلَقَدْ جَآءَکُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّمَّا جَآءَکُمْ بِہٖ ۭ حَتّٰٓی اِذَا ھَلَکَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ

مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ط (۴۰/۳۵)

ترجمہ: اور یقیناً اس (حضرت موسیٰؑ) سے پہلے تمہارے پاس یوسفؑ
دلائل (یا واضح قوانین) لے کر آیا۔ لیکن جو کچھ وہ تمہارے پاس
لایا۔ پس تم اس کے بارے میں شک میں رہے۔ یہاں تک کہ
جب وہ فوت ہوئے تو تم نے کہا کہ اس کے بعد اللہ کوئی (اور)
رسول نہیں بھیجے گا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ لوگوں کے خود ساختہ "ختم نبوت" کے عقیدہ کی مذمت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تم تو وہی لوگ ہو کہ پہلے تو حضرت یوسفؑ کی لائی ہوئی تعلیم میں شک و شبہ میں گرفتار تھے اور حضرت یوسفؑ پر ایمان نہیں لاتے تھے لیکن جب وہ فوت ہوئے تو پھر تم (غلو کرتے ہوئے) کہنے لگ گئے کہ اللہ تعالیٰ حضرت یوسفؑ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں کرے گا اور یہی دلیل مرد مومن نے حضرت موسیٰؑ کی صداقت کے لئے پیش کرتے ہوئے ان کی ہٹ دھرمی اور خود ساختہ عقیدہ - آئندہ نبی نہ بھیجے جانے کا - کی مذمت فرمائی ہے۔ بالفاظ پرویز صاحب کہ:—

"حضرت یوسفؑ کی زندگی میں ملک کی بیشتر آبادی آپ کی
نبوت کے متعلق شک میں رہی۔ جیسا کہ اکثر انبیاء کے ساتھ
ہوا پھر اس کے بعد وہ آپ کی شخصیت سے اس قدر مغلوب
ہوئی کہ غلو میں مبتلا ہو گئی - کہنے لگی - کہ اب کوئی رسول آ
ہی نہیں سکتا اور اسی بنیاد پر انہوں نے بعد میں آنے والوں

سے انکار کیا۔"

(معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۶۲ مصنفہ پرویز صاحب)

ناظرین کرام! آیت کریمہ مندرجہ اور پرویز صاحب کی اس تشریح سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا ختم نبوت کا مزعوم مفہوم تقریباً آیات کے صریحاً خلاف ہے۔ اور پرویز صاحب کے کہنے کے مطابق لوگ نبی وقت کی وفات پر غلو میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کہنے لگ جاتے ہیں کہ اب اس ہمارے نبی کے بعد کوئی دوسرا نبی مبعوث نہ ہوگا۔ یعنی نبوت بند ہونے کا خود ساختہ عقیدہ خلاف سنت اللہ گھڑ لیتے ہیں۔ اسی طرح آج پرویز صاحب خود رد کردہ عقیدہ کو قرآن و سنت اللہ کے خلاف خود بھی اپنا رہے ہیں جس کی مذمت قرآن کریم کر چکا ہے اور جو انبیاء کے مخالفین اپنا رہے تھے اور خدا نے اپنا آخری اٹل فیصلہ اس آیت مذکورہ کے آخری حصہ میں کر دیا ہے:—

"كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ" (۴۰/۳۵)

ترجمہ: اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو جو حق سے تجاوز کرتے
ہوئے (سنت اللہ کے خلاف نبوت کے دروازہ کو بند قرار
دینے والوں) اور اس کے مامورین کو شک و شبہ کی نظر سے
دیکھنے والوں کو گمراہ قرار دیتا ہے۔

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کا واقعہ بیان کرنے کے بعد اپنا آخری اور اٹل فیصلہ صادر فرمایا ہے۔ کہ دروازہ نبوت کو بند سمجھنے اور قرار دینے والے گمراہ ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر مزید کسی اور وضاحت کی گنجائش باقی

رہتی ہے؟ اس کے علاوہ قرآن کریم میں امکانِ نبوت اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے کسی کے نبی ہونے کے متعلق کثرت سے آیاتِ بیّنات موجود ہیں۔ آئندہ صفحات میں ملاحظہ ہوں۔

اب پرویز صاحب کے پیش کردہ اصول اصطلاح اور محاوراتِ عرب کے پیش نظر "خاتم النبیین" کا مفہوم متعین کرنا ہے۔ پس اصطلاح کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اگر کسی کتاب کے مصنف کے کسی لفظ یا ترکیب کی اصطلاحی ترکیب کا مفہوم اور حقیقت معلوم کرنی مطلوب ہو تو اس کتاب میں اسی لفظ یا ترکیب کا مفہوم دیگر مقامات کے پیش نظر معلوم کرنا ہوتا ہے کہ دیگر مقامات میں اس مصنف نے اس ترکیبِ الفاظ یعنی اصطلاح سے کیا مراد لیا ہے اور اگر کسی کتاب میں اس مصنف نے اس اصطلاح یا لفظ کا کسی دیگر مقام میں ذکر نہ کیا ہو بلکہ صرف ایک ہی دفعہ یہ اصطلاح یا لفظ استعمال کیا ہو تو پھر اسی ترکیب یا لفظ کو محاوراتِ عرب سے معلوم کرنا ہوتا ہے۔ چونکہ قرآن کریم میں "خاتم" کا لفظ بترکیبِ اضافی صرف ایک ہی دفعہ استعمال ہوا ہے لہٰذا جماعت احمدیہ کی طرف سے اس بارہ میں چیلنج ہے کہ:۔

عربی زبان میں اور اس کے محاورات میں جب کبھی خاتم النبیین کے طریق پر کوئی مرکب اضافی کسی کی مدح میں استعمال ہوا ہو تو ایسے مرکبِ اضافی کے معنی ہمیشہ اس جماعت مضاف الیہ کے لیے اعلیٰ۔ کامل اور انتہائی افضل فرد کے ہوتے

ہیں جن کے فیض سے مضاف الیہ گروہ کے افراد وجود میں آتے ہیں۔ اس لئے وہ خاتم اپنے کمالِ ذاتی اور تاثیرات میں بے مثال اور عدیم النظیر ہوتا ہے۔ نہ کہ مضاف الیہ افراد کا بند کرنے والا اور مطلق آخری فرد۔

اس وضاحت کے بعد ملاحظہ ہوں وہ امثلہ اور محاوراتِ عرب جن کی رو سے محاورہ اور ترکیب "خاتم النبیین" پر کما حقہٗ روشنی پڑتی ہے:۔

(۱) ابوتمام شاعر کو "خاتم الشعراء" کہا گیا ہے (وفیات الاعیان جلد ۱)
(۲) ابوطیب شاعر کو "خاتم الشعراء" کہا گیا ہے (مقدمہ دیوان متنبی)
(۳) ابوالعلاء المعری کو "خاتم الشعراء" کہا گیا ہے (" " ")
(۴) شیخ علی حزین کو "خاتم الشعراء" کہا گیا ہے (حیات سعدی)
(۵) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو "خاتم الاولیاء" کہا گیا ہے (تفسیر صافی)
(۶) حبیب شیرازی کو "خاتم الشعراء" کہا گیا ہے (حیات سعدی)
(۷) امام شافعیؒ کو "خاتم الاولیاء" کہا گیا ہے (التحفۃ السنیہ)
(۸) شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کو "خاتم الاولیاء" کہا گیا ہے (سرورق فتوحات مکیہ)
(۹) ابوالفضل الآلوسی کو "خاتم المحققین" کہا گیا ہے (سرورق تفسیر روح المعانی)
(۱۰) شیخ الازہر سلیم البشریؒ کو "خاتم المحققین" کہا گیا ہے
(۱۱) امام سیوطیؒ کو "خاتم المحققین" کہا گیا ہے۔ (سرورق تفسیر الاتقان)

(۱۲) حضرت شاہ ولی اللہؒ کو "خاتم المحدثین" کہا گیا ہے
(عجالہ نافعہ)

مراد ان محاورات سے یہ ہے کہ وہ شخص جو ایک گروہ کا خاتم ہے وہ اس گروہ کا بے نظیر فرد ہے اور ایسے افراد کے ظہور کے لئے مؤثر وجود ہے۔

قارئین کرام! اس طرح کثرت سے مثالیں محاوراتِ عرب سے پیش کی جا سکتی ہیں۔ بخوفِ طوالت بارہ مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم فداہ امی و ابی خاتم النبیین یعنی تمام گروہ انبیاء میں سے اکمل اور عدیم النظیر شخصیت ہیں اور تمام انبیاء کے ظہور کے لئے مؤثر وجود ہیں۔ علیہ افضل التحیات والصلوٰۃ والسلام وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ الف الف مرۃ۔ نہ یہ کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی ہی نہیں آئے گا۔

علاوہ اس کے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کثرت سے صفاتی نام قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ حضورؐ کی یہ تمام صفات آپس میں متضاد اور متخالف نہیں ہو سکتیں۔ مثلاً رحمۃ للعالمین بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے اور نبوت بھی رحمت اور نعمت خداوندی ہے۔ اگر خاتم النبیین کا مزعوم مفہوم مطلق آخری نبی صحیح مانا جائے تو یہ مزعومہ صفت ایک ایسی صفت ہوگی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صفاتِ حسنہ بلکہ خدا کی صفت رحمانیت کے منافی اور متضاد متصور ہوگی۔ پس خاتم النبیین کا

ایسا مفہوم نہیں لیا جا سکتا ہے جو حضورؐ کی باقی تمام صفات حسنہ کے منافی ہو بلکہ خدا کے اسماء حسنیٰ کے بھی مخالف ہو۔ چنانچہ نبوت کو خدا نے کہیں بھی زحمت نہیں کہا اور نہ نبوت زحمت ہو سکتی ہے اور نہ کوئی عقل مند مسلمان نبوت کو زحمت سمجھ سکتا ہے۔ ہاں پرویز صاحب کے نزدیک نبوت ایسی وحشت لانے والی چیز ہے جس سے انسان لرزاں و ترساں ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے تو بار بار نبوت کو رحمت اور نعمت فرمایا ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں ہے:۔

"وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْبِیَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا۔" (۵/۲۱)

یعنی موسیٰؑ کے اس کہنے کو یاد کرو۔ جب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کرو جب اس نے تم میں انبیاء مبعوث کئے اور تم کو بادشاہ بنایا۔

دنیوی نعمتوں اور رحمتوں میں حکومت نعمت اور رحمتِ خداوندی ہے ایک قوم کے لئے۔ اور روحانی دنیا میں نبوت رحمت اور نعمتِ خداوندی ہوتی ہے

اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے بارش کو رحمت فرمایا:۔

"وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ۔" (۲/۲۹)

ترجمہ: وہی ہے جو مایوسی کے بعد بارش اتارتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلاتا ہے اور وہی ہے (حقیقی) پناہ دینے والا اور حسب

تعریفوں کا مالک ہے

اسی طرح فرمایا:—

"وَهُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًاۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا (۲۵/۴۹)

یعنی اور وہ خدا ہی ہے جس نے ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے بشارت دینے کے لئے بھیجا اور ہم نے بادل (آسمان) سے پاک (وصاف) پانی اتارا۔

ان آیات میں اور ہمچو دیگر آیات ہائے قرآنیہ میں بارش کو رحمت کہا گیا ہے اور یہ رحمت خدا کی صفت رحمانیت کا ہی فیض ہے۔ اسی طرح نبوت بھی رحمتِ خداوندی ہے اور خدا اپنی صفتِ رحمانیت کے تحت جس کو وہ چاہتا ہے۔ اس رحمت سے مخصوص کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:—

"یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝" (۳/۷۴)

یعنی وہ جسے چاہتا ہے (اسے) اپنی رحمت (نبوت) کے لئے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

پس محاورہ زبانِ عربی کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دراصل ان معنوں میں خاتم النبیین ہیں کہ آپ تمام نبیوں میں نبوت میں انتہائی کمال رکھنے والے اور بے نظیر ہیں اور آپ تمام انبیاء کے لئے مؤثر وجود ہیں آئندہ جو نبی بھی آئیگا وہ آپ کے فیض سے ہوگا اور وہ آپ کی شریعت کا تابع اور آپ کا امتی

ہوگا نہ کہ آپ کی اطاعت سے الگ کوئی مستقل نبی یا تشریعی نبی۔

پرویز صاحب کی لفظ خَتَمَ کی لغوی تحقیق ملاحظہ ہو:—

"(۱) خَتْمٌ کے معنی ہیں کسی چیز کو چھپانا اور ڈھانک لینا۔ اس طرح بند کر کے محفوظ کر دینا کہ اس کا کوئی حصہ باہر نہ نکل سکے۔ جیسے ختم الزرع وغیرہ

(۲) خَتَمَ الشَّیْءَ خَتْمًا: کسی چیز کے آخری سرے تک پہنچ جانا

(۳) ختم اور طبع۔ کا لفظ دو طرح استعمال ہوتا ہے (۱) کسی چیز پر لاکھ لگا کر مہر سے اس پر نشان لگا دینا اور (۲) وہ نقش یا نشان جو اس طرح مہر لگانے سے بن جائے

(۴) خَاتَمٌ۔ وہ چیز ہے (انگوٹھی) جس سے اس لاکھ پہ مہر لگائی جاتی ہے"

(ختم نبوت۔ صفحہ ۶۸-۶۹)

مکرم پرویز صاحب نے خَتَمَ مصدر کے معنی بالترتیب حقیقی معنی اور مجازی معنی کے درج کر دیئے ہیں لیکن وہ حقیقی معانی کو نظر انداز کرتے ہوئے خاتم کا نتیجہ بند کرنا پیش کرتے ہیں جو صحیح نہیں ہے۔

ختم کے حقیقی اور مجازی معنی

خَتَمَهٗ: یَخْتِمُهٗ خَتْمًا وَخِتَامًا طَبَعَهٗ (قاموس المحیط)

خَتَمَ: خَتَمَ خَتْمًا وَخِتَامًا = طَبَعَهٗ وَوَضَعَ عَلَیْهِ الْخَا...

(اقرب الموارد)

ترجمہ: اُسے چھاپا اور مہر لگا دی

اَلْخَتْمُ وَالطَّبْعُ: يُقَالُ عَلٰى وَجْهَيْنِ مَصْدَرُ خَتَمْتُ وَطَبَعْتُ وَهُوَ تَاثِيْرُ الشَّيْءِ كَنَقْشِ الْخَاتَمِ وَالطَّابَعِ وَالثَّانِيْ الْاَثَرُ الْحَاصِلُ عَنِ النَّقْشِ۔"

(مفردات امام راغبؒ)

پس قاموس و اقرب الموارد کے مطابق خَتَمَہ کے معنی ہیں اس کو طبع کیا اور مصدر خَتْم کے معنی ہیں۔ اس پر مہر لگائی۔ (اقرب)

اور مفردات القرآن کے مطابق لفظ خَتْم اور طبع دو طرح استعمال ہوتا ہے۔ (۱) مصدری معنوں میں مراد کسی چیز کا کسی دوسری شئے میں اپنے تاثیرات پیدا کرنا ہیں۔ جیسے مہر اپنا نقش پیدا کرتی ہے۔ اور خاتم النبیّین میں خاتم کے یہی حقیقی معنی مراد ہیں۔ (۲) اس نقش سے جو اثر حاصل ہوتا ہے اس پر بھی خاتم کا لفظ حقیقی معنی میں اطلاق پاتا ہے۔ یعنی مختوم علیہ کا مستند ہو جانا۔

اس لغوی تحقیق سے ثابت ہوا کہ "ختم" کے حقیقی معنی تاثیر الشّیٔ ہے اس لحاظ سے "خَاتَمْ" بہ فتح تا کے معنی تاثیر کا ذریعہ ہوں گے اور "خَاتِمْ" بکسرہ تا کے معنی مؤثر وجود یا صاحب تاثیر وجود کے ہوں گے کیونکہ "خاتَم" بہ فتح تا آلہ ہے اور خاتِم بکسر تا۔ اسم فاعل ہے پس خاتَم اور خاتِم کے حقیقی معنوں میں ایجاد کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے حقیقی معنوں کے پیش نظر نبی کریم صلے اللہ

علیہ وسلّم انبیاء کے لئے خاتَم بمعنی ذریعہ تاثیر قرار پاتے ہیں بلیں انبیاءؑ کے ظہور میں آپ بطور مؤثر نبی ہو کر خاتم النبیّین ہیں۔

مفردات القرآن میں ختم کے دو مصدری معنی تاثیر الشّیٔ اور اثر حاصل لکھنے کے بعد امام راغب علیہ الرحمۃ آگے لکھتے ہیں:۔

"وَيُتَجَوَّزُ بِذَالِكَ تَارَةً فِى الاستيثاق من الشيّ والمنع منه اعتبارًا بما يحصل من المنع بالختم على الكتب والابواب نحو ختم الله على قلوبهم وختم على سمعه وقلبه وتارةً فى تحصيل اثرٍ عن الشيّ اعتبارًا بالنقش الحاصل وتارةً يُجْتَبَرُ منه بلوغ الأخرِ و منه قيل خَتَمْتُ القرآن اى انتهيتُ الى آخره۔"

ترجمہ: اس سے مجازاً کبھی شئے کا مضبوطی سے بند کرنا اور روک دینا مراد ہوتا ہے۔ کتابوں اور بابوں پر مہر لگانے پر قیاس کرتے ہوئے جیسے اللہ نے ان کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور کبھی اس سے مجازاً کسی سے اثر حاصل کرنا ہوتے ہیں۔ نقش حاصل پر قیاس کرتے ہوئے اور کبھی اس سے مجازاً آخر کو پہنچنا مراد ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں قرآن مجید ختم کر لیا یعنی اس کے آخر کو پہنچ گیا۔

پس ختم کے یہ تین معنی۔ بند کرنا۔ تحصیل اثر عن الشّیٔ اور آخر کو پہنچنا مجازی

معنی ہیں۔

اب قابلِ غور یہ امر ہوگا کہ خاتم النبیین میں حقیقی معنی مراد ہیں یا مجازی سو اگر قرآن مجید کی دیگر آیات میں نبوت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی منقطع ہونا مذکور ہو تو پھر تو خاتم النبیین کے مجازی معنی بندش یا آخر کو پہنچنا مراد ہوں گے۔ اور اگر قرآن مجید کی آیات سے یہ ثابت ہو جائے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کے بھیجا جانے کا امکان ہے تو پھر خاتم کے حقیقی معنی تاثیر کا ذریعہ مراد ہوں گے نہ کہ نبیوں کے بند کرنے والے یا مطلق آخری نبی۔

سورۃ اعراف کی آیت "یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ لا فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝" (اعراف: ۳۵) میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے بنی آدم اگر آئندہ تم میں رسول آئیں جو میرے نشان تم پر بیان کریں تو جو لوگ تقویٰ اختیار کر کے اپنی اصلاح کر لیں گے ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اس آیت سے آئندہ نبی کے آنے کا امکان ثابت ہے پس خاتم النبیین میں خاتم کے مجازی معنی بندش اور مطلق آخری نبی اس جگہ مراد نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ آیت کریمہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں خاتم النبیین کی امتیازی صفت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا گیا ہے۔ اس میں مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ فرما کر ابوتِ جسمانی مردان کی نفی فرمائی ہے۔ اس کے بعد لفظ "لٰکِنْ" لایا گیا جو استدراک کے لئے ہوتا ہے یعنی متقدم کلام میں وہم اور اشتباہ کے ازالہ کے لئے ہوتا ہے جو جملہ کے تاخر حصہ کے ذریعہ ہوتا ہے تو فرمایا کہ "لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ" لیکن بوجہ رسول اللہ ہونے کے اپنی امت کے باپ ہیں۔ یعنی ابوتِ جسمانی تو نہیں لیکن ابوتِ معنوی ان کو حاصل ہے اس کے بعد فرمایا "وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" اس کا رسول اللہ پر عطف اور یہ لٰکِنْ" کے زیرِ اثر ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ حضورؐ انبیاءؑ کے خاتم ہیں۔ یعنی انبیاء کے بھی باپ ہیں۔ کیونکہ لفظ خاتم میں ایجاد کا مفہوم پایا جاتا ہے اور چونکہ ابوت میں بھی ایجاد کی حقیقت پائی جاتی ہے۔ اس لئے جب پہلے مَاکَانَ والے جملہ میں ابوت جسمانی کی نفی ہوئی تو دوسرے جملہ سے معنوی ابوت کو ثابت کیا گیا۔ لہٰذا خاتم النبیین کا معنی بند کرنا یعنی انسدادِ نبوت مراد نہیں لیا جا سکتا۔ کیونکہ "لٰکِنْ" جن دو جملوں کے درمیان واقع ہو۔ ان دونوں جملوں میں مغائرت ضروری ہوتی ہے۔ تو جب پہلے حصہ آیت میں نفی ابوتِ جسمانی کی گئی تو دوسرے حصہ میں اثباتِ ابوتِ روحانی لامحالہ ثابت ہوا وَلٰکِنْ سے پہلے اگر منفی جملہ ہو تو قاعدہ یہ ہے کہ اس کے بعد مثبت جملہ ہوتا ہے۔ اس جگہ مثبت جملہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ہے۔ اگر خاتم النبیین کے معنی مطلق آخری نبی لئے جائیں گے جو مجازی معنی ہیں تو معناً یہ جملہ منفی ہو

جاتا ہے حالانکہ وَلٰکِن کے بعد اس مقام پر خاتم النبیّین کے الفاظ جس طرح لفظاً مثبت ہیں معناً بھی مثبت ہیں۔ مطلق آخری نبی کا مفہوم ایسا شخص ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ یہ منفی معنی ہیں۔ لہٰذا یہ معنی اس آیت میں درست نہیں بلکہ مقصود خاتم النبیین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوالانبیاء ثابت کرنا ہے اسی مثبت مفہوم کے پیش نظر اس آیت سے آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

"وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا۔" (۳۳/۴۷)

کہ مومنوں کو خوشخبری سنا دو کہ یقیناً ان کے لئے اللہ کی طرف سے فضل کبیر ہے۔

اور فضل کبیر بجز نبوت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ اسی لئے فرمایا:۔

"وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝" (نساء رکوع ۹)

کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور الرسول (یعنی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں میں شامل ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ نبیوں، صدیقوں

شہیدوں اور صالحین میں سے اور یہ ان کے اچھے ساتھی ہیں اور یہ شمولیت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور خدا کافی جاننے والا ہے۔

یعنی اس کی طرف سے یہ پیشگوئی اس کے کامل علم کی بنا پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں نبی بھی پیدا ہوں گے۔ صدیق بھی، شہداء بھی اور صالحین بھی۔ پس امت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں نبوت کا دروازہ صدیقیت، شہیدیت اور صالحیت کی طرح کھلا ہے۔

ہاں ان سب مدارج کا ملنا فضل الٰہی پر موقوف ہے۔ یہی مفہوم خاتم النبیین کا ہے از روئے قرآن کریم۔

اس آیت کے متعلق پرویز صاحب اپنی کتاب ختم نبوت صہ ۲۴ پر فرماتے ہیں:۔

"جیسا کہ ہم پہلے باب میں صراحت سے بتا چکے ہیں نبوت اکتسابی ملکہ نہیں جو انسان اپنی سعی و کاوش (اطاعت خدا اور رسول) سے حاصل کر سکے یہ خالصتہً وہبی عطیہ تھا جسے خدا اپنی مشیت کے مطابق منتخب افراد کو عطا کرتا تھا۔"

میں نے پہلے بھی لکھا اور بتایا ہے کہ پرویز صاحب کا یہ کہنا ایک مغالطہ دہی ہے۔ کب کسی نے کہا ہے کہ میں اپنے زور بازو سے نبی بن گیا ہوں؟

حقیقت یہی ہے کہ ہر قسم کے انعام خداوندی کے لئے خدا کا فضل شامل حال ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں بھی "ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ" کے الفاظ موجود ہیں۔ البتہ ان کمالات کے حصول کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو شرط قرار دیا گیا ہے اس جگہ جب ان کمالات کے ملنے کو اللہ تعالیٰ فضل قرار دیتا ہے تو یہ نبوت بھی جو امتی کو مل سکتی ہے خدا کی طرف سے دراصل موہبت ہی ہوئی نہ کسبی، ہاں یہ ایک حقیقت ہے کہ نبی کی زندگی قبل از بعثت بھی بے داغ ہوتی ہے چنانچہ حضرت صالحؑ سے ان کی قوم لوجہ ان کی نیکی اور پرہیزگاری کے کہا کرتی تھی۔ "قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا" (۱۱/۶۳) کہ دعویٰ نبوت سے پہلے تو آپ ہماری امیدوں کی آماجگاہ تھے یعنی آپ کی زندگی قابلِ رشک اور بے داغ تھی۔ کوئی عیب آپ میں نہیں تھا۔ اب تم نے کیسے نبوت کا دعویٰ کر کے اپنی تمام نیکیوں پر پانی پھیر دیا۔ اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سابق پاک زندگی قرآن کریم بطور دلیل پیش کرتا ہے۔ "فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ" (۱۰/۱۷) کہ میں نے تم ہی میں زندگی کا بیشتر حصہ گزارا ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ کہ میری زندگی صداقت شعار اور بے داغ رہی ہے اور میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس لئے پرویز صاحب کا بار بار کہنا کہ نبوت خالصتہً موہبت ہے اور کہ مرزا صاحب نبوت کو اکتسابی سمجھ رہے ہیں۔ خالصتہً فریب اور دھوکہ دہی ہے۔ خدا نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ:-

"اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ" (۲۸/۵۷)

یعنی اے نبی! تو جس کو چاہتا ہے اس کو ہدایت نہیں دے سکتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ جس کو چاہے ہدایت دے اور ایمان کے نور سے منور کر دے۔ چہ جائیکہ دیگر مراتب عالیہ یعنی نبوت

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ نے صرف یہ کہا ہے کہ اب نبوت کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا ازبس ضروری ہے کیونکہ اب کوئی نیکی خدا کے نزدیک نیکی نہیں سمجھی جا سکتی۔ جب تک کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں نہ ہو۔ البتہ قبل از بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کسی میں خواہ وہ بظاہر کسی مذہب والوں کا فرد ہوتا تھا نبوت کیلئے صداقت شعاری اور نیکی کا ہونا ضروری ہوتا تھا۔ اور امتی کی زندگی بے داغ ہوتی تھی۔ پرویز صاحب! کیا آپ کے خیال میں خدا راستہ میں کسی کو یونہی پکڑ کر خلعتِ نبوت سے سرفراز کر دیتا تھا؟ اگر ایسا ہے تو ایسے عقلمند نما سفر کو دور سے سلام۔ حقیقت یہی ہے کہ نیک اور پرہیزگار کو ہی خدا تعالیٰ نبوت عطا کرتا تھا۔

پرویز صاحب آیت متذکرہ کے بارے میں جماعت احمدیہ کے استدلال پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"اس سے واضح ہے کہ ان لوگوں کو انبیاء کی رفاقت نصیب ہوگی۔ یہ نہیں کہ یہ خود نبی بن جائیں گے ختم نبوت

کے بعد انسان، مومن، صدیق، شہید، صالح وغیرہ تو بن سکتا ہے نبی نہیں بن سکتا۔ نبی تو کوئی شخص پہلے بھی اپنی کوشش سے نہیں بن سکتا تھا۔ وہ خدا کی طرف سے نبی بنایا جاتا تھا۔ ختم نبوت کے بعد اس کا امکان بھی ختم ہو گیا"

(۲) • اگر انبیاء کی معیت سے انسان خود بھی نبی بن جاتا ہے تو قرآن کریم میں ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَه .... (۴۸/۲۹) محمد رسول اللہ اور جو لوگ اس کے ساتھ (معه) تھے۔ (ان کی خصوصیات یہ تھیں) اور اسی طرح ۲۵ ویوم یعض الظالم علی یدیه یقول یالیتنی اتخذت مع الرّسول سبیلا (۲۵/۲۷) اس دن ظالم اپنی انگلیاں کاٹیں گے اور کہیں گے کہ اے کاش! ہم نے بھی رسول کی رفاقت میں سفر زندگی طے کیا ہوتا۔ ہم نے بھی وہی راستہ اختیار کیا ہوتا جسے رسول نے بتایا۔ اور اختیار کیا تھا۔ ۲ اور آخری بات یہ ہے کہ اگر کسی کی معیت سے انسان خود بھی وہی کچھ بن جاتا ہے تو قرآن کریم میں متعدد مقامات پر آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ مع الصّابرین۔ ان اللہ مع المتقین (تو ان حضرات کی دلیل کی رو سے) صابرین اور متقین کو خدا بن جانا چاہیئے۔ آپ دیکھتے

ہیں کہ یہ حضرات (اپنے دلائل میں) کس طرح تنکوں کے پل بناتے ہیں اور اس پر سے ہاتھی گزارنے کی کوشش کرتے ہیں"۔
(ختم نبوت صفحہ ۲۴۰۔۲۴۱۔۲۴۲)

پرویز صاحب کے آیت کریمہ ۴/۶۹ کے متعلق مندرجہ ذیل اعتراضات ہیں:۔

۱۔ اس آیت کی رو سے انسان سب کچھ بن سکتا ہے لیکن نبی نہیں بن سکتا۔

۲۔ معیت کے معنی ہیں رفاقت۔ نہ یہ کہ وہ خود اس درجہ پر فائز ہو جاتا ہے۔

قارئین کرام! آپ یقیناً سمجھ جائیے کہ جب پرویز صاحب کے یہ غیر معقول شگوفے دیکھتا ہوں تو اپنے حسن ظن پر ندامت سے پسینہ پسینہ ہو جاتا ہوں پرویز صاحب فرماتے ہیں کہ اس آیت کی رو سے ایک انسان صدیق شہید اور صالح بن سکتا ہے لیکن نبی نہیں بن سکتا۔ حالانکہ چاروں مدارج اسی ایک آیت میں بالترتیب مسلسل بلا کسی تفریق اور بلا کسی فصل کے بسلسلہ عطف مذکور ہیں۔ اگر نبی نہیں بن سکتا تو باقی درجات بھی حاصل نہیں کئے جا سکتے۔ اگر صالح اور شہید وغیرہ بن سکتے ہیں تو نبی بھی بن سکتا ہے۔ جبکہ ان چاروں درجات کے ساتھ بلا کسی تفریق کے لفظ "مع" آیا ہے اور یہ ایک دوسرے پر عطف کے ذریعہ سے وابستہ ہیں اور معطوف اور معطوف علیہ دونوں کا حکم ایک ہوتا ہے سو اگر نبی نہیں بن سکتے تو پھر صدیق شہید اور صالح بھی نہیں بن سکتے کیونکہ آگے ذکر رفاقت کا ہے۔ جب

رفاقت کے ذکر کے باوجود صدیق، شہید، صالح بن سکتے ہیں تو نبی بھی بن
سکتے ہیں کیونکہ معمولی رفاقت مراد نہ ہوگی بلکہ اعلیٰ رفاقت مراد ہے۔

مکرم پرویز صاحب نے بعض آیات کو جن میں "مع" کا لفظ آیا ہے
اس غرض کے لئے پیش کیا ہے کہ ان آیات میں "مع" ان معانی میں استعمال
نہیں ہوا جو معنی احمدی آیت متذکرہ میں لیتے ہیں۔ مکرم پرویز صاحب
جو اصول قرآن فہمی کے لئے بیان کرتے ہیں وہ بالکل صحیح اور درست
ہوتے ہیں لیکن جب وہ مقام سامنے آجاتے جہاں ان اصول کے
پیش نظر مفہوم آیت متعین کرنا ہو وہاں پر اپنے بیان کردہ اصول کو
یکسر نظر انداز کرتے ہوئے من مانی تفسیر کر دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:-

"تصریف آیات کا سوال سامنے آیا۔ تصریف آیات سے
مفہوم یہ ہے کہ کسی ایک موضوع کے متعلق قرآن کریم میں
جو کچھ آیا ہے اسے یکجا اپنے سامنے رکھا جائے اور پھر ان
آیات کے الفاظ کے صحیح مفہوم اور سیاق و سباق کے مطابق
دیکھا جائے کہ قرآن اس موضوع کے متعلق کیا راہنمائی دیتا
ہے۔" (پرویز صاحب کا انٹرویو۔ سوال ۱۳
طلوع اسلام اگست سنہ ۷۳ء)

پرویز صاحب اگر اپنے اس اصل کے پیش نظر آیت متذکرہ کا صحیح
مفہوم تلاش کرکے پیش کرنا چاہتے تو کوئی دشواری نہ تھی لیکن جب نیت
بخیر نہ ہو تو بہانہ تلاش کرنے کے لئے وہ آیات پیش کرتے ہیں جن سے

ان کے باطل معنی کو سہارا ملے اور اپنے ہی وضع کردہ اصول کے خلاف چلتے ہیں
حالانکہ قرآن کریم میں "مع" کا لفظ اس مفہوم میں جو اس آیت میں ہے
قرآن کریم کی دیگر آیات میں بھی استعمال ہوا ہے۔ لیکن وہ ان کی طرف آنکھ
اٹھا کر دیکھنا ہی نہیں چاہتے۔ اس موقع کے لحاظ سے سیاق و سباق اور قرآن
کریم کے دیگر مقامات سے اسی موضوع کے متعلق مفہوم ملحوظ رکھنا ضروری تھا
مفردات القرآن کے مطابق معیت زمانی بھی ہوتی ہے اور مکانی بھی۔ اور
مرتبہ میں بھی ہوتی ہے۔ پرویز صاحب کی پیش کردہ آیت مُحَمَّدٌ رَّسُولُ
اللہ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ.......... (۴۸/۲۹) میں معیت زمانی معہ ایمان مراد ہے
چنانچہ آیت کے اگلے الفاظ "اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ
بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا" (الآیۃ) ایمان لانے والوں کے
لئے قرینہ ہیں۔

"وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ
اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا" (۲۵/۲۷)

میں "مع" سے مراد یہ ہے کہ یہ کافر لوگ کہیں گے کہ کاش ہم اس رسول کے
ساتھ راہ اختیار کرتے۔ اس جگہ معیت زمانی معہ ایمان مراد ہے ایمان پر
مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا کے الفاظ دال ہیں۔

اسی طرح "اِنَّ اللہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ" اور "اِنَّ اللہَ مَعَ
الْمُتَّقِیْنَ" میں "مع" سے نہ یہ مراد ہے کہ اللہ جل و علیٰ شانہ صابر
انسان بنتا ہے یا متقی انسان۔ اور نہ یہ مراد ہے کہ متقی یا صابر انسان

خدا نیتا ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت متقی اور ابرار کے ساتھ ہوتی ہے (ملاحظہ ہو مفردات القرآن)

یہ ہیں وہ آیات جو پرویز صاحب نے اپنے وضع کردہ اصول کو بالائے طاق رکھ کر اپنے اصولوں کے اظہار کے لئے پیش کی ہیں۔ اب ان آیات کو ملاحظہ فرمائیں جن میں "مع" سے ، درجات ملنا مراد ہیں:-

(۱) آیت متذکرہ متنازع فیہا۔ ۶۹/۴

(۲) "رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ" (۳/۱۹۴)

یعنی اے ہمارے رب ہمارے گناہوں کو بخش اور ہماری کمزوریوں کو دور فرما اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں شامل کرکے وفات دے۔ (نہ کہ صرف نیک بندوں کے ایک ساتھ وفات دے)

(۳) "رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ" (۳/۵۳)

یعنی اے رب ہمارے! جو کچھ تو نے اتارا ہے اس پر ہم ایمان لاتے ہیں اور ہم اس رسول کے متبع ہو گئے ہیں پس تو ہمیں زمرۂ شاہدین میں لکھ کر شامل کر دے۔ (زمرۂ شاہدین کی فہرست میں وہی لکھا جا سکتا ہے جو خود شاہد ہو۔)

اس آیت میں لفظ "مع" کے متعلق تحقیق کرتے ہوئے لغت کے مشہور امام راغبؒ فرماتے ہیں:-

"قوله فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ اى اجعلنا فى زمرتهم اشارةً الى قوله تعالىٰ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۴/۶۹"

(مفردات راغبؒ ص۲۳۵)

یعنی خدا تعالیٰ کے قول "فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ" کے معنی ہیں کہ ہم کو زمرۂ شاہدین میں داخل کر اور اس میں خدا تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے کہ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۴/۶۹

(۴) "رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ" (۵/۸۴)

یعنی اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ہیں پس تو ہمیں زمرۂ شاہدین میں شامل کر دے۔

(۵) "وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ" (۵/۸۵)

یعنی ہم خواہش کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک بنا کر نیک لوگوں میں شامل کرے۔

(۶) اَبٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ۔" (۱۵/۳۲)

یعنی ابلیس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے یعنی سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

یہ چھ آیات قرآنیہ ہیں جن میں "مع" بمعنی "من" استعمال ہوا ہے۔ معمولی شد بد رکھنے والا اس آیت ۴/۶۹ کے متعلق یہ فیصلہ

کرسکتا ہے کہ یا تو ہر چار درجات اس آیت کی رُو سے حاصل ہو سکتے ہیں یا یہ چاروں درجات حاصل نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی اس آیت میں درجہ نبوت دیگر تین درجات سے علیحدہ کرکے حکم امتناعی صادر کرنا چاہتا ہے تو اس کو اپنے دماغ کے علاج کی فکر کرنی چاہیئے۔

(۱) انسان کا خدا بننا یا خدا کا انسان بننا محال ہے۔ اس وجہ سے ان جیسی آیات میں تائیدِ الٰہی ہی مراد ہے۔ آیت ۲/۱۵۲، ۲/۱۹۴، ۸/۶۲، ۸/۴۶

(۲) بعد از مرگ کسی کی یہ خواہش کہ دنیا میں پھر جاؤں اور نبی سے تعاون کروں اور اس پر ایمان لاؤں یہ بھی ناممکن ہے ۲۵/۴۷

(۳) ابلیس کا ساجد بننا بھی ناممکن ۱۵/۳۲

(۴) انسان کا صالح بننا ۵/۸۵ ممکن ہے۔ اسی طرح شہید بننا۔ صدیق بننا بھی ممکن ہے اور ان ہر سہ ممکن الوقوع کے ساتھ نبی کا بھی ذکر کرنا فی البدیہہ ثابت کرتا ہے کہ یہ نبوت بھی ان ہر سہ مدارج کی طرح ممکن الحصول ہے۔

بہرحال بحث مندرجہ سے ثابت ہوا کہ آیت کریمہ "خاتم النبیین" میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوتِ معنوی حاصل ہے اور آیت "خاتم النبیین" میں خاتم سے مؤثر وجود مراد ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ختم نبوت یعنی ابوتِ معنوی کی تائید میں قرآنِ کریم کی تیسری آیت:

کفار قریش میں سے ایک گروہ جس کا لیڈر عاص بن وائل تھا وہ

کہتا تھا دَعُوْهُ فَاِنَّهٗ رَجُلٌ اَبْتَرُ اِذَا هَلَكَ فَاسْتَرَحْتُمْ مِنْهُ کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی حالت پر چھوڑ دو کہ جو کچھ یہ کرنا چاہتا ہے۔ کرتا رہے اور چونکہ یہ ایک لاولد آدمی ہے (یعنی نرینہ اولاد اس کی نہیں ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے مشن کو چلا سکے) جب یہ فوت ہو جائے تو تم چین کا سانس لے سکو گے اور اس کا مشن دھرے کا دھرا رہ جائے گا۔ اس کے جواب میں خدا نے فرمایا:۔

"اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝
اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝" (سورۃ کوثر)

ترجمہ: (اے نبی!) یقیناً ہم نے تجھے کوثر عطا کیا ہے۔ سو تو (اس کے شکرانے میں) اپنے رب کی (کثرت سے) عبادت کر اور اسی کی خاطر قربانیاں کر اور یقین رکھو کہ تیرا مخالف ہی ابتر ہے (اور ابتر رہے گا)

قارئین کرام! اس سورۃ کوثر میں اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتر ہونے کے اعتراض کو ردّ کرتے اور حضورؐ کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچنے کا تصور دلانے کیلئے فرماتا ہے کہ مخالفین کا کہنا غلط ہے کہ تو ابتر ہے بلکہ تجھ کو ہم نے کوثر دیا ہے۔ جہاں تک ظاہری طور پر نرینہ اولاد نہ ہونے کا تعلق ہے تو اس لحاظ سے مخالفین کا کہنا درست تھا جبکہ خدا نے فرمایا کہا ہے کہ "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ" لیکن اس کے باوجود خدا فرماتا ہے کہ تو ابتر نہیں بلکہ صاحبِ کوثر ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ

کہ یہ کہ تیرے مخالفین ابتر ہیں (یعنی ابتر ثابت ہوں گے) خدا نے سورۃ
کوثر میں "ابتر" کے مقابل میں کوثر کو رکھا ہے۔ پس اس سے صاف ثابت
ہوا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہنے کی غرض و غایت ہی
یہی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوتِ معنوی ثابت ہو جائے اور یہ
سورۃ کوثر جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خدا نے فرمایا کہ ہم نے
تجھ کو کوثر عطا فرمایا ہے۔ مراد یہ ہے کہ تیری روحانی اولاد بہت ہوگی
جو تیرے مشن کو چلانے والی ہوگی اور اس کے برخلاف تیرے مخالفین ابتر
یعنی لاولد رہ جائیں گے اور ان کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ
جائیں گے۔ چنانچہ دیکھ لو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے بدترین دشمن
قریشِ مکہ میں تھے ان میں ابوسفیان، ابوجہل، ولید، اور عاص وغیرہ
تھے جو باوجود بظاہر صاحبِ اولاد ہونے کے لاولد ہیں۔ ابوسفیان کے
بیٹے معاویہ رض سے کون واقف نہیں۔ جس سے بنو امیہ خاندان چلا۔ جو
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا (روحانی) بیٹا بنا۔ جس نے سپین تک حکومت
کی اور اب تک ان کی اولاد اور نسل باقی ہے۔ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ رض اسلام
کا جرنیل بنا یہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی بیٹا بنا۔ ولید کا بیٹا
خالد رض سیف اللہ کا خطاب پانے والا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا
بنا اور عاص کا بیٹا عبدالرحمٰن رض بن عاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی
فرزند بن کر اسلام کے عقلمند قاضی کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ تو لفظ "کوثر"
کے عام معنی کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی، عام روحانی اولاد کے متعلق

وضاحت تھی۔ جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اور معنوی ابوت
ثابت ہے لہٰذا پرویز صاحب کے قاعدہ تصریفِ آیات کے پیشِ نظر
وَلٰکِن رَّسُوْلَ اللہ کی تفسیر ہے۔ اب آگئے "کوثر" کی مزید تحقیق ملاحظہ کریں:۔
"کَوْثَر" کا معنیٰ ہے اَلْکَثِیْر من کلّ شیءٍ۔ السید کثیر
الخیر۔ الرجل الکثیر العطاء والخیر۔ (مفردات امام راغبؒ)
پس اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر کے معنی ہوئے:۔

(۱) اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الکثیر من کلّ شیءٍ۔ یعنی ہم نے تم کو ہر چیز
کثرت سے دی ہے۔

(۲) اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ السید کثیر الخیر، یعنی ہم نے تم کو کثیر الخیر
والا سردار عطا کیا ہے۔

(۳) اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الرّجل الکثیر العطاء والخیر، یعنی ہم نے
آپ کو بڑا فیاض اور بڑی نیکیاں پھیلانے والا رجل عطا کیا ہے

چونکہ اس سورۃ میں اور اس کے پہلی آیت اور آخری آیت میں
عاص بن وائل اور ان کے ہمنواؤں کی تردید صاف ظاہر ہے۔ لہٰذا
"اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر" سے بغیر کسی تردد کے روحانی اولاد ہی
مراد ہے اور اس لغوی تحقیق کے پیشِ نظر حضورؐ کے ایک عظیم الشان
روحانی فرزند کے متعلق پیشگوئی بھی آیتِ خدا کے لفظ "کوثر" سے
ثابت ہے۔ اس لئے "خاتم" کے معنی "مہر" میں ایجاد اور تاثیر کا
مفہوم پایا جاتا ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتی کیلئے

آئندہ نبوت ملنے میں موثر وجود ہیں۔ الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ آپ کی فرزندی اختیار کرنے والے حضور کی خاتمیت (ابوت) سے بقدر استعداد متاثر ہو سکیں گے۔ پس خاتم النبیین کی حقیقی تفسیر خدائے بزرگ و برتر نے آیت "إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ" سے مطابق اصول پیش کردہ پرویز صاحب فرما دی ہے اور یہی وہ خصوصیت کبریٰ ہے جو کسی نبی میں کسی زمانہ میں نہیں پائی گئی۔ اور ان حقیقی معنوں میں کوئی نبی خاتم النبیین نہیں کہلا سکتا۔

اس حقیقت کو دوبارہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ میں ساری حقیقت لفظ کوثر میں ہے اور صحیح حقیقت اور عقدہ کشائی کے لئے إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ بطور کنجی کے ہے۔ پس کوثر کا معنیٰ ہے الخیر الکثیر من کل الشیئ

اس معنی کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ تمہارے مشن کے چلانے والی روحانی اولاد کثرت سے ہوگی۔ اس لئے فکر نہ کرو۔ علاوہ اس کے تیرا ایک عظیم الشان روحانی بیٹا بھی ہوگا۔ جو تیرے مشن یعنی قرآن کریم کو اکناف عالم میں پہنچائے گا۔ جس کی طرف کوثر کے دوسرا اور تیسرا معنیٰ توجہ دلا رہے ہیں۔ جو یہ ہیں:۔

کوثر: السید کثیر الخیر، الرجل الکثیر العطاء والخیر

یعنی تیرے روحانی اولاد میں ایک کثیر العطاء والخیر روحانی بیٹا بھی ہوگا جو اس وقت مبعوث ہوگا۔ جب مسیحی اس بات کے لئے تیاریاں

کرتے ہوں گے کہ وہ مکہ میں بھی صلیبی پرچم لہرائیں۔ پس تو فکر نہ کر کہ وہ کثیر العطاء والخیر قرآن کریم سے ہی اسکی حقانیت دنیا پر ظاہر کر دے گا اور یہ عظیم المرتبت تیرا روحانی بیٹا تیرے دین کا خادم ہوگا۔

ہمارے نزدیک یہ انسان حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ ہی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق مبعوث ہوئے ہیں۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا ہر سہ آیات ہی آیت خاتم النبیین متنازعہ فیہ سے اور آیت مَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ۔ (۴/۶۹) سے اور إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ سے جہاں امکان نبوت ظاہر ہے وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہی نبی کا ہونا اظہر من الشمس ہے۔ اب ایک چوتھی آیت ملاحظہ فرمائیں:۔

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۙ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ۝" (احزاب - ۴۶-۴۷)

ترجمہ: اے نبی ہم نے تجھ کو اس حال میں بھیجا ہے کہ تو (دنیا کا) نگران یا گواہ ہے اور (مومنوں کو) خوشخبری دینے والا۔ اور (کافروں کو) ڈرانے والا بھی ہے اور نیز اللہ کے

حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور ایک روشن کرنیوالا سورج ہے

قارئین کرام! یہ آیت کریمہ بھی سورۃ احزاب کی ہے اور آیت خاتم النبیین اسی سورۃ کی آیت ۴۰ ہے۔ میں نے کچھ دلائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے انہیں سے فیض یافتہ ہو کر خدا سے نبوت کی خلعت سے سرفراز ہونے کے متعلق پیش کئے ہیں اور کچھ اب پیش کر رہا ہوں لیکن میں قارئین کی خدمت میں دردمندانہ دل سے التجا کرتا ہوں کہ تمام موافق اور مخالف دلائل کو نظر انداز کرتے ہوئے۔ صرف آیت خاتم النبیین اور اس کا سیاق و سباق ملاحظہ فرمائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی مسلمان خالی الذہن ہو کر صرف ان آیات یعنی آیت ۳۷ تا آیت ۴۸ پر جو سورہ احزاب کی ہیں۔ غور فرمائے گا تو حقیقت الامر اس پر واضح ہو سکتی ہے یہ آیت کریمہ آیت خاتم النبیین بلکہ لفظ "خاتم" کی بے خطا تفسیر ہے۔ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر صفات کے علاوہ سِرَاجًا مُّنِیْرًا بھی قرار دیا گیا ہے اور خدائے علیم و حکیم نے کافی حد تک حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے "خاتم النبیین" ہونے کی تفسیر فرما دی ہے۔ اب یہ پرویز صاحب یا دیگر لوگوں کی مرضی ہے کہ حق کو قبول کر کے "لا یخافون لومۃ لائم" کی مومنانہ خصلت اختیار کریں یا انکار پر مصر رہیں۔

سِرَاجًا مُّنِیْرًا:۔ نور (روشنی) دینے والا سورج

سورج کے خواص: سورج کی روشنی ذاتی ہے۔ سورج دن کے وقت

ذاتی روشنی سے دنیا کو منور کرتا ہے۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذاتی روشنی سے بہ نفس نفیس جب تک بقید حیات تھے۔ دنیا کو روشنی دیتے رہے اور اس کی طرف شَاہِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا۔ وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ میں اشارہ ہے اور جس طرح سورج رات کو آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے تو اسی سورج سے ستارے اور چاند روشنی لیکر دنیا کو منور کرتے ہیں اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ چاند ستاروں کی روشنی ذاتی نہیں بلکہ سورج سے مستفاض ہوتی ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضور کے فیض سے فیض یاب ہو کر یعنی مخلص امتی ہو کر حضور ہی کی صفات عالیہ کو اپنی اپنی استعداد کے مطابق جذب کر کے دنیا کو منور کرتے چلے آئے ہیں اور جس طرح چودھویں رات کو "قمر" مکمل طور پر سورج کے سامنے ہوتا ہے تو سورج کا مکمل عکس اپنے آپ میں جذب کر کے دنیا کو منور کرتا ہے اور اس وجہ سے "قمر" سے "بدر" کا نام اختیار کر لیتا ہے۔ اسی طرح چودھویں صدی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مخلص امتی اس روحانی سورج سے مکمل طور پر فیض یاب ہو کر "امتی نبی" کا نام اختیار کر رہا ہے۔

اس آیت اور آیت خاتم النبیین میں آنے والے مجددین اور خصوصیت کے ساتھ چودھویں صدی کے مامور کی پیشگوئی تھی اور ہے اور خدا کا ہزار ہزار شکر اور حمد ہے کہ ۱۴ سو سال کے بعد رب العزت کی کہی ہوئی بات آج ہم بچشم خود پوری ہوتی دیکھ رہے ہیں اور اس

لئے خدائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور خدائے قرآن کے حي وقيوم ہونے کے متعلق ہمارا ایمان مضبوط تر ہو رہا ہے۔ فالحمد للہ الف الف مرۃ!

(۵) أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ○

(سورۃ ھود آیت ۱۸)

ترجمہ: پس کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر قائم ہے اور جس کے پیچھے بھی رب کی طرف سے ایک گواہ آئے گا۔ (یعنی خدا کا مامور ہوگا) اور اس سے پہلے بھی کتابِ موسیٰؑ آ چکی ہے جو اس کی تائید کر رہی ہے اور جو اس کے مثیل سے پہلے لوگوں کے لئے امام و رحمت تھی۔ (ایک جھوٹے مدعی نبوت جیسا ہو سکتا ہے) وہ یعنی (موسیٰؑ کے سچے پیرو) اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان مخالف گروہوں میں سے جو کوئی انکار کرتا رہے گا۔ دوزخ ان کا موعود ٹھکانا ہے۔ پس اے مخاطب تو اس کے متعلق کسی قسم کے

شک میں نہ پڑ۔ وہ یقیناً حق ہے اور تیرے رب کی طرف سے ہے۔ لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

اس آیت جلیلہ میں اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت تین گواہوں سے ثابت کرتا ہے:۔

(۱) ایک اپنی ذاتی شہادت یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ذات بحیثیت کردار اور اخلاق اور بحیثیت معجزات و آیات قرآنی۔

(۲) دوسرا گواہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے لئے وہ شخص ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آئے گا اور جو اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا ہوگا یعنی امتی ہوگا۔ لیکن ہوگا خدا کی طرف سے مامور۔

(۳) تیسرا گواہ حضرت موسیٰؑ کی کتاب تورات ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق پیشگوئیاں موجود ہیں۔ اور جو حضورؐ کے آنے سے پوری ہوئیں۔

پس اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تینوں زمانوں حال، مستقبل اور ماضی کی گواہی پیش کی گئی ہے۔ مجھے گواہ ۲ کے متعلق وضاحت کرنی ہے۔

اس آیت کریمہ میں گواہ ۲ کے سلسلہ میں دو لفظ ایسے ہیں جن پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہو گا۔ کہ یہ گواہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہو گا۔ اور ہو گا نبی۔ وہ الفاظ یہ ہیں "یتلوہ" اور "شاہد"۔

پرویز صاحب کی کتاب لغات القرآن سے بھی ان الفاظ کی تحقیق
پیش خدمت ہے:-

" یَتْلُوْہُ:- تَلَاوَتُہٗ - تِلْوًا: میں اس کے پیچھے
پیچھے چلا- راغبؒ نے کہا ہے کہ تِلَاوَۃٌ کے معنی
متابعت (پیچھے پیچھے چلنے- اتباع کرنے) کے ہیں یہ کبھی
جسمانی طور پر ہوتے ہیں اور کبھی احکام کا اتباع ہوتا ہے"

(لغات القرآن جلد ۱ صفحہ ۳۸۲ مصنفہ پرویز صاحب)

"شَاهِدٌ- شَهِدَ- يَشْهَدُ: اور رسول اس اعتبار
سے شاہد ہوتا ہے۔ ۴/۴۱ کہ جن حقائق کو وہ اپنی آنکھوں
کے سامنے بے نقاب دیکھتا ہے (اسی کو نبوت کہتے ہیں)
انہیں وہ دوسروں کے سامنے پوری قطعیت کے ساتھ بیان
کر دیتا ہے (اسے رسالت کہتے ہیں)"

(لغات القرآن جلد ۲ صفحہ ۹۸۲ مصنفہ پرویز صاحب)

قارئین کرام! آیت قرآنیہ ہذا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے تین عظیم الشان گواہ پیش کیے گئے ہیں جو حال- ماضی اور مستقبل سے متعلق ہیں۔

(۱) زمانہ حال کا گواہ خود بہ نفس نفیس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان پر نازل شدہ قرآن عظیم ہے

(۲) حضرت موسیٰؑ کی کتاب جس میں اس موعود عظیم الشان نبی حضرت خاتم النبیین کے متعلق پیشگوئیاں تھیں جن کی وجہ سے اہل حق کو اس موعود

کا انتظار تھا- یا انتظار کرنا چاہیئے تھا۔

(۳) ایک گواہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعداروں یعنی امت میں سے ہونے والا شاہد یعنی امتی نبی ہے جس نے اکناف عالم میں اسلام اور اس کے بانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے لئے تن- من- دھن سب کچھ قربان کر دیا- اور اسلام اور بانی اسلام کی صداقت اور افضلیت کا سکہ اکناف عالم میں قائم کیا اور قائم کر رہا ہے- آیت جلیلہ مندرجہ بالا "یَتْلُوْہُ شَاهِدٌ مِّنْهُ" سے مراد حضورؐ کا ایک جلیل القدر فرزند روحانی یعنی امتی نبی مراد ہے۔

"شاہد" کے معنی "نبی" خود پرویز صاحب کو مسلّم ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

ان پانچ آیات ہائے قرآنیہ سے خاتم النبیین کا مفہوم بلا کسی تذبذب کے متعین ہوا- جس سے جماعت احمدیہ اور حضرت مسیح موعودؑ کے بیان کی حتمی طور پر تصدیق ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوت معنوی حاصل ہے جس کے لئے قرآن میں خاتم النبیین کے الفاظ آئے ہیں- جن کے معنوں میں ایجاد کا مفہوم پایا جاتا ہے (اور انسداد نبوت کے مزعوم مفہوم کی تائید قرآن کریم کی کسی آیت سے پرویز صاحب ثابت نہیں کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

" اس نکتہ کو یاد رکھو کہ میں نبی اور رسول نہیں ہوں۔

باعتبار نئی شریعت اور نئے دعویٰ اور نئے نام کے اور میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔"

(نزول المسیح صہ ۳)

اسی طرح اپنی تصنیف حقیقۃ الوحی صہ ۲۸-۲۷ پر فرماتے ہیں:۔

"اس لئے قدرت کی تجلیات کا پورا اور کامل حصہ اس کو (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناقل) ملا۔ اور وہ خاتم الانبیاء بنے۔ مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا۔ بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے۔ بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اس کی امت کے لئے قیامت تک مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں ایک وہی ہے جس کی مُہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے۔"

بحث ہذا سے جہاں امکانِ نبوت ثابت ہوا۔ وہاں روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ حضورؐ ہی کے فیض سے ان کا امتی فیض یافتہ ہو کر مقام نبوت پر فائز ہو سکتا ہے اور اسی کو ہم ظلیت کہتے ہیں۔

آنے والے کا عقیدہ اور اس کی پیشگوئی۔

پرویز صاحب اسی ذیلی عنوان کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"اب ایک قدم آگے بڑھیئے۔ ختم نبوت کا عقیدہ کسی مذہب میں نہیں تھا اس لئے ان میں سے ہر ایک کے ہاں ایک آنے والے کا عقیدہ پیدا ہوگیا۔ یہودیوں نے کہا کہ ایک مسیحا آئے گا جو ان کی تمام مصیبتوں کو حل کر دے گا۔ عیسائیوں نے کہا کہ حضرت مسیحؑ زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ وہ آخری زمانے میں آئیں گے اور عیسائیت کا غلبہ قائم کریں گے۔ ہندو آخری زمانے میں کلکی اوتار کے منتظر ہیں۔ بدھ مت کے پیرو میتا بدھ کے منتظر۔ مجوسی (پارسی) بھی عیسائیوں کی طرح اپنے نبی میتھرا کو زندہ آسمان پر تصور کرتے اور آخری زمانہ میں اسی کی آمد کے منتظر ہیں۔ انہوں نے اس باب میں (عیسائیوں کے مقابلہ میں) اتنی تبدیلی کی کہ وہ آنے والا وہی پہلا میتھرا نہیں ہوگا۔ اس کا ظل یا بروز یا مثیل ہوگا۔ قرآن آیا اور اس نے ان تمام اہل مذاہب سے پکار کر کہہ دیا کہ تم جس آنے والے کے انتظار میں ہو وہ رسول کافۃ للناس آ گیا ہے۔ یہی تمہارا نجات دہندہ ہے۔ اسی کے اتباع سے اُس دین کو غلبہ حاصل ہوگا۔ جیسے تمہارے نبی نے اپنی

اصلی شکل میں پیش کیا تھا...... الخ"

(ختم نبوت ص۸۰-۸۱)

قارئین کرام! اکرم پرویز صاحب کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک آنے والے کے متعلق مختلف قوموں کے عقیدہ رکھنے کی وجہ ختم نبوت کا نہ ہونا بیان کرتے ہیں۔ گویا اہل مذاہب نے یہ عقیدہ فرضی طور پر گھڑ لیا تھا لیکن خود ہی وہ آگے چل کر قرآن مجید کو پیش کر کے اس عقیدہ کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دے رہے ہیں۔ اس لحاظ سے گویا یہ عقیدہ قوموں کا درست تھا اور یہ پیشگوئی صحیح تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں پوری ہو گئی۔ اب ختم نبوت ہو جانے پر وہ لکھ رہے ہیں:-

"لیکن ہم نے دوسرے اہل مذاہب کی طرح اپنے ہاں بھی آنے والے کا عقیدہ وضع کر لیا۔ ہر صدی کے آخر ایک مجدد، آخری زمانہ میں امام مہدیؑ اور ان کے ساتھ آسمان سے نازل ہونے والے حضرت عیسےٰؑ۔"

(ختم نبوت ص۸۲)

پرویز صاحب اپنے اس بیان میں تضاد بیانی کا شکار ہیں کہ ایک آنے والے کے متعلق عقیدہ ختم نبوت ص۸۰ پر تو یہ لکھتے ہیں کہ ایک آنے والے کے متعلق عقیدہ پہلی قوموں میں ختم نبوت کا عقیدہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے تھا۔ اور پھر اس عقیدہ کو صحیح قرار دے کر رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کو اس کا مصداق بھی قرار دے رہے ہیں۔

واضح رہے کہ حقیقت یہ ہے کہ الہامی صحیفے جو آج تک موجود ہیں۔ اور زمانہ کی دستبرد سے بچے ہوئے ہیں ان میں خصوصیت کے ساتھ ان تمام ادیان میں موعود نبی کی پیشگوئی موجود ہے مثلاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق توریت میں یہ پیشگوئی ہے:-

"خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان تیرے ہی بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔"

(توریت باب استثناء باب ۱۸ آیت ۱۵)

اس پیشگوئی کی تائید و تصدیق قرآن مجید نے ان الفاظ میں فرما دی ہے:-

"إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا ۵ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ
كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۵"

(سورۃ المزمل: ۱۶)

یسعیاہ میں مسیح ناصریؑ کے متعلق پیشگوئی:

"دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا پیدا ہوگا۔"

(باب۷ آیت ۱۴)

جس کی تائید انجیل میں موجود ہے (انجیل متی باب۱ آیت ۲۳)

انجیل میں مسیح کی دوسری آمد کے متعلق پیشگوئی:

"دیکھو تمہارا گھر تمہارے لئے ویران چھوڑا جاتا ہے کیونکہ

"میں تم سے کہتا ہوں کہ اب سے مجھے پھر نہ دیکھو گے جب
تک نہ کہو گے کہ مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے"

(انجیل متی باب ۲۳ آیت ۳۸-۳۹)

انجیل کی مندرجہ بالا عبارت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد مسیح کی آمد ثانی کے مظہر کی پیشگوئیاں بیان ہوئی ہیں مسیح کی آمد ثانی کا تعلق نئی خلقت یعنی بروز سے ہے انجیل متی ۱۹ باب ۲۸ آیت

چونکہ خاتم النبیین کے معنی مطلق آخری نبی نہ تھے بلکہ الشان آخری التشریعی نبی تھے۔ جس کی مہر نبوت سے تمام انبیاء کی نبوتیں مستند ہیں اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ایک پیشگوئی ایک ابن مریمؑ کے نزول کے متعلق بیان ہوئی:-

"کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم امامکم
منکم"

جس کے معنی یہ ہیں کہ تم لوگ کیسے ہو گے جب کہ ابن مریم تم میں نازل ہو گا درآنحالیکہ وہ تم میں سے تمہارا امام ہو گا۔ اس آنے والے کا حلیہ حدیث نبویؐ میں عیسیٰؑ سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل مسیحؑ تھے مختلف بیان ہوا ہے یعنی امت میں سے آنے والے ابن مریم کا حلیہ گندمی رنگ اور لٹکتے بالوں والا بیان ہوا ہے جبکہ پہلے مسیح عیسیٰ بن مریم کا حلیہ سرخ رنگ والا اور گھنگریالے بالوں والا بیان ہوا ہے۔ یہ دونوں حدیثیں صحیح بخاری میں موجود ہیں اور امامکم منکم کی حدیث بھی بخاری میں موجود ہے اور صحیح مسلم میں اس کی بجائے فامکم منکم کے الفاظ بھی وارد ہیں اور مسند احمد بن حنبل جلد

دوم صفحہ ۴۱۱ کی حدیث میں اسی موعود ابن مریم کو اِمَامًا مَھْدِیًّا اور حَکَمًا عَدَلًا قرار دیا گیا ہے۔ ان حدیثوں کی روشنی میں موعود عیسیٰ کو ہی جو امت میں سے مثیل عیسیٰ ہو کر مجازی طور پر ابن مریم کہلانے والا تھا امام مہدی قرار دیا گیا ہے اور صحیح مسلم کی ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نعوذ چار دفعہ اسی موعود عیسیٰ کو نبی اللہ بھی کہا ہے پس امامکم منکم اور فامکم منکم کی حدیثوں کے لحاظ سے وہ امتی ہوا اور مسلم کی نواس بن سمعان سے مروی حدیث کے لحاظ سے نبی اللہ بھی۔ یہ پیشگوئیاں بتاتی ہیں کہ خاتم النبیین کے الفاظ جو قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آئے ہیں۔ مسیح موعود امتی نبی اللہ کا وجود اس کے منافی نہیں۔ مگر پرویز صاحب چونکہ حدیثوں کے منکر ہیں۔ اس لئے وہ کبھی مسیح اور مہدی اور مجدد کے امت محمدیہ میں آنے کا عقیدہ مجوسیت سے مستعار قرار دیتے ہیں نہ کہ احادیث نبویہ سے ماخوذ قرآن مجید کی آیت اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا میں رسول کریمؐ کو خدا تعالیٰ نے مثیل موسیٰ قرار دیا ہے۔

پس ضروری تھا کہ امت محمدیہ میں ایک مثیل عیسیٰ بھی آئے۔ تا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مماثلت سلسلۂ موسوی سے متحقق ہو جائے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سلسلۂ موسوی کے آخر میں ان کے تابع نبی اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ مثیل عیسیٰ ہو کر محمدی سلسلہ میں مسیح موعود

ابوداؤد کی حدیث میں ہر صدی کے سر پر مجددؒ کا آنا بھی مذکور ہے، چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْأُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃٍ مَنْ یُجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا کہ اللہ تعالٰے ہر صدی میں اس اُمت کے فائدے کے لئے ایسے شخص کو بھیجتا رہیگا جو اس امت کے لئے دین کو تازہ کرتا رہے گا۔

یہ حدیثیں ہم نے پرویز صاحب کے لئے پیش نہیں کیں جو ان کے منکر ہیں بلکہ ان مسلمانوں کے لئے پیش کی ہیں جو ہماری طرح احادیث نبویہؐ کی ان پیشگوئیوں کو درست مانتے ہیں۔ پرویز صاحب کو یہ بات سمجھانے کے لئے اوپر سورۃ مزمل کی آیت پیش کر دی گئی ہے اور کچھ اور آیات پیش کی جائیں گی جن سے امتِ محمدیہ میں امتی نبی کا امکان ثابت ہے،

پرویز صاحب کے نزدیک پہلی قوموں میں سے کسی کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا ان کا یہ بیان بھی غلط ہے۔ قرآن کریم میں وارد ہے:—

"اَنَّھُمْ ظَنُّوْا کَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ اَحَدًا" (۲)

یعنی جن آپس میں گفتگو کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جس طرح تم یہ گمان کرتے تھے کہ خدا کسی کو مبعوث نہیں کرے گا اسی طرح انسانوں کا بھی گمان تھا۔ (لیکن ہمارا اور انسانوں کا یہ گمان غلط نکلا)

اس آیت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل جنّوں اور انسانوں میں یہ عقیدہ پایا جاتا تھا کہ اللہ تعالٰی اب کسی کو مبعوث نہیں کرے گا۔ لیکن خدا تعالٰی نے اس کو ردّ کر دیا۔ قرآن کریم ایک دوسرے مقام پر وضاحت سے فرماتا ہے:—

"وَلَقَدْ جَآءَکُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّمَّا جَآءَکُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَا ھَلَکَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ مِنْۢ بَعْدِہٖ رَسُوْلًا ؕ کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰہُ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ۝" (مومن)

ترجمہ: اور یقیناً اس (حضرت موسٰیؑ) سے پہلے تمہارے پاس یوسفؑ دلائل (یا واضح قوانین) لے کر آئے لیکن جو کچھ وہ تمہارے پاس لائے پس تم اس کے بارے میں شک میں رہے یہاں تک کہ جب وہ فوت ہوئے تو تم نے (کہا) کہ اس کے بعد اللہ کوئی (اور) رسول نہیں بھیجے گا۔ (خدا فرماتا ہے) اسی طرح اللہ تعالٰی اس شخص کو جو حق سے تجاوز کرتے ہوئے سنت اللہ کے خلاف نبوت کے دروازہ کو بند قرار دیتا ہے اور اس کے مامورین کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتا ہے۔ گمراہ قرار دیتا ہے

اس حقیقت کو پرویز صاحب بھی تسلیم کر چکے ہیں جس کا ذکر پچھلے صفحات میں کیا گیا ہے۔ دوبارہ ملاحظہ ہو:۔

"معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کی زندگی میں ملک کی بیشتر آبادی آپ کی نبوت کے متعلق شک میں رہی جیسا کہ اکثر انبیاء کے ساتھ ہوا۔ پھر اس کے بعد آپ کی شخصیت سے اس قدر مغلوب ہوئی کہ غلو میں مبتلا ہو گئی۔ کہنے لگی کہ اب کوئی رسول آ ہی نہیں سکتا اور اسی بنیاد پر انھوں نے بعد میں آنے والوں سے انکار کیا۔"

(معارف القرآن جلد سوم صفحہ ۱۶۴ مصنفہ پرویز صاحب)

پس صاف طور پر ثابت ہوا کہ کتب سماوی میں آنے والے کا عقیدہ مسلّم طور پر قرآن کریم کے نزدیک چلا آرہا ہے کیونکہ انبیاءؑ کی بعثت سنت اللہ اور اللہ تعالیٰ کی صفات رحمانیت و ربوبیت بلکہ تمام صفات کے مطابق ہے۔

بحث مندرجہ بالا سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک انسداد نبوت کا عقیدہ نہ پہلے تھا نہ اب ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئیاں کل ادیان میں موجود تھیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کرائی۔ خاتم النبیینؐ کے یہ معنے لینا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع امتی نبی بھی نہیں آسکتا ایک غیر قرآنی عقیدہ ہے اور سنت اللہ سے ثابت ہے کہ جب

اکثریت گمراہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ انذار کرنے کے لئے ضرور کوئی نہ کوئی منذر بھیجتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

"وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُنْذِرِينَ ۝"

(سورۃ الصّٰفّٰت آیت ۷۲/۷۳)

کہ ان لوگوں سے پہلے لوگوں کی اکثریت گمراہ ہوئی تو بیشک ہم نے ان میں منذر بھیجے۔

پس انبیاءؑ کی بعثت شدید گمراہی کے وقت سنت اللہ میں داخل ہے اس لئے نبوت کے بند ہونے کا عقیدہ خدا کی طرف اور خدا کے کسی کلام کی طرف منسوب کرنا درست نہیں۔ بے شک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور حضورؐ کے علاوہ کوئی نبی خاتم النبیین نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہو سکتا ہے اس لئے اب جو نبی بھی سنت الٰہی کے مطابق مبعوث ہوگا وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی اور حضورؐ کے فیض سے فیض یاب ہو کر خلعت نبوت سے نوازا جا سکتا ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت تامہ کاملہ ہونے کی وجہ سے آخری شریعت ہے اور آپ خاتم النبیین اس شریعت کے ساتھ ہیں نہ کہ شریعت کے بغیر لہٰذا اب نبوت پانے کے لئے آپ کی شریعت کی پیروی شرط ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ سے مستفیض ہونا ضروری ہے۔ آپؐ کے دامن فیض سے الگ

ہے کہ کوئی شخص مقامِ نبوّت حاصل نہیں کر سکتا۔ تصریفِ آیات کے اصل کے مطابق جو پرویز صاحب کو مسلّم ہے، قرآن کریم کی دیگر آیات کی روشنی میں خاتم النبیین کا یہی مفہوم قرار پاتا ہے۔

قارئین کرام! اپنی کتاب کے باب دوم میں پرویز صاحب نے جتنے اعتراضات اور خدشات ظاہر کئے تھے خدا کے فضل و کرم سے ان کا ازالہ کر دیا گیا ہے۔ مجددین کی حدیث ابوداؤد سے پیش کی گئی ہے جو صحاح ستہ میں سے ایک مستند صحیح ہے اس کے مطابق ہر صدی میں مجدد دین مبعوث ہوتے رہے ہیں

چنانچہ علامہ عبدالحیٔ صاحب مرحوم فرنگی محلی مجموعۃ الفتاوی جلد ۲ ص ۶ پر مجددین امت کے اسماء گرامی کا ذکر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل حضرات کو مجددوں کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں:۔

پہلی صدی ہجری میں۔ عمر بن عبدالعزیزؒ
دوسری صدی ہجری میں۔ امام شافعیؒ
تیسری صدی ہجری میں قاضی ابوالعباس ابن شریحؒ
ابوالحسن اشعریؒ
چوتھی صدی ہجری میں۔ ابوبکر باقلانیؒ اور
ابوطیب صعلوکیؒ
پانچویں صدی ہجری میں۔ امام غزالیؒ
چھٹی صدی ہجری میں۔ امام فخرالدین رازیؒ
ساتویں صدی ہجری میں۔ شیخ تقی الدین بن دقیق العیدؒ

آٹھویں صدی ہجری میں۔ شیخ شمس الدین جزریؒ اور
سراج الدین بلقینیؒ
نویں صدی ہجری میں جلال الدین سیوطیؒ اور
شمس الدین سخاویؒ
دسویں صدی ہجری میں۔ شہاب الدین مکیؒ اور
ملا علی القاریؒ
گیارھویں صدی ہجری میں۔ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ
بارھویں صدی ہجری میں۔ سید ولی اللہ شاہ محدث دہلویؒ
تیرھویں صدی ہجری میں۔ محمد اسماعیل شہیدؒ

(مجموعۃ الفتاوی جلد ۲ ص ۶ بحوالہ نور العینین علی تفسیر الجلالین۔ مصنفہ قاضی حبیب الرحمٰن الازہری)

قارئین کرام! میں پرویز صاحب سے ایک سوال کرتا ہوں جس کا جواب صاف اور دو ٹوک ہونا چاہیئے وہ یہ کہ پرویز صاحب ان بزرگانِ دین کے متعلق کیا فیصلہ فرماتے ہیں جبکہ ان میں سے بعض کا خود نوشت دعوائے مجددیت بھی انکی اپنی کتابوں اور تحریروں میں آج تک موجود ہے؟

چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب "مرقاۃ الصعود شرح سنن ابوداؤد" میں حدیث "ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا" کی شرح لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"قُلتُ وَقَدمَنَّ اللّٰهُ عَلَیَّ فَجَعَلَنِی عَلٰی رَأسِ
المِأَۃِ التَّاسِعَۃِ وَحَبَانِی مَنصَبَ الاِجتِهَادِ وَآتَانِی
البَرَاعَۃَ وَطُولَ البَاعِ فِی فُنُونِ العُلُومِ وَ
نَشَرَ تَصَانِیفِی فِی المَشرِقِ وَالمَغرِبِ وَلِلّٰهِ الحَمدُ"

ترجمہ: میں (سیوطی) کہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ پر عظیم احسان کیا ہے اور مجھے قرنِ تاسع میں منصبِ اجتہاد (مطلق اور تجدید دین) پر فائز کر دیا ہے اور مجھے علوم (نقلیہ و عقلیہ کے جملہ) فنون میں کمال دسترس سے نوازا ہے نیز یہ کہ مشرق و مغرب (یعنی تمام دنیا میں) میری تصنیفات و تالیفات کو قبولِ عام بخشا ہے اور ان کی خوب نشر و اشاعت ہو گئی ہے۔

(بحوالہ نور العینین علیٰ تفسیر الجلالین۔ مؤلفہ
ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمٰن صاحب الازہری)

باقی رہیں مہدیؑ، عیسیٰ یا ابن مریمؑ کے آنے کے متعلق احادیث نبویہؐ کی پیشگوئی، سو گزارش ہے کہ در حقیقت یہ ایک شخص کے ہی نام ہیں۔ اس آنے والے موعود کو مہدی بھی کہا گیا ہے۔ عیسیٰ بھی کہا گیا ہے اور نبی اللہ بھی کہا گیا۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ پس وہ امتی بھی ہے اور غیر تشریعی نبی بھی۔

احادیث نبویہؐ کے مطابق مسیح موعودؑ اور مہدی معہودؑ جو دراصل

ایک ہی شخص ہماری تحقیق کی رو سے ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے وجود میں ظاہر ہو چکا ہے۔

جیسا کہ پہلے انبیاءؑ کا انکار ہوتا رہا۔ پرویز صاحب اس کے منکر ہیں لیکن حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کو خدا تعالیٰ نے بشارت دے رکھی ہے:۔
" دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا۔"



۳
تیسرا باب

تدریجی نبوت کا پس منظر

قارئین کرام! ابلیس کی نمود تخلیق آدم کے ساتھ ہی ہوئی ہے اور اسے تا قیامت مہلت بھی دی گئی ہے لہٰذا خیر و شر کا تصادم اور حق و باطل کا تزاحم ابتداء سے قیامت تک جاری رہے گا۔ جہاں حق کی آواز اٹھے گی۔ باطل کی فریب کاریاں اور رستخیزیاں اسے دبانے کے لئے اُٹھ کھڑی ہوں گی۔ جہاں چراغ مصطفویؐ نور افشاں ہوگا۔ شرار بولہبی اس سے برسر پیکار نظر آئے گا۔ تغیر زمانہ سے اس تخالف و تقابل کے انداز بدل جائیں گے لیکن اصل مخالفت اپنی جگہ پر بدستور قائم رہیگی۔ اگر ایک طرف گھیراؤ، جلاؤ، سنگساری اور جلا وطنی پر مجبور کرنے کے مناظر اور شمع ہدایت کے بجھانے کے لئے قسم قسم کے حربے اور ہر قسم کی تخویف ترہیب سے کام لیا جاتا ہے تو دوسری طرف قرآن کریم کے الفاظ میں یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم کے مطابق تقریر و تحریر سے عوام کو فریب دے کر لینن اور شالن کی تقلید میں غلو اور بے بنیاد الزامات اور کیچڑ اچھالنے سے شمع نور کو بجھانے کے مذموم حربے

استعمال کئے جاتے ہیں۔

پرویز صاحب نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر تدریجی نبوت کا اعتراض کیا ہے۔ ان کے اعتراض کا لبّ لباب یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب پہلے ایک مبلّغ اسلام کے طور پر ظاہر ہوئے اس کے بعد مجدّد محدّث، مسیح موعودؑ اور آخر کار نبوت کے دعویٰ تک پہنچ گئے اور یہ سب کچھ سوچی سمجھی سکیم کے مطابق کیا گیا۔

قارئین کرام! ہر شخص جس کی طبیعت میں جو بدگمانی پائی جاتی ہے درحقیقت اسی الزام کا وہ خود مرتکب ہوتا ہے۔ اور وہی اپنے کردار، دوسرے کے سر تھوپنے میں کوئی باک نہیں کرتا۔ کل اناءٍ یترشح بما فیہ ہر برتن سے وہی کچھ ٹپکتا ہے جو کچھ کہ اس میں بھرا ہوتا ہے پرویز صاحب خود اس قسم کے آدمی معلوم ہوتے ہیں اس لئے وہی کردار حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ ہر نبی اور مامور کے دعویٰ کی بنیاد وحی اور الہام پر ہوتی ہے اور اسی وقت سے ہی وہ مامور اس عہدہ آسمانی پہ فائز سمجھا جاتا ہے اور سمجھا جانا چاہیئے جس وقت پہلی دفعہ اسے نبی کے نام سے پکارا گیا ہو۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے ابتداء سے وحی و الہام میں نبی اور رسول کے نام سے پکارا ہے اور آپ اسی وقت سے نبی تھے اور یہ نام اپنے متعلق استعمال بھی کرتے تھے۔ مگر اس تاویل کے ساتھ کہ آپ حقیقی نبی یعنی عرفی اصطلاح کے مطابق نہیں بلکہ

مراد ان الفاظ کی یہ ہے کہ آپ بحیثیت محدّث اللہ خدا سے ہمکلامی سے مشرف ہیں۔ اس تاویل کو اختیار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ نبی اور رسول کی معروف اصطلاحی تعریف میں نبی اور رسول کے معنے یہ سمجھے جاتے تھے کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ یا بلا استفادہ کسی سابق نبی کے خدا سے تعلق رکھتے ہیں اور کسی دوسرے نبی کے امتی نہیں کہلاتے۔ نبوت کی یہ مروجہ اصطلاحی تعریف حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنے ۷ اگست ۱۸۹۹ء کے مکتوب میں درج فرمائی ہے۔ اسی تعریف کے پیش نظر آپ یہی تاویل کر سکتے تھے کہ آپ نبی یا رسول بمعنی محدّث ہیں نہ کہ بمعنی حقیقی نبی یعنی اصطلاحی نبی۔ اگر آپ یہ تاویل نہ کرتے تو دنیا کو یہ دھوکا لگنے کا امکان تھا کہ مرزا صاحب کا دعوائے نبوت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کی حیثیت سے نہیں بلکہ حضورؐ کے دامن فیوض سے الگ ہو کر ہے اور یہ بات واقعات کے خلاف تھی۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کامل امتی جانتے تھے۔ اس لئے آپ نے نبوت کے معروف اصطلاحی مفہوم کے پیش نظر اپنے متعلق نبی کے لفظ کی یہ تاویل کی کیونکہ اس وقت تک آپ پر یہ انکشاف نہیں ہوا تھا کہ امتی بھی نفس نبوت میں نبوت مطلقہ کا حامل ہو سکتا ہے۔ اسی امر کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ میں ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:-

"اور آپ کا اپنے دعویٰ کو نبوت کی بجائے محدثیت کا دعویٰ قرار دینا آپ کی لاعلمی پر مبنی غلطی تھی کیونکہ یہ دعویٰ بلحاظ تعریف و کیفیت اور تفصیل درحقیقت نبوت کا دعویٰ تھا۔"

(حقیقۃ النبوۃ بحوالہ ختم نبوت ص۹)

بہرحال یہ غلطی جو نادانستہ تھی مروجہ اصطلاحی تعریف کو صحیح سمجھنے کی وجہ سے ہوئی جو دراصل جامع تعریف نبوت و رسالت نہ تھی۔ یہ تعریف دراصل استقرائی تھی جو پچھلے تمام نبیوں کے افراد کو مدّنظر رکھ کر وضع کی گئی تھی۔ اور استقرائی تعریف میں اس خامی کا امکان رہتا ہے کہ کوئی فرد ایسا نکل آئے جس پر یہ تعریف صادق نہ آتی ہو۔ حالانکہ عنداللہ وہ نبی اور رسول ہو اور یہی وجہ تو ہے کہ انسانی استقراء کو ناقص خیال کیا جاتا ہے۔ تام نہیں۔ استقراء تام صرف خداوند تعالیٰ ہی کر سکتا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امتی بھی امتی ہوتے ہوئے مقام نبوت و رسالت پر فائز ہو سکتا ہے۔ اس لئے یہ استقراء ناقص تھا۔ مگر رسمی تعریف کے صحیح سمجھنے کی وجہ سے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اس تاویل کے لئے مجبور اور معذور تھے کہ اصطلاحی نبی کی بجائے اپنے آپ کو نبی اور رسول مجازی طور پر ان معنوں میں کہیں کہ آپ محدّث اللہ ہیں یعنی خدا کی ہمکلامی سے مشرف ہیں چونکہ یہ بات دانستہ نہ تھی اس لئے منافیٔ نبوت نہیں اور پرویز صاحب کے نزدیک تو ہرگز منافیٔ نبوت نہیں ہونی چاہیئے کیونکہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا وحی الٰہی

پانے کا دعویٰ پُرزور الفاظ میں موجود تھا جو پرویز صاحب کے نزدیک دعویٰ نبوت کے مترادف ہوتا ہے۔ پرویز صاحب کے الفاظ یہ ہیں:۔

" وحی کو خدا نے اپنا کلام بھی کہا ہے اس لئے ختمِ نبوت کے بعد خدا سے ہمکلامی کا دعویٰ، دعویٰ نبوت ہے۔"

(ختمِ نبوت صفحہ ۵۹)

پس انہیں حضرت مرزا صاحب کی اس تاویل پر اعتراض کا کوئی حق نہیں کیونکہ اس غلطی کا تعلق کسی منصوبہ سے نہیں تھا۔ اور واضح طور پر یہ غلطی نادانستہ تھی اور اس تعریف کے پیشِ نظر تھی جو استقرائی طور پر صحیح سمجھی جاتی تھی اس تعریف کو بانیٔ سلسلہ احمدیہ صحیح سمجھتے ہوئے نبی ہوتے ہوئے حقیقی نبوت کا دعویٰ نہیں کر سکتے تھے۔ اس کو مجازی پر ہی محمول قرار دے سکتے تھے۔ چنانچہ اپنے آپ کو آپ نے مجازی طور پر نبی اور رسول کہا جو اصل میں تو واقعی نبی اور رسول ہونے کے مترادف تھا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اس وحی الٰہی سے جس میں ان کو نبی اور رسول کے نام سے یاد کیا گیا تھا۔ کبھی انکار نہیں کیا بلکہ نبی اور رسول کی مروجہ تعریف کے پیشِ نظر اس لفظ نبی کی تاویل فرمائی اور یہ تاویل اجتہادی غلطی کی حیثیت ہی رکھتی ہے جو پرویز صاحب کے نزدیک بھی قابلِ اعتراض نہیں ہوتی۔ چنانچہ پرویز صاحب فرماتے ہیں:۔

(۱) " حضور کا ذاتی اجتہاد: پھر قرآن کریم نے یہ بھی بتا دیا کہ جن معاملات میں حضور اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا کرتے

تھے ان فیصلوں میں غلطی کا بھی امکان تھا چنانچہ کئی ایک ایسے مواقع پر قرآن میں تادیب بھی آتی ہے مثلاً جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق حضور کے فیصلے پر

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (۸/۶۷)

نبی کے لئے سزاوار نہیں کہ اس کے قبضہ میں قیدی ہوں۔ جب تک کہ ملک میں غلبہ حاصل نہ کرلے۔ (مسلمانو!) تم دنیا کی متاع چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ (تمہیں) آخرت (کا اجر دے) اور اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔"

(۲) " جنگ تبوک میں جن لوگوں کی درخواست پر حضور نے انہیں عدم شمولیت کی اجازت دے دی تھی۔ ان کے متعلق ارشاد ہوا کہ عَفَا اللَّهُ عَنْكَ ۚ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ (۹/۴۳) (اے پیغمبر اسلام!) اللہ تجھے معاف کرے تو نے ایسا کیوں کیا کہ (ان کی منافقانہ عذرداریوں پر) انہیں (پیچھے رہ جانے کی) رخصت دے دی؟ اس وقت تک رخصت نہ دی ہوتی کہ تجھ پر

کھل جاتا۔ کون سچے ہیں اور تو معلوم کر لیتا۔ کون جھوٹے ہیں؟

(۳) "آپ نے ایک مرتبہ ایک خاص قسم کا شہد نہ کھانے کا عہد کیا تو اس پر حکم آیا کہ یَاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (۶۶/۱) (اے پیغمبر اسلام!) جو چیز تم پر اللہ نے حلال کر رکھی ہے۔ اس کو (قسم کھا کر) خود پر کیوں حرام کرتے ہو؟ کیا اپنی بیبیوں کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے؟ اور اللہ بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے"

(۴) "آپ کے نابینا صحابی (ابن مکتومؓ) کا واقعہ پہلے بیان ہو چکا ہے جن کا قریش کی مجلس میں آنا آپ پر گراں گزرا تھا اس پر فوراً زبان وحی سے تادیب آگئی کہ عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ۙ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ○ (۸۰/۱-۲) (پیغمبر) چیں بجبیں ہو گیا اور متوجہ نہ ہوا اس لئے کہ اس کے پاس ایک اندھا آیا۔"

"ان واقعات کا قرآن نے اس لئے ذکر کیا ہے کہ حضورؐ کی عبدیت اور بشریت نکھر کر سامنے آجائے اس ضمن میں حضورؐ سے ارشاد ہوا کہ وہ لوگوں پر اس حقیقت کو واضح کر دیں کہ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَیْتُ فَبِمَا یُوْحِیْٓ اِلَیَّ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ

قَرِیْبٌ ○" (۳۴/۵۰)

(اے پیغمبر اسلام) تم کہہ دو کہ اگر میں (بھی بفرضِ محال) گمراہ ہو جاؤں۔ تو میری بے راہ روی مجھ پر ہی (وبال بن کر) پڑیگی اور اگر میں ہدایت پا جاؤں۔ (تو بھی اس میں میری کچھ بڑائی نہیں۔ بلکہ یہ ہدایت) اس وحی (آسمانی) کی بدولت ہوگی جو میرا پروردگار مجھ پر نازل کرتا ہے۔ بلاشبہ وہ (سب کچھ) سننے والا ہے اور بہت قریب رکھنے والا ہے"

(معارف القرآن جلد چہارم صہ ۶۷-۱۷۱ مصنفہ پرویز صاحب)

اصل بات یہ ہے کہ تمام اختلافات کی جڑھ بدگمانی اور تعصّب ہی ہے اگر حضرت مسیح موعودؑ کو خالی الذہن ہو کر معیار صداقت پر پرکھا جائے تو کسی غلطی اور اختلاف کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور حضورؐ کی زندگی اور خدا کا آپ کے ساتھ تعلق اور طور طریقہ ہر ایک چیز معیار صداقت ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم "جملۃً واحدۃً" نازل نہیں ہوا بلکہ وہ تمام عرصہ تئیس سال میں نازل ہوا۔ حضورؐ خدا کے نزدیک ابتدا سے خاتم النبیینؐ تھے لیکن اس کا علم خدا کی وحی کے ذریعہ آپ کو اپنی آخری عمر میں سال [illegible] میں ہوا۔ کیا کوئی ایمان و عقل رکھنے والا اس کا تصور کر سکتا ہے؟ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (نعوذ باللہ نعوذ باللہ!) سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت خاتم النبیین کا دعویٰ ابتداء میں نہیں کیا تھا۔ تاکہ لوگ [illegible]

میں پھنس جائیں (العیاذ باللہ)

اسی طرح حضرت مرزا صاحبؑ نے ابتداءً نبی کا لفظ مجازاً استعمال کیا مگر خدا کی طرف سے انکشاف پر جب نبی کی جامع اور مانع تعریف کا علم ہو گیا جو قرآن مجید کے مطابق ہے۔ تو ترکِ تاویل کیسے منافیٔ نبوت ہو سکتی ہے؟ خدا فرماتا ہے :۔

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" (۴۹/۱۲)

یعنی اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچتے رہا کرو کیونکہ بعض گمان گناہ بن جاتے ہیں۔

پس دردمندانہ اپیل ہے کہ بدگمانی سے بچنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ اس پودے کو خدا نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے اس لئے یہ تدریجی انکشاف حضرت مرزا علیہ السلام کا منصوبہ نہیں اور اگر اس کو پرویز صاحب حضرت مرزا صاحبؑ کا منصوبہ سمجھتے ہیں تو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ خدا کی گرفت سے نہیں بچ سکیں گے۔ حضرت مرزاؑ کے دعویٰ میں تدریج آپ کے کسی منصوبہ کا نتیجہ نہیں بلکہ خدا کی طرف سے تدریجی انکشاف کا نتیجہ ہے پس آپ کے دعویٰ میں تدریجی انکشاف بعض خدا کی مصالح کی بناء پر ہے کہ قوم کو حضرت مرزا صاحب کی صداقت منوا کر تیار کیا جائے تا وہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شان کو قبول کر لے کہ آپ کا امتی بھی نبی ہو سکتا ہے یہی طریقہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے متعلق اختیار فرمایا۔ یعنی حضورؐ کو خاتم النبیین ۵ھ میں کہا گیا۔ نہ کہ ابتداء میں کیونکہ جو کوئی حضورؐ کو نبی اور رسول مان لے گا۔ بعد میں حضورؐ کو خاتم النبیین ماننا کسی صورت میں اس پر دوبھر نہ ہوگا۔ یہ "نبی" کے لفظ کا استعمال ، سچائی اور حقیقت منوانے کے لئے ہے۔ گمراہ کرنے کے لئے نہیں۔ اور قابلِ تعریف ہے۔ معیوب نہیں کیونکہ خدا کے ہر کام میں کچھ خاص مصالح ہوتی ہیں۔

پرویز صاحب کی علماء پہ چوٹ

پرویز صاحب نے اس بحث میں علماء اسلام پر بھی چوٹ کی ہے لکھتے ہیں :۔

"ختمِ نبوت کے بعد خدا سے مکالمہ اور مخاطبہ کا کوئی ثبوت قرآن سے نہیں ملتا۔ نہ ہی اس میں کشف و الہام کا کوئی ذکر ہے۔ لہٰذا آپ کا (مرزا صاحب) یہ دعویٰ قرآن کے خلاف اور ختمِ نبوت کے منافی ہے تو بات وہیں ختم ہو جاتی۔ لیکن ان سے بحث کرنے والے علماء کشف و الہام اور مخاطبہ و مکالمہ خداوندی کے خود قائل تھے وہ ان کے دعویٰ کی تردید کس طرح کر سکتے۔"

(ختمِ نبوت صفحہ ۹۳)

پرویز صاحب کی یہ بات تو سچ ہے کہ علماء حضرت بانیٔ سلسلہ

احمدیہ کے سامنے لاجواب ہوتے رہے اور وہ ان سے مات کھا جاتے تھے کیونکہ مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کے وہ علماء قائل تھے مگر پرویز صاحب نے ان کی شکست کو دیکھ کر اب یہ نئی راہ نکالی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علی الاطلاق مکالمہ و مخاطبہ خداوندی بالکل منقطع اور بند قرار دے دیا جائے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس نظریہ سے وہ احمدیت کو شکست دے دیں گے۔ مگر ان کا یہ نظریہ ایسا ہے کہ وہ ان علماء سے بڑھ کر مات کھائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ! کیونکہ آج اگر کسی کو مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا تجربہ نہیں ہو سکتا تو قرآن مجید کو نہ ماننے والے آپ سے پوچھ سکتے ہیں کہ اس بات کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ قرآن خدا کا کلام ہے؟ یہ کیوں کسی منصوبہ بندی کا نتیجہ نہیں؟ ہم احمدی تو اس کا جواب دے سکتے ہیں کہ جو خدا پہلے بولتا تھا اور جس خدا نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا وہ آج بھی زندہ ہے اور بہ برکت خاتم النبیینؐ اور ان کے فیض سے ہمارا خدا سے ایسا تعلق پیدا ہو سکتا ہے کہ خدا ہم بندوں سے بھی ہمکلام ہو ـــ اور بزرگوں اور اولیاء سے مکالمہ الٰہی قرآن کریم کے کلام خدا ہونے پر گواہ ہے لیکن پرویز صاحب کے پاس اس منکرِ قرآن کے لئے کیا جواب ہے۔ اگر پرویز صاحب کے نزدیک اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے نزول تک بندوں سے بولتا رہا تو اب کیوں نہیں بولتا؟ پرویز صاحب کے پاس اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں۔ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ وحی الٰہی صرف نبی

پر ہی نازل نہیں ہوتی بلکہ غیر نبی پر بھی نازل ہوتی رہی ہے اور ملائکہ کا نزول سورۃ حٰم سجدہ کی آیت کریمہ کے مطابق منقطع نہیں ہوا اور اسی طرح غیر تشریعی نبوت بھی آیت خاتم النبیین کی قرآنی تفسیر سے ثابت کر چکے ہیں فَلِلّٰہِ الحمد فی الاولیٰ والآخِرہ اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر تدریجی انکشاف پرویز صاحب کے پیش کردہ اقتباسات مذکورہ کے رو سے بھی قابل اعتراض نہیں رہتا۔

بہرحال نبوت کے متعلق تدریجی انکشاف کی حقیقت واضح کر دی گئی ہے اور یہی سارے باب کا جواب ہے کہ کسی نبی کو حتیٰ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سارا علم جو ان کے لئے خدا نے مقرر کر رکھا تھا ایک وقت دعویٰ کے ساتھ ہی نہیں دے دیا تھا بلکہ تدریجی طور پر قرآن کریم کا علم حضور کو دیا گیا اور اسی وجہ سے حضورؐ کو اپنے خاتم النبیین سمجھنے کا علم ۵ھ میں ہوا۔ پس اگر حضرت مرزا صاحبؑ کو اپنی نبوت کے متعلق پوری وضاحت ابتداء میں نہیں ہوئی تو یہ بات منافیٔ نبوت نہیں۔

مکرم پرویز صاحب نے اس باب کے صفحہ ۸۴ سے لے کر صفحہ ۹۸ تک اس امر کو اچھالا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے ابتداء میں دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا اور بعد میں نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے جو ایک سوچا سمجھا منصوبہ ہے۔ اس لئے ان کے اس اعتراض کا مکمل طور پر جواب دے دیا گیا ہے لیکن چونکہ پرویز صاحب نے اس باب کے صفحہ ۹۸

سے آخر تک بعض ایسے اعتراضات کئے ہیں اور الزامات لگائے ہیں جن کا تصور بھی نہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کو رہا۔ نہ ان کی جماعت کے کسی فرد کو لہٰذا ان کے ان الزامات کا جواب دیا جانا ضروری ہے۔

<u>خاتم النبیینؐ کے نئے معنی صـ۹۹</u> : خاتم النبیینؐ کے معانی کے متعلق مفصل طور پر لکھا جا چکا ہے۔ قرآن کریم سے۔ لغتِ عرب سے اصطلاح محاورات عرب سے اور تصریفِ آیات سے۔ لہٰذا باب نمبر۲ ملاحظہ کیا جائے۔

<u>بروزی اور ظلّی نبی صـ۱۰۵</u> : بروزی اور ظلّی نبوت کے متعلق بھی مفصل طور پر باب نمبر۲ ملاحظہ کیا جائے جہاں دیگر قرآنی آیات کے علاوہ آیت خاتم النبیینؐ سے ہی یہ ثابت کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے اور اطاعت سے ان کا کامل امتی نبوت کے مقام پر فائز ہو سکتا ہے اور اسی کو ظلّی اور بروزی نبی کہتے ہیں۔ یہ حقیقت قرآن کریم کی پیشکردہ ہے جو صوفیاء کرام نے قرآن کریم سے استنباط کی ہے۔ نہ کہ مجوسیت ہے اور نہ ایرانیت ہے۔ خالص قرآنی حقیقت ہے۔

<u>واحد نبی</u> : پرویز صاحب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی ایک عبارت سے یہ نتیجہ اخذ کر کے الزام لگاتے ہیں کہ گویا امت محمدیہؐ میں صرف وہ واحد نبی ہیں دوسرا کوئی نہیں۔

جواباً گزارش ہے کہ یہ ایک بہتان ہے۔ اور حقیقت نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ پرویز صاحب نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کی ہے:۔

"اس امت میں نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں .... اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا .... تا جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ وہ پیشگوئی پوری ہو۔"

(حقیقۃ الوحی بحوالہ ختم نبوت صـ۱۱۲)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کی اس عبارت کی بنیاد اس حدیث پر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مسیح موعود اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی نبی نہ ہوگا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ "لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ نَبِیٌّ"۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے اور میرے مسیحؑ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوگا۔ پرویز صاحب کا اس عبارت سے یہ تاثر دینا کہ گویا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ صرف اپنے آپ کو امت محمدیہؐ میں بطور نبی کے سمجھتے ہیں اور کوئی دوسرا نہ ہوگا۔ صریحاً الزام ہے۔ مکرم پرویز صاحب نے اس عبارت میں کتر بیونت سے کام لیا ہے اور وہ عبارت جس کے ہوتے ہوئے اس الزام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پرویز صاحب نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ مکمل عبارت یہ ہے:۔

"اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں۔ تیرہ سو برس ہجری میں کسی

شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اگر کوئی منکر ہے تو بارِ ثبوت اس کی گردن پر ہے۔ غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امورِ غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرتِ وحی اور کثرتِ امورِ غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔ کیونکہ اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور امورِ غیبیہ سے حصہ پاتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے۔ تو اس صورت میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا اس لئے خدا کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا۔ تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جائے۔"

(حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱)

پرویز صاحب نے مکمل عبارت نقل نہیں کی محض اس وجہ سے کہ وہ الزام کے لئے جواز پیدا کر سکیں۔ اس کے علاوہ حضرت بانی سلسلہ

احمدیہ نے دیگر کئی مقامات پر اس حقیقت کو واضح کیا ہے جو اس عبارت بالا سے مقصود ہے چنانچہ حضرت صاحبؑ فرماتے ہیں:۔

"میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیلِ مسیح ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے دس ہزار مثیلِ مسیح آ جائیں۔ ہاں اس زمانے کے لئے میں مثیلِ مسیح ہوں۔ دوسرے کا انتظار بے سود ہے۔"

(ازالہ اوہام ص ۸۳)

دوسرے مقام پر حضرت بانیؑ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ نہیں بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آ جائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا اظہار کریں۔"

(ایک غلطی کا ازالہ)

ایک اور مقام پر حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"لہٰذا ضروری ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبہ پر پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقتٍ آتے رہیں جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ۔"

(لیکچر سیالکوٹ ص ۲۲)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام امت میں واحد نبی نہیں بلکہ آپ کے نزدیک اور انبیاء کا بھی امکان ہے۔

آخری نبی: پرویز صاحب نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ گویا انہوں نے آخری نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ اقتباسات مندرجہ بالا کے ہوتے ہوئے ایسا اعتراض ایک متعصب انسان ہی کر سکتا ہے۔ ان کی پیش کردہ عبارت یہ ہے:-

"ہلاک ہوئے وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول کو قبول نہ کیا۔ مبارک ہے وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور اس کے سب نوروں میں سے آخری نور۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتے ہیں کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔"

(کشتی نوح بحوالہ ختم نبوت صـ۱۱۱)

اصل اور مکمل عبارت یہ ہے:-

"جبکہ میں ایسا ہوں تو اب سوچو کہ کیا مرتبہ ہے اس پاک رسولؐ کا جس کی غلامی کی طرف میں منسوب کیا گیا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔ اس جگہ کوئی حسد اور رشک پیش نہیں جاتا۔ خدا جو چاہے کرے۔ جو اس کے ارادے کی مخالفت کرتا ہے وہ صرف اپنے مقاصد میں نامراد ہی نہیں بلکہ مر کر جہنم کی راہ لیتا ہے۔ ہلاک ہوئے وہ جنہوں نے عاجز مخلوق کو خدا بنایا۔ ہلاک ہوئے وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول کو قبول نہ کیا۔ (مراد حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ناقل) مبارک ہے وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔"

(کشتی نوح صـ۸۱)

اس عبارت میں:-

"جب میں ایسا ہوں تو اب سوچو کہ کیا مرتبہ ہے اس پاک رسولؐ کا جس کی غلامی کی طرف میں منسوب ہوں۔"

سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی پوزیشن بالکل واضح ہو جاتی ہے جو اپنے آپ کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حضورؐ کا غلام ہوتے ہوئے جب اس مرتبہ پر خدا نے مجھے فائز کیا ہے تو کتنا عظیم مرتبہ ہوگا۔ اس پاک رسولؐ کا جس کی طرف میں منسوب ہوں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:-

"ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے"

اس کے علاوہ حضرت بانیؑ سلسلہ احمدیہؑ کا یہ کہنا کہ:-

"میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور میں اس کے سب نوروں میں آخری نور ہوں۔"

کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کی جو راہ میں نے قرآن و سنت سے اخذ کر کے
بطور حکم و عدل بتائی ہے یہی آخری اور قطعی ہے اس کے برخلاف جو
تفسیر و تشریح ہو وہ غلط ہے اور نورانیت سے محروم ہے۔ اس عبارت
کے ہرگز یہ معنے نہیں کہ آپ کے بعد کسی اور مسیح کا آنا ممتنع ہے۔ بلکہ
فرماتے ہیں:۔

"اس عاجز کی طرف سے بھی یہ دعویٰ نہیں کہ مسیحیت کا میرے
وجود پر ہی خاتمہ ہے اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آئے گا۔
بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا۔ دس
ہزار سے بھی زیادہ مسیح آسکتے ہیں۔"

(ازالۂ اوہام ص۱۹۹)

پس ظاہر ہے کہ پرویز صاحب دھوکہ دہی اور تنفر پھیلانے کے علاوہ
کوئی نصب العین نہیں رکھتے۔

خاتم الانبیاءؐ: حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر خاتم الانبیاء ہونے کا الزام
لگاتے ہوئے پرویز صاحب ان کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کرتے ہیں:۔

"ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانے
کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہوا۔ اب بجز اس کھڑکی کے
اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمے سے پانی پینے کے لئے باقی
نہیں رہی۔"

(ایک غلطی کا ازالہ)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی یہ عبارت بالکل صاف ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ

احمدیہ فرماتے ہیں کہ:۔

"میں بروز محمدی ہوں اور خدا کا مامور مسیح موعود اس لئے
نبوت محمدیہ سے فیض حاصل نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ وہ
بروز زینہ کی کھڑکی نبوت محمدیہ سے پانی نہیں پئے گا۔"

اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد ہی خاتم النبیین ہیں بلکہ
وہ خود فرماتے ہیں کہ "میں بروز محمدی ہوں نہ اصل محمدؐ"

اس کے بعد پرویز صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کی ہے:۔

"آخری زمانے کا نبی اصطلاح ہے۔ جس کا مطلب یہ
ہے کہ آپ کے توسط کے بغیر کسی کو نبوت کا ذریعہ حاصل
نہیں ہو سکتا۔ اب کوئی نبی ایسا نہیں آسکتا جو یہ کہے کہ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ تعلق پیدا
کر کے نبی بن سکا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ میری
اتباع کے بغیر کسی کو قرب الٰہی حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس
آئندہ خواہ کوئی نبی ہو۔ اس کے لئے حضرت مسیح موعود
علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا ضروری ہے۔"

(الفضل قادیان۔ مؤرخہ ۲ مئی ۱۹۲۴ء)

اس عبارت کا بھی یہ مطلب نہیں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ
خاتم الانبیاء ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہیں

رہے بلکہ اس عبارت کا صرف یہ مطلب ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا سے تعلق پیدا کرنے کے لئے اب مسیح موعودؑ کو ماننا ضروری ہے کیونکہ مسیح موعودؑ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مبعوث ہوا ہے پس یہ ناممکن ہے کہ امت محمدیہ میں آئندہ ہونے والا نبی۔ نبی بننے سے پہلے مسیح موعودؑ کا منکر ہو۔

دوسری عبارت پرویز صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ایک خطبہ جمعہ سے پیش کی ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ بعد میں آنے والے نبی کا انکار کر کے کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح معنوں میں فیض نہیں پا سکتا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے نبی کی روشنی میں قرآن کریم کو پڑھے۔ یہی مفہوم اس عبارت کا ہے۔ اور بس۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ خاتم النبیین ہیں بلکہ خاتم النبیین تو ہیں ہی ہمارے آقا و مولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن حضور کا فیض کوئی مسیح موعودؑ کا انکار کر کے حاصل نہیں کر سکتا۔

پس وہی صحیح معنوں میں قرآن سکھانے والا ہوگا جو مسیح موعودؑ کو مامور من اللہ تسلیم کرتا ہوگا۔ موجودہ وقت میں پرویز صاحب بھی قرآن سکھانے کے لئے مدعی ہیں اور حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام بھی۔ اب عقل و فہم سے کام لے کر سوچا جائے کہ وہ جو خدا کا مامور ہے۔ اس سے قرآن سیکھا جائے یا اس سے جو خدائی تفہیم کا منکر ہو کر اپنے ذاتی فلسفہ سے قرآن کو سمجھ رہا ہے اور سمجھا رہا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے

تو یہ اور اس قسم کے اعتراضات قطعی طور پر لا یعنی ہیں۔ اصل سوال، ختم نبوت کا تقاضہ وہ حل ہو گیا ہے۔ اب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو ضرورت حقہ کے پیش نظر خدا نے مبعوث فرمایا اور وہ ایک صادق مامور کی حیثیت سے کھڑے ہیں۔ ان کے انکار کی صورت میں کیسے کوئی فیض محمدی حاصل کر سکتا ہے؟ قرآن کریم میں آیا ہے:۔

"كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ"

ترجمہ: یہ تمام اللہ۔ ملائکہ۔ کتب اور رسولوں پر ایمان لاتے ہیں
لفظ "کلٌّ" میں تمام مومنین بمعہ رسول مراد ہیں یعنی رسول بھی دوسرے رسولوں پر ایمان لانے کے مکلف ہوتے ہیں۔

صاحب شریعت: پرویز صاحب اپنی عادت کے مطابق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر صاحب شریعت نبی اور رسول کے دعویٰ کرنے کا الزام لگانے سے پہلے لکھتے ہیں:۔

"احمدی حضرات عام طور پر کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ رسول ہونے کا نہیں اور نبی اور رسول میں فرق یہ ہے کہ رسول صاحب کتاب اور صاحب شریعت ہوتا ہے اور نبی نہ کوئی کتاب لاتا ہے نہ کوئی شریعت"

(ختم نبوت صفحہ ۱۱۴-۱۱۵)

یہ بات پرویز صاحب کی سراسر غلط اور بے بنیاد ہے کسی احمدی نے کبھی یہ نہیں کہا اور نہ کہہ سکتا ہے کہ رسول تو صاحبِ کتاب اور صاحبِ شریعت ہوتا ہے اور نبی نہ کوئی کتاب لاتا ہے اور نہ کوئی شریعت۔ ہم نے کبھی کسی احمدی عالم کی تحریر میں یہ بات نہیں پڑھی ہے۔ دراصل یہ الزام پرویز صاحب کا سراسر بہتان ہے ہمارے نزدیک نبی اور رسول کے لغوی معنوں میں تو فرق ہے لیکن مصداق میں کوئی فرق نہیں۔ ہمارے نزدیک نبی اور رسول کے دونوں لفظوں کا مصداق ایک ہی شخص ہوتا ہے خواہ وہ نئی کتاب شریعت لائے یا نہ لائے۔ پس ہمارے نزدیک نبی اور رسول صاحبِ شریعتِ جدیدہ بھی ہوتا ہے اور بغیر شریعت جدیدہ کے بھی ہوتا ہے لہٰذا ہم حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو امتی نبی بھی کہتے ہیں اور امتی رسول بھی۔ اور ہر جگہ آپ کے لئے نبی اور رسول کے الفاظ میں ہم احمدیوں کی یہی مراد ہوتی ہے کہ آپ امتی نبی اور امتی رسول ہیں نہ کہ مستقل نبی اور مستقل رسول۔

اس حقیقت کو نظر انداز کرتے ہوئے بلکہ ایک جھوٹا بہتان احمدیوں پر باندھتے ہوئے جو اوپر بیان ہوا۔ پرویز صاحب حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی ایک ادھوری عبارت پیش کرکے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ گویا وہ تو صاحبِ شریعتِ جدیدہ نبی اور رسول ہونے کے مدعی ہیں۔ وہ ادھوری عبارت یہ ہے:۔

"یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے

اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہوگیا میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔"

(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۵ بحوالہ ختم نبوت صفحہ ۱۱۶)

اگر پرویز صاحب دیانتداری سے کام لیتے اور مکمل عبارت پیش کرتے تو اس پر ان کا مزعومہ اعتراض پیدا نہ ہوتا۔ حذف کردہ عبارت یہ ہے:۔

"ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے تاہم خدا تعالےٰ نے اپنے نفس پر حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹی گواہی نہ دو۔ زنا نہ کرو۔ خون نہ کرو۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا بیانِ شریعت ہے جو مسیح موعود کا بھی کام ہے"

(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۸ مصنفہ حضرت مسیح موعودؑ)

پس پرویز صاحب کی پیش کردہ عبارت میں حضرت اقدسؑ نے صاحب شریعتِ جدیدہ یا صاحبِ کتابِ جدید ہونے کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا اور کبھی نہیں کیا۔ بلکہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ تو فرماتے ہیں:۔

"یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل مسدود ہے اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں۔ جو نئے احکام سکھائے

یا قرآن شریف کا حکم منسوخ کرے یا اس کی پیروی معطّل
بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے۔"

(الوصیّت صٓ۱۲)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

"نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرف مکالمہ ؤ مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدید دین کے لئے مامور ہو۔ یہ نہیں کہ کوئی دوسری شریعت لائے کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر ختم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جب تک اس کو امتی بھی نہ کہا جائے جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت صلعم کی پیروی سے حاصل کیا ہے۔"

(تجلّیات الٰہیہ۔ مصنفہ حضرت مسیح موعودؑ)

پس کتاب "اربعین" کی عبارت پیش کردہ پرویز صاحب کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہؑ نے تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے چونکہ اپنی وحی کو انہوں نے بیانِ شریعت بتایا ہے پس آپ کا دعویٰ صاحبِ شریعتِ جدیدہ اور صاحبِ کتابِ جدید لانے والے نبی کا ہرگز نہیں پرویز صاحب یہ دعویٰ آپؑ کی کسی کتاب سے نہیں دکھا سکتے۔ پرویز

صاحب تو خود آپ کی ایک عبارت "نزول المسیح" سے پیش کر چکے ہیں جس میں صاف طور پر لکھا گیا ہے کہ میں کسی نئی شریعت لانے کا مدعی نہیں ہوں۔ اور اس کے ساتھ "تجلّیاتِ الٰہیہ" کا اقتباس بھی پیش کیا ہے۔ اس میں بھی حضرت اقدسؑ نے تشریعی نبوت سے انکار کیا ہے۔ ہر دو نوں عبارتیں ملاحظہ ہوں :-

(۱) "مجھے یہ شرف (یعنی مخاطبہ و مکالمہ خداوندی کا شرف) محض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہے .... کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔ اس بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔"

(تجلیاتِ الٰہیہ صٓ۲۴۔ بحوالہ ختم نبوت صٓ۱۱۵)

(۲) "پس چونکہ میں اس کا رسول یعنی فرستادہ ہوں۔ مگر بغیر کسی نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے بلکہ اسی نبی کریمؐ خاتم الانبیاء کا نام پاکر اور اسی میں ہو کر اور اس کا مظہر بنکر آیا ہوں۔"

(نزول المسیح صٓ۲ بحوالہ ختم نبوت صٓ۱۱۵)

یہ ہر دو عبارتیں جو پرویز صاحب نے خود اپنی کتاب میں نقل کی ہیں۔ اربعینؑ کی عبارت سے بعد کی ہیں لیکن پرویز صاحب نے

نے انہیں پہلے درج کر کے دھوکہ دہی کے لئے اربعین کی عبارت کو ان سے متضاد ظاہر کرنے کے لئے انکے بعد میں درج کیا ہے تا یہ ظاہر کریں کہ پہلے آپ بغیر شریعت جدیدہ کے امتی نبی ہونا ظاہر کرتے تھے اور بعد میں نئی شریعت والے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ حالانکہ یہ عبارتیں اربعین سے بعد کی ہیں جو اس غلط فہمی کا ازالہ کرنے کے لئے ہیں کہ آپ نے کسی جدید شریعت کے ساتھ صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

صاحب کتاب:

پرویز صاحب نے "صاحب کتاب" کے عنوان کے تحت الفضل اخبار سے کسی احمدی کی ایک عبارت نقل کی ہے مگر حضرت مسیح موعودؑ کی تصریحات سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ آپؑ کا نہ تو مستقل نبوت کا دعویٰ ہے اور نہ صاحب شریعت نبی ہونے کا۔ الفضل کی اس عبارت میں ایک الزامی جواب دیا گیا ہے کہ اگر "ما انزل الیہ من ربہ" سے مراد کتاب ہوتی ہے تو حضرت مسیح موعودؑ پر نازل شدہ وحی کو بھی کتاب کہہ سکتے ہیں۔

یہ الزامی جواب تو پرویز صاحب کو بھی دیا جا سکتا ہے جنہوں نے نبی اور رسول کے ذکر میں کتاب ساتھ لانے کو بیان کرتے ہوئے کتاب کا مفہوم وحی قرار دیا ہے خواہ وہ ایک ہی بات ہو۔ تو کتاب کا اتنا وسیع مفہوم لینے پر ہم پرویز صاحب کو بھی کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحبؑ صاحب کتاب

تھے۔ مگر ہماری مراد یا کسی احمدی عالم کی مراد جس کا حوالہ انہوں نے پیش کیا ہے ہرگز یہ نہیں ہو سکتی کہ حضرت مرزا صاحبؑ جدید الکتاب لانے والے نبی اور رسول تھے یا تشریعی نبی اور رسول تھے اور ان الہامات شریعت جدیدہ میں ہم حضرت مرزا صاحبؑ کو صاحب الکتاب الجدید کہنا کفر جانتے ہیں۔ باب دوم میں مکمل اور مفصل طور پر "الکتاب" کا ذکر کیا گیا ہے۔ جہاں پر یہ ثابت کیا گیا ہے اور یہ ہر احمدی کا ایمان ہے کہ الکتاب کہلانے والی از روئے قرآن کریم صرف دو کتابیں ہیں ایک "القرآن" اور دوسری "التورات" جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی ہیں۔ بالفاظِ دیگر صاحب الکتاب الجدید حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰؑ ہی ہیں اور ان کے درمیان جو انبیاء بکثرت مبعوث ہوئے ان میں سے کوئی بھی صاحب الکتاب بمعنی شریعت جدیدہ لانے والا نبی نہ تھا۔ ہاں ان انبیاء کے مجموعہ الہامات کو لغوی معنی میں کتاب کہا جا سکتا ہے اور انہیں معنی میں الفضل میں کسی احمدی نے حضرت مسیح موعودؑ کے مجموعہ الہامات کو کتاب کہنا جائز قرار دیا ہے۔

مرزا صاحبؑ کی وحی:

پرویز صاحب نے اس سرخی کے تحت یہ اعتراض کیا ہے کہ مرزا صاحب اپنی وحی کو خطا سے پاک قرآن کریم کی طرح بے عیب سمجھتے ہیں تو یہ

درست اور صحیح ہے۔ جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ اپنی وحی کو خدائے وحید کا کلام یقین کرتے ہیں تو یقیناً اسے ہر خطا سے پاک بھی سمجھنا چاہیئے۔ کوئی عام عقل سے کام لینے والا بھی یہ اعتراض نہیں کر سکتا لیکن نہ معلوم پرویز صاحب کو کیا ہو گیا جو ایسے لایعنی اور غیر معقول اعتراض کرنے پر اُتر آئے ہیں۔ کسی بشر سے جو بھی خدا کلام کرتا ہے۔ بوجہ خدا کا کلام ہونے کے اسے خطا اور عیب سے قرآن کی طرح پاک اور یقینی کلام ہونا چاہیئے۔ ورنہ وہ خدا کا کلام کیا ہوا جس میں جھوٹ کی بھی آمیزش ہو اور خطا کا بھی دخل ہو۔ پرویز صاحب تو اپنے فلسفہ کو خطا سے پاک سمجھیں اور چودہ سو سالہ اسلامی تصورات کو یکسر غلط کہیں تو کوئی بات نہیں لیکن جو کلام خدا کا ہوتا ہے اس کو بے خطا سمجھنا اور بے خطا و بے عیب کہنا گناہ کبیرہ۔ یا للعجب!

بیشک حضرت اقدسؑ نے یہ فرمایا ہے کہ آپ کو اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ تورات، انجیل اور قرآن مقدس پر تو جناب من! یہ کونسی قابل اعتراض بات ہے۔ جب وہ یقینی طور پر خدا کی وحی ہے تو وہ مقدس ہے اور ملہم کو اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ نبی پر جو وحی نازل ہوتی ہے خواہ وہ قرآن میں ہو۔ خواہ انجیل میں خواہ تورات میں ہو۔ خواہ مسیح موعودؑ پر نازل ہو وہ خدا کی طرف سے وحی ہونے کی وجہ سے یقینی اور حقیقی طور پر خدا کا کلام ہے اور اس پر یکساں طور پر یقین کرنا ضروری ہے

پرویز صاحب! بے شک مسیح موعود علیہ السلام پر بھی جبریلؑ نازل ہوا ہے۔ ہمیں اس سے انکار نہیں کیونکہ وحی لانے والے فرشتوں کا سردار وہی ہے خواہ وہ خود نازل ہو یا دوسرے ملائکہ کے ذریعہ وحی نازل ہو آپ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی کتاب "ازالہ اوہام" کے صفحہ [illegible] سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ:-

"ظاہر ہے کہ اگرچہ صرف ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کر لیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبریلؑ لائیں اور پھر چپ ہو جائیں تو یہ امر بھی ختم نبوت کے منافی ہے کیونکہ جب ختمیت کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت نازل ہونی شروع ہو گئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے۔"

واضح رہے کہ یہ عبارت الزامی رنگ کی ہے اور ان لوگوں کے ردّ میں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شرعی نبی مانتے ہوئے اُن کے اصالتاً دوبارہ آنے کے قائل ہیں اور جبریلؑ کو صرف شریعت لانے والا فرشتہ یقین کرتے ہیں اور ساتھ ہی حضرت عیسیٰؑ پر آمد ثانی کے وقت بذریعہ جبریلؑ نزول وحی کے قائل ہیں۔ اسی عقیدہ کو الزامی رنگ میں پیش کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصالتاً آمد ثانی کو مہر ختمیت ٹوٹ جانے کی وجہ سے منافی ختم نبوت قرار دیا گیا ہے۔

اسی عنوان کے تحت پرویز صاحب مزید لکھتے ہیں:-

"اس چیلنج کو قبول کرنے کی جرأت نہ حضورؐ کے زمانے کے مخاطبین کو ہوئی تھی اور نہ ہی حضور کے بعد اس چودہ سو سال میں کسی اور کو ہوئی ہے۔ قرآنِ کریم کا بے مثل و بے نظیر ہونا اس کے منجانب اللہ ہونے کی اوّلین دلیل اور نبوّتِ محمدیہ کا بنیادی ثبوت ہے۔ یہ جرأت صرف مرزا صاحب کو ہوئی ہے۔"

(ختمِ نبوت صفحہ ۱۱)

پرویز صاحب! خدا کا خوف کرو! کیا خدا کا خوف آپ کے دل کے کسی حصہ میں نہیں رہا؟ آخر خدا کے انتقام کا کوئی خدشہ نہیں رہا؟ خدا کے سامنے پیش ہونے کے متعلق بھی ایمان نہیں رہا؟ وہ شخص جس نے ساری زندگی ناموسِ دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کو خدا کا مقدس اور بے نظیر کلام ثابت کرنے میں گزاری۔ اس شخص پر اتنا سفید جھوٹ! العیاذ باللہ! العیاذ باللہ!! کہ وہ قرآن کریم کی تحدی اور چیلنج کو قبول کر رہا ہے۔ معاذ اللہ! معاذ اللہ! لعنۃ اللہ علی الکاذبین!

قرآن کے بارہ میں ذیل کے اشعار میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے بھی ایمان جماعت میں پیدا کیا ہے اس پر قرآن کے چیلنج کو قبول کرنے کا الزام سراسر افتراء ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جمال و حسنِ قرآن نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاکِ رحماں ہے

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب"

حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کو اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام اور قرآن کریم کے لئے بطور پاسبان مبعوث فرمایا ہے۔ اس لئے انھوں نے لکھا:۔

"میں قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر فصاحت و بلاغت کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں کہ جو میرا مقابلہ کر سکے۔"

("ضرورت الامام" صفحہ ۲۵)

حضرت مسیح موعودؑ نے کتاب "براہین احمدیہ" اسلام اور قرآن کے منجانب اللہ ہونے کے متعلق لکھی اور مخالفین اسلام کو چیلنج کیا کہ اپنی الہامی کتاب سے اس کا منجانب اللہ ہونا ثابت کریں لیکن آج تک کوئی جواب نہیں دے سکا جلسہ مذاہبِ عالم سال ۱۸۹۶ء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ نے اسلام اور قرآن کے خدائی کلام ثابت ہونے کے لئے قبل از وقت چیلنج دیا۔ کہ میں ان مسائل کو از روئے قرآن ثابت کروں گا اور یہ کتابی شکل میں آج موجود ہے جس کا نام "اسلامی اصول کی فلاسفی" ہے۔

وہ شخص جس نے اپنا سب کچھ اسلام اور قرآن کی خاطر، عشقِ محمدی کی خاطر اور ان کے منجانب اللہ ہونے کی خاطر قربان کر دیا۔ وہ شخص جس نے اپنی جماعت میں غیر متزلزل ایمان اور عشقِ محمدؐ پیدا کیا۔ وہ شخص جس نے عیسائیوں کو للکارا۔ وہ شخص جس نے آریوں کو للکارا۔ وہ شخص جس نے برہمو سماج کو للکارا۔ وہ شخص جس نے دہریوں اور فلاسفروں کو للکارا۔ وہ شخص جس نے براہین احمدیہ کے ذریعہ مذاہبِ عالم کو چیلنج کیا۔ وہ شخص جس نے "سرمہ چشم آریہ" کے ذریعہ دنیا کو اور آریہ مت کو چیلنج کیا۔ وہ شخص جس نے "منن الرحمٰن" کے ذریعہ دنیا کو چیلنج کیا اور قرآن کریم اور صاحبِ قرآن کی صداقت کو روزِ روشن کی طرح ثابت کیا اور اس للکار اور چیلنج کا آج تک کوئی جواب کہیں سے نہیں آیا۔ اس کے متعلق پرویز صاحب کا یہ کہنا کہ اس نے قرآنی چیلنج کو قبول کیا۔ انتہائے کتمانِ حق کی اور بہتان کی۔ ہاں اس نے آپ جیسے مولویوں کو بھی چیلنج کیا۔ کہ قرآنی معارف کے متعلق میرے ساتھ مقابلہ کرو۔ لیکن یہاں سے بھی کوئی جواب نہیں آیا۔

جنابِ من! یہ جرأت مرزا صاحب کو اس لئے ہوئی کہ جب دینِ محمدیہؐ پر، اسلام پر، قرآن، اور صاحبِ قرآن پر نازیبا اور غیر معقول ہر طرف سے حملے ہو رہے تھے تو اس وقت خدا تعالیٰ نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو اس کے جواب کے لئے کھڑا کر دیا تاکہ پیشگوئی جو خاتم النبیینؐ میں موجود تھی۔ پوری ہو تاکہ وہ پیشگوئی پوری ہو جو اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ سے ثابت تھی اور تاکہ وہ پیشگوئی پوری ہو جو ویتلوہ شاھد منہ میں تھی اور یہی

وہ وقت تھا جس میں و اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کی پیشگوئی پوری ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ کا ظہور ہو اس لئے حضرت اقدسؑ نے فرمایا:۔

"میں قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر فصاحت و بلاغت کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں۔ جو میرا مقابلہ کر سکے۔"

(ضرورت الامام)

اور اسی طرح قرآن کریم کی تحدی کہ فاتوا بسورۃ من مثلہ کا چیلنج دنیا کو دوبارہ دیا جائے کیونکہ اسی چیلنج کا دوبارہ وقت آ پہنچا تھا۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ وہ شخصیت ہیں۔ جن کے متعلق مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے دیباچہ قرآن میں لکھا گیا ہے کہ آپؑ نے پادریوں کو ولایت تک پہنچایا۔

یہ وہ شخصیت ہیں جن کے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد نے فرمایا۔ کہ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے۔ ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے۔ اور فرمایا۔ مرزا صاحب اس پہلی صفِ عشاق میں نمودار ہوئے جس نے اسلام کے لئے یہ ایثار قبول کیا کہ ساعتِ عہد سے لے کر بہار و خزاں کے سارے نظارے ایک مقصد پر یعنی ایک شاہدِ رعنا کے پیمانِ وفا پر قربان کر دے .... پھر فرمایا۔ مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا۔ قبولِ عام کی سند

حاصل کر چکا ہے۔ پھر فرمایا۔

"لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان میں مختلف مذاہب کے مقابل
پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی مخصوص تالیف تھی۔
(اخبار وکیل امرتسر۔ مئی ۱۹۰۸ء)

اخبار "صادق الاخبار" لکھتا ہے:۔

"چونکہ مرزا صاحب نے اپنی پرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کے ان لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا اور ثابت کر دکھایا کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کما حقہ ادا کر کے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔"

مکرم پرویز صاحب! یہ ہیں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ جری اللہ جو آپ کو نظر نہیں آتے۔ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ، چشمہ آفتاب را چہ گناہ!

آیات الکتاب المبین

کسی احمدی نے رسالہ احمدی میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے مجموعہ الہامات کو الکتاب المبین کہا اور ہر الہام کو آیت کہا اگر کسی احمدی نے ایسا لکھا ہے یہ الزامی جواب کی عبارت ہی ہو گی ہے اور اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو قرآن کریم سے الگ کوئی کتاب شریعت جدیدہ دی گئی ہے۔

پرویز صاحب کی ایک تصنیف کا نام "شاہکار رسالت" ہے حالانکہ شاہکار رسالت یا تو قرآن ہے اور یا خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود علیہ افضل التحیات۔ پرویز صاحب نے اپنی تصنیف کا نام شاہکار رسالت کس بنا پر رکھا؟

آخری بات

اس سرخی کے تحت پرویز صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے کہ احمدی حضرت مسیح موعودؑ کو بلا کسی تفریق کے سچا اور صادق نبی مان رہے ہیں مگر اس بات میں کسی انوکھا پن اور اچنبے کی بات نہیں۔ خدا کا حکم موجود ہے۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ یعنی خدا فرماتا ہے کہ مومن وہ ہوتے ہیں جو تمام رسولوں پر بلا تفریق کے ایمان لائیں۔ پس جہاں تک انبیاء کی صداقت کا تعلق ہے تمام انبیاء پر یکساں طور پر ان کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن جہاں تک درجات فضیلت کا تعلق ہے تو حضرت نبی کریمؐ کی افضلیت تمام انبیاء پر مسلّم تسلیم کرنا ہر احمدی کا جزو ایمان ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی رسالت (معاذ اللہ) ختم ہو گئی۔

مکرم پرویز صاحب انتہائی حسد، بغض و عناد کی وجہ سے مدہوش ہیں

نہیں ہے۔ یہ الزام بھی انتہائی تعصب پر مبنی ہے۔ پرویز صاحب نے
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک خطبہ جمعہ کا اقتباس
درج کر کے الزام لگایا ہے کہ انھوں نے کہا ہے کہ اب کوئی قرب الٰہی بغیر
حضرت مرزا صاحب پر ایمان لانے کے حاصل نہیں کر سکتا اور نہ کسی کو
اب علم کچھ فائدہ دے سکتا ہے اور نہ کسی کو قرآن فائدہ دے سکتا
ہے۔ جبتک کہ حضرت مرزا صاحب پر ایمان نہ لائے۔

بھلا بتایا جائے۔ اس میں غیر اسلامی اور غیر قرآنی کون سی بات ہے
اگر مرزا صاحب کی تفسیر و تشریح آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم اور قرآن کی تعلیم حاصل کرنا دور از فہم ہے تو کیا پرویز صاحب
کی تعلیم جو ان کے ذاتی اختراعات کا مجموعہ ہے وہ اس قابل ہے کہ اس
کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم یا قرآن کریم کا علم سیکھا جائے
العیاذ باللہ! پرویز صاحب تو دین اسلام سے الگ اپنا جدید دین پیش
کر رہے ہیں اور حضرت مسیح موعود صادق مامور من اللہ خالص قرآنی دین یعنی وہ دین جو نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم دنیا میں لائے پیش کر رہے ہیں پھر تو ان پر ایمان لائے بغیر کیسے
قرب الٰہی حاصل ہو سکتا ہے؟ اور ان کی تعلیم کی روشنی کے بغیر قرآنی
منشاء خداوندی کیسے سمجھ میں آسکتا ہے۔ مسیح موعود کو ساری امت از
روئے احادیث نبویہ حَکَم و عَدَل مانتی چلی آئی ہے اگر اس کے فیصلوں کو
بھی ماننا تو وہ حکم کیا ہوا؟

کرشن گوپال

اس عنوان کے تحت پرویز صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب
نے (ہندوؤں کے اوتار) کرشن ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے۔

جواباً عرض ہے کہ بموجب قرآنی ہدایت "لِکُلِّ قَوْمٍ ہَادٍ"
(۸/۱۳) میں ہر قوم کا ایک ہادی ہونا سنت اللہ ہے۔ اس لئے ہندوؤں
میں بھی خدا کے برگزیدہ گزرے ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی
تلقین پرچار اور سچائی کی تعلیم دیتے رہے۔ پھر ہر مذہب میں آخری
زمانہ میں ایک آنے والے کا عقیدہ کسی نہ کسی طریق پر موجود ہے تاکہ
ان کی بگڑی ہوئی حالت کو سدھار سکے۔ ہندوؤں کی کتابوں میں ایک
اوتار کے آئندہ ہونے کا ذکر ہوا ہے اور یہ صحیح تھا اور ہے۔ جس طرح
اسلام میں بھی ایک مہدی اور مسیح آنے والے کا عقیدہ مسلّم چلا آرہا ہے
تاکہ مسلمانوں کے بگڑے ہوئے عقائد اور اخلاق و کردار کی اصلاح کرے
اور یہ سنت اللہ ابتداء سے جاری و ساری ہے۔

پرویز صاحب کو خوش ہونا چاہیئے تھا کہ "موعود ادیان کا ظل"
قرآن کریم اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے تبعیت میں آیا۔ اسے بطور
تمسخر کے پیش کرنا نامناسب تھا۔ مگر یہ ذریعہ بھی منکرین کا ہمیشہ سے
چلا آرہا ہے۔ خدا نے فرمایا ہے:۔

"یٰحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَأْتِیْھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ

اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ" (۳۶/۳۱)

ترجمہ:- افسوس ہے ان بندوں پر کہ جب بھی ان کے پاس خدا کا رسول آتا ہے تو یہ لوگ اس رسول کے متعلق استہزاء سے کام لیتے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب علیہ السلام ہندوؤں کے لئے کرشن گوپال تھے اور ہیں۔ آپ نے ان کو بتایا ہے کہ تم اپنے اوتار کی تعلیم سے منحرف ہو گئے ہو اور تمہاری کتابوں میں بلکہ ساری کتابوں میں جس موعود کے آنے کا ذکر تھا۔ وہ موعود کل ادیان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جس کا میں ظل اور بروز ہوں۔ اور تمہیں اس "موعود کل ادیان" کے دین کی طرف بلا رہا ہوں جو اسلام اور قرآن ہے۔

پرویز صاحب کا یہ کہنا کہ "ہندوؤں نے اس دعویٰ کو قابل التفات نہ سمجھا" غلط ہے۔ ہندوؤں سے کئی لوگ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ذریعے داخل اسلام ہوئے ہیں۔ گو ان میں ابھی قبولیت کی زیادہ رو نہیں چلی۔ لیکن ہم یقین رکھتے ہیں کہ اسلام ہندو مت پر بھی مسیح موعودؑ ہی کے ذریعہ غالب آئے گا اور ہندوؤں کی اکثریت اسلام میں جذب ہو جائیگی اس وقت یہ حقیقت ہندوؤں میں مانی جائے گی کہ واقعی حضرت مرزا صاحب کرشن گوپال تھے۔ کرشن کوئی معمولی انسان نہ تھے۔ وہ خدا کے نبی اور رسول تھے۔ یہی حضرت مرزا صاحبؑ کا ایمان ہے۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے:-

"وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا" (۱۴/۱۶)

نیز فرمایا:-

"وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ" (۲۵/۳۵)

اس لئے کرشن کو نبی ماننے میں ہمیں کوئی تامل نہیں ہو سکتا۔ ورنہ پرویز صاحب ثابت کریں کہ ہندوستان میں کون سا نبی گزرا ہے جبکہ قرآن کہتا ہے کہ ہر قوم میں نبی گزرے ہیں اور ہر قوم میں نبی کا ہونا سنت اللہ کے مطابق ضروری ہے۔ حدیث نبویؐ کو تو آپ مانتے نہیں ورنہ حدیث میں آیا ہے:-

"كان في الهند نبي اسود اللون اسمه كاهنا

(رواه الديلمي)

کہ ہندوستان میں ایک سانولے رنگ کا نبی گزرا ہے جس کا نام کاہن تھا۔

اور ہندوستان میں کرشن جی مہاراج کا ہی نام کنہیا ہے اور وہ سانولے رنگ کے ہی تھے۔ اوتار کے معنی درحقیقت خدا کے مظہر کے ہیں اور نبی اور رسول خدا تعالیٰ کے ہی مظہر ہوتے ہیں۔

باب چہارم

مرزا صاحب اور مسلمان کا پس منظر

قارئین کرام! مکرم پرویز صاحب کی ساری کتاب کیا ہے تخریب اور فتنہ پردازی کا مجموعہ ہے۔ پرویز صاحب کی کتاب کا نام "ختم نبوت اور تحریک احمدیت" ہے اگر وہ ختم نبوت کا مسئلہ قرآن کریم کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کر لیتے۔ اور اسی حد تک اپنی بحث کو محدود کر کے اس پر اکتفا کرتے تو یہ یقین ہو جاتا کہ مکرم پرویز صاحب واقعی محققانہ انداز رکھنے والے اہل قلم ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر ختم نبوت کا مسئلہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا مفہوم قرآن کریم کی روشنی میں متعین ہو جاتے تو آگے دوسرے مسائل پر کسی قسم کی بحث کی ضرورت ہی نہیں رہتی لیکن چونکہ وہ خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ دلائل کے میدان میں ختم نبوت کا مسئلہ اور حضور کے خاتم النبیین ہونے کا مزعومہ مفہوم ثابت نہیں کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ کیچڑ اچھالنے اور اشتعال انگیزی پر اتر آئے ہیں۔ اور یہی حربہ وہ استعمال کر رہے ہیں کہ تنفر پھیلائیں۔ چنانچہ انھوں نے بنیادیں ۔۔

ان کا دین اسلام سے الگ دین ہے۔ مسلمانوں سے اختلاف۔ مسلمان کافر ہیں۔ مسلمانوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنا۔ ان کا جنازہ بھی نہ پڑھا جائے نکاح بھی جائز نہیں، تمام تعلقات حرام وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام عنوانات اور ان کے مضامین پرویز صاحب کے محققانہ انداز بحث میں فیل ہونے کی دلیل ہے۔ بہر حال ان عنوانات کے متعلق ...... میں حضرت مسیح موعودؑ کا فیصلہ جو مجموعی طور پر پرویز صاحب کے تمام ذیلی عنوانات کا جواب ہے۔ پیش کرتا ہوں۔ تاہم میں علیحدہ علیحدہ ان کے ذیلی عنوانات کے الزامات کے بھی جوابات دینے کی کوشش کروں گا۔ وباللہ التوفیق! حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"پہلے ان لوگوں نے میرے کفر کا فتویٰ ہی تیار کیا اور قریباً ۲۰۰ مولویوں نے اس پر مہریں لگائیں اور ہمیں کافر ٹھہرایا گیا۔ اور ان فتوؤں میں یہاں تک تشدد کیا گیا کہ بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ لوگ کفر میں یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر ہیں اور عام طور پر یہ فتوے دیئے کہ ان لوگوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کرنا چاہیئے اور ان لوگوں کے ساتھ سلام اور مصافحہ نہیں کرنا چاہیئے اور ان کے پیچھے نماز درست نہیں۔ کافر جو ہوئے۔ بلکہ چاہیئے کہ یہ لوگ مساجد میں داخل نہ ہونے پائیں۔ کیونکہ کافر ہیں۔ مسجدیں ان

سے پلید ہو جاتی ہیں۔ اگر داخل ہو جائیں۔ تو مسجد کو دھو ڈالنا چاہیئے اور ان کا مال چرانا درست ہے اور یہ لوگ واجب القتل ہیں کیونکہ مہدی خونی کے آنے سے انکاری اور جہاد کے منکر ہیں ....

....

پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گو کو کافر ٹھیرایا حالانکہ ہماری طرف سے کوئی سبقت نہیں ہوئی۔ خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے اور پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ اور نادان لوگ ان فتوؤں سے ایسے ہم سے متنفر ہوئے کہ ہم سے سیدھے منہ سے کوئی نرم بات کرنا ان کے نزدیک گناہ ہو گیا۔ کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھیرایا تھا۔ اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتویٰ کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھیرایا ہو تو وہ پیش کریں ورنہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھیرا دیں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگا دیں کہ گویا ہم نے تمام

مسلمانوں کو کافر ٹھیرایا ہے ....

....

پھر جبکہ ہمیں اپنے فتووں کے ذریعے سے کافر ٹھیرا چکے اور آپ ہی اس بات کے قائل بھی ہیں کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو کفر الٹ کر اسی پر پڑتا ہے تو اس صورت میں کیا ہمارا یہ حق نہ تھا کہ بموجب انہیں کے اقرار کے انہیں کافر کہتے"

(حقیقۃ الوحی ص ۱۲۰ مصنفہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ)

اس اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی طرف سے فتویٰ تکفیر میں ابتداء نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ تمام معاملات یعنی تکفیر حرمت امامت، جنازہ اور مناکحت کی ممانعت مخالف علماء کے ایسے فتووں کے ردِّ عمل کے طور پر ہوئی ہے جن میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور آپ کی جماعت کو کافر ٹھیرا دیا گیا۔ اور ان سے مناکحت اور ان کی امامت اور جنازے کو ناجائز قرار دیا گیا۔ پس شریعت نبی تو پرویز صاحب اور ان علماء نے بنائی کہ ایک مسلمان کو جو کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا قائل ہے اور تمام ایمانیات کا قائل ہے۔ اس کی اور اس کی جماعت کی بلا وجہ تکفیر کرتے ہیں۔ اور اس سے اور اس کی جماعت سے قطع تعلق کیا گیا اور ان کے خلاف انتہائی تشدّد کا طریق اختیار کیا گیا۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق کہ ایک مسلمان کو کافر قرار دینے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کو یہ حق پہنچ گیا کہ وہ آیت جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا کے مطابق ان سے سلوک کریں۔

بہرحال ابتداء علماء کی طرف سے ہوئی اور انھوں نے جماعت احمدیہ کو علیحدہ کردیا۔ بعینہٖ اسی طرح جس طرح مسیح ناصریؑ اور اس کی جماعت کو یہودیوں نے اس حد تک مظالم کا نشانہ بنایا کہ وہ یہودیوں سے علیحدہ ہو گئے۔ ورنہ مسیح ناصریؑ علیحدہ امت بنانے پر مامور نہ تھے بلکہ ان کی جماعت ایک راست رو جماعت از امتِ یہود تھی لیکن یہودیوں کے طرزِ عمل نے ان کو یہود سے علیحدہ ایک امت بنا دیا۔

اب ہم پرویز صاحب کے ان ذیلی عنوانات کی طرف آتے ہیں۔ ان عنوانات کے الزامات میں پرویز صاحب نے دیانتداری کا ستیاناس کر دیا ہے۔ کتر بیونت، خلاف منشاء، تاثر، الزام منسوب کرنا اور حقیقت سے چشم پوشی وغیرہ اور دھوکہ دہی اور دسیسہ کاری پر مشتمل آپ کو یہ ذیلی عنوان نظر آئیں گے۔

نیا دین:

پرویز صاحب نے اس ذیلی عنوان کے تحت حضرت مسیح موعودؑ کی یہ عبارت درج کی ہے:-

"انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ تا وہ ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر

کرادیں۔ اور بعض احکام منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لاویں۔"

(مکتوباتِ احمدیہ بحوالہ ختم نبوت صفحہ ۱۲۴)

ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ بعض انبیاء تشریعی ہوتے ہیں اور بعض غیر تشریعی۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کی یہ عبارت ان انبیاء کرام کے متعلق ہے۔ جو تشریعی انبیاء ہیں نہ کہ غیر تشریعی۔ اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ ہرگز ہرگز نہ تشریعی نبوت کا ہے اور نہ مستقل نبوت کا۔

پرویز صاحب کا یہ ایک حربہ ہے غیر محققانہ بلکہ مفسدانہ اور مراد ان کی یہ ہے کہ اس عبارت میں تو نبی کا یہ کام مندرجہ بالا بتایا گیا ہے اور بعد میں حضور کا دوسرا اقتباس پیش کریں گے جس میں کہا ہوگا۔ کہ میں نبی ہوں یعنی امتی نبی۔ اور اس طرح پرویز صاحب ایک غیر حقیقت پسندانہ اعتراض وارد کرنے میں بزعم خود کامیاب ہو جائیں گے لیکن یہ حقیقت شعاری نہیں بلکہ کج بحثی اور تخریب کاری ہے۔

مکرم پرویز صاحب نے اسی باب میں کچھ دیگر ذیلی عنوانات قائم کئے ہیں جو سارے کے سارے برانگیختگی پر مشتمل ہیں اور لغو۔ مثلاً " نیا دین"۔ " اسلام سے الگ دین"۔ " مسلمانوں سے اختلاف"۔ " مسلمان کافر ہیں"۔ اور " جہنمی"۔ " انہیں نئے سرے سے مسلمان کیا جائے"۔ یہ اور اس قسم کے اور بھی۔ جن سے غرض سوائے تنفر

پیدا کرنے کے کچھ نہیں۔ حالانکہ حقیقت میں وہ نیا دین باوجود نبی نہ ہونے کے خود بنا رہے ہیں۔

پرویز صاحب کا نیا دین

چنانچہ پہلے باب میں پرویز صاحب کے متعلق لکھا گیا ہے کہ وہ قرآن کریم کے علاوہ اپنا نیا دین اختراع کر رہے ہیں۔ اسی ضمن میں اب یہ لکھنا ضروری ہے کہ پرویز صاحب خود موجودہ چودہ سو سالہ اسلام کو عجمی ایرانی سازش کا مجسمہ سمجھتے ہیں اور صرف اپنے آپ کو صحیح اسلام اور قرآن کو پیش کرنے والے سمجھتے ہیں ان کے نزدیک تصوف اجنبی پودا ہے جس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ تمام بزرگان دین متصوفین کو شعبدہ باز، مجوسیوں کا خوشہ چین کے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ دین میں تفرقہ شرک ہے۔ یہ پرویز صاحب کا سرفہرست نظریہ ہے۔ لہٰذا آج تمام فرقے جو اسلام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔ مشرک ہیں۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:۔

"امت میں تفرقہ کے معنی یہ ہیں کہ مختلف فرقے اپنی زندگی مختلف ضوابط کے ماتحت بسر کرتے ہیں اور یہ شرک ہے" (لغات القرآن جلد ۳ مصنفہ پرویز صاحب)

پھر لکھتے ہیں:۔

"لیکن انھوں نے اپنی آسمانی کتابوں کو ضائع کر کے ان کی جگہ انسانوں کے تراشیدہ راستوں کو اختیار کر لیا۔ اس طرح ان سے دین گم ہو گیا اور اس کی جگہ مذہب نے لے لی۔"

"یہی وجہ ہے کہ مذہب میں مختلف فرقے ہوتے ہیں لیکن دین میں فرقہ سازی کو شرک قرار دیا گیا ہے......"

"اسی طرح ہم نے بھی دین کی جگہ مذہب اختیار کر لیا۔ اسی نہج سے ہم بھی اقوام سابقہ کی سطح پر آ گئے۔"

(لغات القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۸۴ مصنفہ پرویز صاحب)

اور ملاحظہ ہو:۔

"اس وقت ہماری بنیادی دشواری یہ ہے کہ قوم کے سامنے اسلام کا واضح اور متعین تصور ہی نہیں۔ اسلام کے متعلق ہر گروہ بلکہ ہر فرد کا تصور جداگانہ ہے....
.... اور قدامت (مذہب) پرست طبقہ اس لئے اس کی مخالفت کرتا ہے کہ اسلام کے ایک متعین تصور سے ہر فرقہ کو اپنا اپنا "اسلام" چھوڑنا پڑتا ہے (پرویز صاحب کا مسلک اختیار کرنے سے۔ ناقل) یہ ہے اس مخالفت کی وجہ۔

(طلوع اسلام ستمبر ۱۹۶۷ء)

دیکھئے پرویز صاحب خود ایک نئے اسلام اور نئے قرآن کو پیش کرتے ہیں اور اس کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور الزام ہے حضرت

قارئین کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور ان کی جماعت اور دیگر تمام فرقے جو اسلام کی طرف منسوب ہیں کے درمیان سوائے اس کے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں یا نہیں؟ اور یہ کہ وہ موعود انسان ہیں یا نہیں؟ جن کا وعدہ قرآن کریم اور احادیث میں دیا گیا ہے؟ ہرگز کوئی اصولی فرق نہیں۔ دراصل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر بانی سلسلہ احمدیہ کی بعثت کی غرضیں دو تھیں یا دو ہیں۔

(۱) اسلام (قرآن) اور صاحبِ قرآن کے متعلق جس قدر مخالفین اور ملحدین کے اعتراضات اور خدشات تھے یا ہیں ان کا علمی وجہ البصیرت ازالہ کرنا۔

(۲) مسلمان کو صحیح مسلمان اور عملی مسلمان بنانا۔

اور یہی ایک مامور کا کام ہوتا ہے۔

فرض کریں کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ (نعوذ باللہ جھوٹے ہیں) لیکن ان کا دعویٰ تو ہے ماموریت کا تو پرویز صاحب کس بناء پر یہ کہنے کے مجاز ہیں کہ "سارے فرقے اپنا اپنا اسلام چھوڑ دیں؟" اور پرویز صاحب کا اسلام قبول کریں جن کے نظریئے میں سنتِ رسول علیہ السلام کے لیئے کوئی مقام ہی نہیں اور اجتہاد کا دروازہ اس حد تک کھلا ہے کہ دائمی احکام قرآنی بھی حکومت ضرورت پر چھوڑ سکتی ہے۔ مزید برآں پرویز صاحب رسالہ طلوعِ اسلام بابت جون ۱۹۶۸ء میں لکھتے ہیں:-

"قرآن نے جب (خدا کو ماننے والوں کے متعلق) کہا تھا کہ

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا

(اگر یہ خدا کو اس تصور کے مطابق مانیں جو تمہارا تصور ہے تو پھر یہ سمجھا جائے گا کہ یہ صحیح راستے پر ہیں) تو اس سے یہی مقصود تھا۔ سبلِ متفرقہ (مختلف راستوں) کو یکساں ماننے والوں کو قرآن ایمان والے قرار ہی نہیں دیتا......

...... اور یہی وجہ ہے۔ قرآن نے فرقہ بندی کو بالفاظ ([illegible]) شرک قرار دیا ہے۔ لہٰذا موجودہ مسلمانوں کی پہلی مشکل تو یہ ہے کہ انھوں نے اسلام کو سوچ سمجھ کر بہ طیب خاطر بطور نظامِ حیات قبول نہیں کیا۔

اور ان کی دوسری دشواری یہ ہے کہ جس اسلام کی طرف یہ اپنی نسبت کرتے ہیں اس کا کوئی ایک متعین مفہوم ان کے سامنے نہیں۔

اور تیسری دشواری یہ ہے (اور یہ سب سے اہم اور بنیادی دشواری ہے) کہ بہ حیثیت مجموعی اسلام کا جو تصور ہماری مذہبی پیشوائیت کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے۔ اُسے اُس اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں جسے خدا نے اپنے رسولؐ کی وساطت سے عطا فرمایا تھا۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ نظامِ سرمایہ داری کو مسلمانوں کے تمام مذہبی

فرقے عین اسلام قرار دیتے ہیں۔ اور اسلام میں فرقوں کے وجود کو کوئی بھی شرک تسلیم نہیں کرتا۔ حالانکہ یہ دونوں چیزیں اسلام کی یکسر نقیض ہیں۔"

(رسالہ طلوع اسلام۔ جون ۱۹۶۸ء)

قارئین کرام! پرویز صاحب کی اس تحریر سے ظاہر ہے کہ مذہبی پیشوا یعنی علماء اور مشائخ کی راہنمائی کا بھی ان کے نزدیک اسلام سے کوئی تعلق نہیں (بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اس بات پر غور فرمائیں کہ وہ نہ صرف یہ کہتے ہیں کہ آج کوئی مسلمان نہیں بلکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ صحیح اسلام ہی موجود نہیں ایرانیت ہے، عجمیت ہے اور مجوسیت ہے) پرویز صاحب کا خود تو یہ نظریہ اور خیال ہے کہ دنیا میں کوئی مسلمان نہیں اور تنفر پھیلایا جاتا ہے جماعت احمدیہ اور ان کے امام کے خلاف۔

پرویز صاحب حضرت بانی سلسلہ کے خلاف مندرجہ ذیل الزامات لگاتے ہیں:-

(۱) نیا دین (۲) اسلام سے الگ دین (۳) مسلمانوں سے اختلاف
(۴) مسلمان کافر ہیں۔ (۵) جہنمی ہیں۔

قارئین کرام! خدا کے لئے خالی الذہن ہو کر سوچیں کیا پرویز صاحب کی صرف مندرجہ بالا تحریروں سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ وہ خود چودہ سو سالہ اسلام کے علاوہ اور تمام فرقہ ہائے اسلامیہ کے علاوہ اپنا نیا دین معروف اسلام سے الگ ہی بنا رہے ہیں؟ اور ان وجوہات کی بناء

پر وہ تمام فرقہ ہائے اسلام سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اور وہ تمام اسلام کی طرف منسوب مسلمانوں کو مشرک قرار دے رہے ہیں؟ اور جب یہ مشرک قرار دیئے گئے تو کیا وہ جہنمی نہیں قرار دیئے گئے۔ خدا نے تو فرمایا۔ ان الشرک لظلم عظیم۔ کہ شرک سب سے بڑی بے انصافی ہے اور شرک کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ کہ خدا شرک معاف نہیں کرے گا۔

قصور اپنا نکل آیا۔

کیا اس بات کے مکرم پرویز صاحب خود مرتکب نہیں۔ کہ جو الزام وہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر تھوپتے ہیں۔ غیر مبہم الفاظ میں وہ خود ان کے مرتکب ہیں۔

قارئین کرام! یہ ہیں ہمارے کرم فرما محترم اور مکرم پرویز صاحب داعی الی القرآن کے نظریات۔ اعتقادات، تصورات اور انہوں نے چاہیئے تھا کہ وہ دلائل کے میدان میں آکر صرف اور صرف ختم نبوت کا حل ٹھوس دلائل کے ساتھ قرآن کریم کی روشنی اور اپنے ہی پیش کردہ قاعدہ قرآن فہمی کے مطابق پیش کرکے ہم پر ہماری غلطی واضح کر دیتے۔ لیکن جب ہم نے خاص طور پر بحیثیت ایک محقق کے ان سے قرآنی آیات در بارہ ختم نبوت کی حقیقت واضح کرنے کے لئے خط لکھا تو جواب ملتا ہے کہ:-

"ہم امور ختم کی بابت بحث میں اپنی توانائی ضائع نہیں کرتے"

لیکن آج وہ اپنی تمام تر توانائی کافرگری پر خرچ کرتے ہوئے نہیں تھکتے اور بیک جنبش قلم سارے منسوب بہ اسلام لوگوں کو مشرک، فلہذا کافر۔ فلہذا جہنمی قرار دے رہے ہیں کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ مشرک، کافر اور جہنمی ضرور ہوتے ہیں فلہذا ان کے نزدیک تمام افراد منسوب بہ اسلام خارج از اسلام ہوئے، مشرک جو ہوگئے

انہیں نئے سرے سے مسلمان کیا جائے: یہ بھی ایک الزام ہے پرویز صاحب کی طرف سے۔ پرویز صاحب کو یہ اعتراض کرنا ہی نہیں چاہیئے تھا کیونکہ وہ خود تمام مسلمانوں کو غیر مسلم سمجھ کر ان کو اپنے اسلام کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور اپنے رسالہ کا نام "طلوع اسلام" اس لئے رکھا کہ اسلام روئے زمین کے کسی حصہ میں نہیں سوائے ۲۵ بی گلبرگ لاہور کی حدود کے جہاں سے اس رسالہ کے ذریعہ طلوع اسلام ہو رہا ہے۔

قارئین کرام! ہم منافقت سے کام نہیں لیتے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو ہم امتی نبی یقین کرتے ہیں اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ صحیح اسلام انہوں نے ہمیں سکھایا۔ اور ہم ان کو علی وجہ البصیرت خدا کی طرف سے ملہم سمجھتے ہیں۔ لیکن پرویز صاحب معترض ہیں کہ مرزا صاحب نے کہا ہے کہ ان کے پیچھے نماز مت پڑھو۔ ان کا جنازہ پڑھنا بھی جائز نہیں۔ نکاح بھی جائز نہیں۔ تمام تعلقات حرام ہیں۔ پرویز صاحب کی طرف سے یہ اعتراضات ہیں کہ حضرت مرزا صاحب

نے اپنی جماعت کو یہ ہدایات دی ہیں۔ تو سب سے پہلے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ کیا ہم پرویز صاحب کے پیچھے نماز پڑھیں؟ یا ان کے پیچھے ہم جنازہ پڑھیں؟ یا ان کے ساتھ باقی دینی اور مذہبی تعلقات رکھیں؟ جس نے بیک جنبش قلم تمام مسلمانوں کو مشرک قرار دیا؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ اور کیا پھر ہم دیگر مسلمان متفرق فرقوں کے پیچھے نماز وغیرہ پڑھیں؟ جن کے خلاف نہ صرف پرویز صاحب نے فتویٰ دیا ہے بلکہ دیگر فتووں کی بھی ایک دوسرے کے خلاف بھرمار ہے جو پرویز صاحب نے رسالہ "طلوع اسلام" بابت اگست ۱۹۶۹ء میں جمع کر دیئے ہیں۔ ملاحظہ ہو:-

(۱) غیر مقلدین کے خلاف مقلدین کا فتویٰ:

" فرقہ غیر مقلدین جن کی ظاہری علامت اس ملک میں آمین بالجہر، رفع یدین اور نماز میں ہاتھ سینے پر باندھنا اور امام کے پیچھے الحمد پڑھنا ہے۔ اہلسنت سے خارج ہیں اور مثل دیگر فرق ضالہ .... کے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز درست نہیں۔ ان سے مخالطت و مجالست کرنا اور ان کو اپنی خوشی سے مسجد میں آنے دینا شرعاً ممنوع ہے اس کے نیچے قریب ستر علماء کی مہریں ثبت ہیں"

(بحوالہ جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین من المساجد ص
بحوالہ طلوع اسلام۔)

(۴) "پس تقلید کو حرام اور مقلدین کو مشرک کہنے والا شرعاً کافر بلکہ مرتد ہوا۔"

(انتظام المساجد باخراج اہل الفتن عن المساجد۔ بحوالہ طلوع اسلام)

اب بتایا جائے کہ ہم مقلدین کے پیچھے نماز پڑھیں یا غیر مقلدین کے پیچھے اور یا پرویز صاحب کے پیچھے جو دونوں کو مشرک قرار دے چکے ہیں۔

مقلدین کے خلاف غیر مقلدین کا فتویٰ:

(۱) "کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان دین متین شرع مبین اس امر میں کہ یہ گروہ مقلدین جو ایک ہی امام کی تقلید کرتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں یا نہیں اور ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور ان کو اپنی مسجد میں آنے دینا اور ان کے ساتھ مخالطت اور مجالست جائز ہے یا نہیں؟"

جواب: "بیشک نماز ایسے مقلدین کے پیچھے جائز نہیں ہوگی ان لوگوں کے عقائد اور اعمال مخالف اہل سنت والجماعت ہیں بلکہ بعض عقیدہ اور عمل موجب شرک اور بعض مفسد نماز ہیں۔ ایسے مقلدوں کو مسجد میں آنے دینا شرعاً درست نہیں۔"

اس کے نیچے (۱۹) مولوی صاحبان کی مہریں ثبت ہیں۔

(بحوالہ کتاب مجموعہ فتاویٰ ص ۵۴-۵۵ ۔ بحوالہ طلوع اسلام)

صرف حنفی نہیں بلکہ سب کے سب'

"چاروں اماموں کے پیرو اور چاروں طریقوں کے متبع یعنی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی، چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، مجددیہ سب لوگ کافر ہیں۔"

(جامع الشواہد ص۲ بحوالہ طلوع اسلام)

دیوبندیوں کے خلاف تین سو علماء کا فتوے

"وہابیہ دیوبندیہ اپنی تمام عبادتوں میں تمام اولیاء انبیاء حتیٰ کہ حضرت سید الاولین والآخرین صلعم اور خاص ذات باری تعالیٰ کی اہانت اور ہتک کرنے کی وجہ سے قطعاً مرتد اور کافر ہیں۔ اور ان کا ارتداد اور کفر سخت سے سخت درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ ایسا کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد اور کفر میں ذرا بھی شک کرے۔ مرتد اور کافر ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان سے بالکل ہی محترز اور مجتنب رہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا ہے اپنے پیچھے بھی ان کو نماز نہ پڑھنے دیں اور نہ ہی مسجدوں میں گھسنے دیں۔ نہ ان کا ذبیحہ کھائیں۔ نہ ان کی شادی غمی میں شریک ہوں نہ اپنے پاس ان کو آنے دیں۔ یہ بیمار ہوں ان کی عیادت

کو نہ جائیں۔ مریں تو گاڑنے تو پینے میں شرکت نہ کریں۔
مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ دیں۔ غرض ان سے
بالکل احتیاط و اجتناب رکھیں۔ (دیکھو تین صد علماء کا
متفقہ فتویٰ)

(المشتہر محمد ابراہیم میاگلپوری۔ بحوالہ طلوعِ اسلام)

بریلویوں کے خلاف دیوبندیوں کا فتویٰ

مرتضیٰ سید محمد مرتضیٰ صاحب دیوبندی نے اپنی کتاب میں مولوی احمد رضا
خان صاحب کو کافر، اکفر، دجال مائۃ حاضرہ، مرتد، خارج از اسلام
وغیرہ ثابت کیا ہے۔

(رسالہ رد التکفیر علی الفحاش التنکیر بحوالہ طلوعِ اسلام)

دوسری طرف مولوی احمد رضا خان صاحب (بریلوی) نے مولانا محمد
قاسم صاحب نانوتویؒ (بانیٔ دارالعلوم دیوبند) اور مولانا رشید احمد صاحب
گنگوہیؒ وغیرہ کے عقائد کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ:

"کلھم مرتدون باجماع الاسلام" (یہ
سب باجماع الاسلام مرتد ہیں)

اس فتوی پر علماء حرمین شریفین اور دیگر مفتیوں اور قاضیوں کے دستخط
اور مہریں ثبت ہیں۔ ان کی تین وجوہ کفر بیان کی گئی ہیں (۱) ختم نبوت
کا انکار کرتے ہیں (۲) آنحضرتؐ کی توہین کرتے ہیں (۳) امکان کذب

باری تعالیٰ۔ اس لئے ان کے متعلق لکھا ہے کہ:

"جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے"

(حسام الحرمین صنا تا ص۱۱۳ بحوالہ طلوعِ اسلام)

آپ نے غور فرمایا۔ پاکستان میں بسنے والا سوادِ اعظم یعنی حنفی
اہلحدیث، دیوبندی، بریلوی یا اربابِ طریقت میں چشتیہ، نقشبندیہ
وغیرہ۔ ان سب کے خلاف کفر اور ارتداد کے فتویٰ لگ چکے ہیں۔
پھر مختلف فرقوں کی تکفیر تک ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ ان فرقوں کے
ممتاز افراد کے خلاف نام بنام فتاویٰ صادر کئے گئے اور انھیں ہدفِ
دشنام بنایا۔ مثلاً:

مولانا نذیر حسین دہلویؒ

انھیں مجادل، مرتاب، متبع ہوائے نفس۔ حاسد۔ بددیانت
منحرف قرار دیا گیا۔

(رسالہ التحقیق المزید بحوالہ طلوعِ اسلام)

ان کے ساتھ مولوی محمد حسین بٹالوی مرحوم کو شامل کر کے انھیں شیاطین
ملحد۔ بیوقوف، بے شعور، بے دین وغیرہ لکھا گیا۔

اس فتویٰ پر ۸۲ علماء حرمین شریفین کے اور علمائے عجم
کی مہریں ثبت ہیں۔ (کتاب ہذا الحق۔ بحوالہ طلوعِ اسلام)

مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم

ان کی تفسیر کے متعلق لکھا ہے:

"ایک بدعتی اور گمراہ کا کلام ہے۔ انھوں نے اپنی تفسیر میں
حلولیہ، اتحادیہ، جہمیہ اور معتزلہ مذہب کو جمع کر رکھا
ہے نہ تو مولوی ثناء اللہ سے علم حاصل کرنا جائز ہے
نہ اس کی اقتداء جائز۔ نہ اس کی شہادت قبول کی جائے
نہ اس کی اقامت صحیح ہے اس کے کفر اور مرتد ہونے میں
کوئی شک نہیں .... اس کی تفسیر اس قابل
ہے کہ اس کا مطالعہ کیا جائے بلکہ تردید کی غرض سے
دیکھنے کے سوا اس کا دیکھنا بھی حرام ہے۔"

(فیصلہ مکہ صفحہ ۱۵ تا ۲۰ بحوالہ طلوع اسلام)

مولانا حسین احمد مدنی مرحوم کے خلاف فتویٰ

(ہفت روزہ "ترجمان اسلام" لاہور۔ ۱۰ نومبر ۱۹۶۱ء۔ بحوالہ
طلوع اسلام)

"جناب سر سید احمد خاں بانی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
حکیم الامت ڈاکٹر سر محمد اقبال اور جناب قائد اعظم
محمد علی جناح بانی پاکستان پر کفر کے فتوے لگائے
گئے۔ جناب قائد اعظم کو "کافر اعظم" کہا گیا یہ
فتاویٰ ہی

طلوع اسلام اگست ۱۹۶۹ء صفحہ ۴۹ تا ۵۳) میں پیش کئے گئے ہیں
اب چکڑالویوں کے خلاف فتوے ملاحظہ ہوں۔
یہ فتویٰ متفقہ طور پر بریلویوں، دیوبندیوں اور مودودی علماء
نے صادر کیا ہے۔

"چکڑالویت حضور سرور کائنات علیہ التسلیمات کے
منصب و مقام اور آپ کی تشریعی حیثیت کی منکر اور
آپ کی احادیث مبارکہ کی جانی دشمن ہے۔ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کھلے ہوئے باغیوں نے رسول
کے خلاف ایک مضبوط محاذ قائم کر دیا ہے جانتے ہو
باغی کی سزا کیا ہے؟ گولی!

(ہفتہ وار "رضوان" لاہور چکڑالویت نمبر۔ اہل سنت
والجماعۃ کا مذہبی ترجمان ۲۱۔۲۸ فروری ۱۹۵۳ء صفحہ ۲۳ پرنٹر
سید محمود احمد رضوی کوآپریٹو کیپیٹل پرنٹنگ پریس لاہور)

اب پرویز صاحب ہمیں بتائیں کہ ہم پاکستان یا بیرون پاکستان
کے کس فرقے کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں؟

(نوٹ: یہ تمام فتوے طلوع اسلام اگست ۱۹۶۹ء سے ماخوذ ہیں)

پرویز صاحب! یہ فتوے آپ نے جمع کر دیئے ہیں۔ یہ ظاہر کرنے
کے لئے کہ جب یہ علماء آپس میں ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں
تو مجھے اگر کافر قرار دیا تو قابل تعجب نہیں۔

پرویز صاحب کے خلاف فتویٰ

"غلام احمد پرویز شریعتِ محمدیہ کی رُو سے کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج۔ نہ اس شخص کے عقد نکاح میں کوئی مسلمان عورت رہ سکتی ہے اور نہ کسی مسلمان عورت کا نکاح اس سے ہو سکتا ہے۔ نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اس کا دفن کرنا جائز ہوگا۔ اور یہ حکم صرف پرویز ہی کا نہیں بلکہ ہر کافر کا ہے اور ہر وہ شخص جو اس کے متبعین میں ان عقائد کفریہ کا ہمنوا ہو۔ اس کا بھی یہی حکم ہے اور جب یہ مرتد ٹھہرا تو پھر اس کے ساتھ کسی قسم کے بھی اسلامی تعلقات رکھنا شرعاً جائز نہیں۔"

ولی حسن ٹونکی غفر اللہ لہ مفتی و مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ
نیو ٹاؤن کراچی

محمد یوسف بنوری شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی"

پرویز صاحب! اب غور فرمائیں اور خدا کو حاضر ناظر جان کر اپنے قلب سلیم اور ایمان سے پوچھیں کہ کیا آپ کے نزدیک یا ایک دوسرے کے نزدیک اس وقت کوئی بھی مسلمان ہے؟ اگر نہیں، تو اس کا علاج کیا ہے؟ اور بتایا جائے کہ ہم کس کے پیچھے نماز پڑھیں؟ کس کے ساتھ رشتہ کریں؟

سو وہ علاج صرف اور صرف خدا کے پاس ہے اور کسی کے پاس نہیں۔ جس نے اصلاح کے لئے اپنا مسیح موعودؑ بھیجا اور جس نے اُن تمام لوگوں کو اور تمام فرقوں کو ——— آپس میں ایک دوسرے کے باہم سخت خلاف ہونے کے باوجود اور ایک دوسرے کے خلاف فتویٰ لگانے کے باوجود بشمول آپ کے، جماعت احمدیہ اور اس کے بانیؑ کے خلاف اکٹھا کر دیا اور اس طرح اب اپنے عقل و فہم سے پوچھیں کہ حق پر کون ہو سکتا ہے؟ جواب ہر ایک قاری اپنے قلب وایمان سے دریافت کرے۔ یہ خدا کا فعلی فیصلہ ہے جو اس نے کر کے دکھایا کہ حق پر کون ہے؟

اپنے اپنے عقل و فہم اور ایمان و اسلام سے دریافت کے علاوہ میں قرآن کریم کی روشنی میں بھی اس مسئلہ کو قدرے واضح کرنا چاہتا ہوں۔

قارئین کرام! جب حالات ایسے پیدا ہو جائیں کہ دنیا میں آسمانی علم کا عالم کوئی نہ ہو۔ اس وقت سنت اللہ یہی جاری چلی آ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ایک معلّم آسمانی مبعوث کر دیتا ہے۔ یہودیوں میں جب اس قسم کے اختلافات رونما ہوئے اور صحیح معنوں میں کوئی یہودی نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو مبعوث فرمایا۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ (زخرف ۴۳: ۶۴)

یعنی جب عیسیٰؑ روشن دلائل لے کر آئے۔ عیسیٰؑ نے کہا۔ میں تمہارے
پاس حکمت کی باتیں لے کر آیا ہوں اور اس غرض کے لئے
آیا ہوں کہ جن بعض باتوں (مسائل) میں تم آپس میں
اختلاف کرتے ہو۔ ان کی وضاحت کروں۔

اسی طرح آج بھی آسمانی علم موجود ہے لیکن آسمانی علم کو کوئی دیکھتا
ہی نہیں۔ بالفاظ پرویز صاحب:۔

"لیکن کتاب تو ساکت صامت حروف و نقوش کا مجموعہ
ہے اس کی اطاعت کیسے کی جائے۔"

(شاہکار رسالت ص۲۶۳ مصنفہ پرویز صاحب)

اس کا جواب خود پرویز صاحب کے الفاظ میں سنئیے:۔

"آپ نے آہنگر کی مسان کے نیچے رکھی ہوئی ریت کو دیکھا
ہوگا۔ مسان پر لگائے جانے والے فولاد کے ذرات اس
ریت میں اس طرح مل جاتے ہیں کہ بڑی سے بڑی باریک بین
نگاہ بھی انہیں متمیز نہیں کر سکتی۔ لیکن جب مقناطیسی
پتھر کا ٹکڑا اس ریت پر پھیر دیا جائے تو فولادی ذرات
تڑپ تڑپ کر ریت سے الگ ہو جاتے ہیں اور کہکشانی
ستاروں کی طرح اس پتھر کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ رسول
کی آواز بھی اسی قسم کا مقناطیسی اثر اپنے اندر رکھتی ہے
جس سے وہ تمام منتشر ذرات، جو اپنے اندر قبول کشش و

جذب کی صلاحیت رکھتے ہیں اس مرکز حق و صداقت کے
گرد پروانہ وار جمع ہو جاتے ہیں اور ریت کے وہ ذرات
جن میں جذب و انجذاب کی کوئی صلاحیت نہیں ہوتی۔
ان سے یکسر الگ ہو جاتے ہیں۔ لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ
مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ
بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ
أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ○ (۸/۳۷) اور یہ اس
لئے ہوگا کہ اللہ ناپاک (روحوں) کو پاک (روحوں) سے
جدا کر دے اور جو ناپاک ہیں ان میں سے بعض کو بعض کے
خلاف کھڑا کر دے۔ پھر سب کو (اپنی تباہ حالیوں
میں) اکٹھا کر دے۔ پھر (قیامت کے دن) اس (جمع شدہ
گروہ) کو دوزخ کے حوالہ کر دے۔ یہی لوگ ہیں۔ یکسر
تباہ ہونے والے۔"

(معارف القرآن جلد چہارم ص۳۱۹)

پرویز صاحب کی اس مثال کو بطور دلیل پیش کرنے کے بعد مزید
کسی قسم کی بحث اور جواب کی ضرورت نہیں رہتی۔ حالات وہی ہیں
جو پرویز صاحب بیان کر چکے۔ ان حالات کے سدھرنے کے لئے ایک
مقناطیسی وجود کی ضرورت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ حالات انیسویں صدی
کی ابتدا سے شروع ہے اور اس وقت ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت

کے مطابق اپنے مامور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کو بطور مسیح موعودؑ بطور روحانی مقابلیسی وجود کے مبعوث فرمایا۔ اس مثال کا گزشتہ صفحات میں ذکر کیا گیا تھا۔ اس مقام کی مناسبت سے دوبارہ پیش خدمت کرنا ضروری تھا۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ

پرویز صاحب اس عنوان کے تحت ثابت کرنا چاہتے ہیں اور یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ احمدی حضرات مرزا صاحب کو زمرۂ انبیاء میں سمجھتے ہیں۔ تا اس طور پر لوگوں کو اشتعال دلائیں۔ بیشک احمدی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کو زمرۂ انبیاء میں سمجھتے ہیں لیکن امتی نبی کی حیثیت سے۔ یعنی ان کو نبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخلص امتی ہونے کی وجہ سے ملی ہے نہ کہ حضورؐ سے علیحدہ ہو کر۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کے الفاظ میں:۔

"وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا۔ یعنی انسانِ کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا۔ یعنی

انسانِ کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سیدّ الاصفیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

(آئینہ کمالات اسلام)

"نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کیلئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی۔ کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا۔" (کشتی نوح)

"اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مہر دی۔ جو کسی اور نبی کو نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھیرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷ حاشیہ)

"مَیں بڑے یقین اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالاتِ نبوت ختم ہو گئے وہ شخص جھوٹا اور مفتری ہے جو آپ کے خلاف کسی سلسلہ کو قائم کرتا ہے اور آپ کی نبوت سے الگ ہو کر کوئی صداقت پیش کرتا ہے اور چشمۂ نبوت کو چھوڑتا ہے۔ مَیں کھول کر کہتا ہوں کہ وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا آپ کے بعد کسی اور کو نبی یقین کرتا ہے اور آپ کی ختم نبوت توڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ایسا نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا جس کے پاس مہرِ نبوت محمدی نہ ہو۔"

(الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۵ء)

پس اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ احمدی تمام انبیاء کرام کو بشمول حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ بحیثیت سچے اور صادق نبی ہونے کے بموجب آیتِ قرآنیہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ زمرۂ انبیاء کا فرد سمجھتے ہیں لیکن بلحاظ فضیلت حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو سیّد الانبیاء والمرسلین سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ وہی رحمۃ للعالمین، حقیقی خاتم النبیین ہیں۔ اب نبوت جیسی عظیم نعمت انہیں کے واسطۂ فیض اور اطاعت سے مل سکتی ہے۔ اللّٰھم صلّ وسلّم علیٰ محمدؐ وعلیٰ آلِ محمد الف الف صلوٰۃ

علیہ انّک حمیدٌ مجیدٌ!

درود شریف:

پرویز صاحب نے یہ عنوان قائم کر کے محض اشتعال انگیزی کی خاطر یہ نشاندہی کی ہے کہ احمدی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر درود بھیجتے ہیں۔ بھلا اس میں کون سی بات اعتراض کی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا" (۳۳/۴۴)

یعنی اللہ وہ ذات ہے جو تم پر (اے امت محمدیہ) درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے۔ اور اللہ مومنین پر بہت مہربان ہے۔

قارئین کرام! انسان کو لطف آتا ہے جب کسی معقول سوال پر اظہار خیال کرے۔ لیکن جب سوال سوال ہی نہ ہو تو جواب کس چیز کا دیا جائے۔ مَیں نے مکرم پرویز صاحب کو علیحدہ خط لکھا ہے جس میں میں نے ان کو لکھا کہ آپ نے "شاہکار رسالت" اور "ختم نبوت اور تحریک احمدیت" کتابیں تصنیف کر کے اپنی ساکھ کو بڑھایا یا نہیں بلکہ

ختم کر دیا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ آپ نے خدا کے مامور کے پیچھے زبان درازی شروع کر دی ہے۔

تعجب ہے کہ تمام مسلمان آپس میں "السلام علیکم" "السلام علیکم" کہتے ہیں، مگر پرویز صاحب اور ان کے معتقدین اپنے نئے دین کے مطابق ایک دوسرے پر "سلام ورحمت" بولا کرتے ہیں۔ تو اس میں تو کوئی حرج نہیں لیکن خدا کے مامور کے لئے "سلام ورحمت" ناجائز کچھ تو عقل وفہم سے کام لے کر قلم اٹھانا چاہیئے تھا۔ آپ کی ان تمام باتوں میں محض اشتعال انگیزی کی مصلحت کارفرما ہے نہ کچھ اور۔

"الگ نام" — "غلام احمد" — "احمدی جماعت"

پرویز صاحب نے یہ تین عنوانات قائم کئے ہیں۔ بلحاظ مفہوم اور اعتراض کسان کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ بلاوجہ بجائے ایک عنوان اور ایک اعتراض کے تین عنوانات قائم کئے ہیں۔ پھر تماشا یہ بنایا ہے کہ ان تین عنوانات کے درمیان دیگر پانچ عنوانات متفرق مشتمل بر اعتراضات داخل کر دیئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی مقرر یا محرر سے بات بنتی نہیں تو وہ ڈانواں ڈول ہو کر کبھی ایک طرف بھاگتا ہے اور کبھی دوسری طرف۔ یہی حالت پرویز صاحب کی اس ساری کتاب میں نظر آ رہی ہے۔ بہرحال بات ان تین عنوانات کی ہے آج دنیا میں کثرت سے فرقے منسوب با سلام ہیں۔ کوئی حنفی، کوئی شافعی

کوئی مالکی اور کوئی حنبلی۔ اسی طرح بعض دیوبندی، بعض چکڑالوی اور بعض پرویزی ہیں۔ اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی جماعت کا نام "احمدیہ جماعت" ہے ؏

"ایں سعادت بزور بازو نیست"

"احمدی" نام بوجہ ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے ہم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے احمد نام کی طرف منسوب ہیں۔ ہمارے اسی نام سے بھی پرویز صاحب کو دکھ ہو رہا ہے۔ تاہم پرویز صاحب کے اپنے الفاظ میں ان کا اعتراض ملاحظہ ہو:۔

"ہم نے بعض "احمدی" حضرات کو یہ کہتے سنا ہے کہ ہم نے اپنا نام "احمدی" حضور نبی کریمؐ کی نسبت سے رکھا ہے کیونکہ حضورؐ کا اسم گرامی "احمد" بھی تھا۔ یہ ان حضرات کی غلط بیانی اور ابلہ فریبی ہے۔ مرزا صاحب نے خود اپنا نام احمد بتایا ہے اور احمدی کی نسبت انہی (مرزا صاحب) ہی کی طرف ہے نہ کہ نبی کریم صلعم کی طرف۔"

("ختم نبوت" صفحہ ۱۳۶-۱۳۷)

قارئین کرام! پرویز صاحب صریحاً جھوٹ بول رہے ہیں۔ اصل حقیقت یہی ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی جماعت کا نام رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے احمد نام کی بناء پر رکھا ہے مگر ابلہ فریبی اور دھوکہ دہی سے خود پرویز صاحب کام لینا چاہتے ہیں۔ حضرت

بانی سلسلہ احمدیہ اس بارہ میں خود تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور اسم محمد جلالی نام تھا اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنھوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا۔ اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا لیکن اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے.......... لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کرے گا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۳۶۵، ۲۶۶)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ آپ نے اپنی جماعت کا نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احمد نام پر رکھا ہے نہ کہ اپنے نام احمد پر جو آپ کو ایک پیشگوئی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہو کر حاصل ہے۔

اس کے بعد پرویز صاحب فرماتے ہیں۔ تفصیل اس کی بڑی دلچسپ ہے۔

"قرآن کریم میں ایک آیت ہے۔ وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (۶۱/۶)

ترجمہ: اور جب عیسیٰ ابن مریم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں۔ میں تصدیق کرتا ہوں تورات کی جو پہلے آ چکی ہے اور میں بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا۔ جس کا نام احمد ہوگا۔"

اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

"یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضور نبی کریم کا اسم گرامی محمد بھی تھا اور احمد بھی۔ اس کا ثبوت صدر اول کے لٹریچر سے لے کر ہر دور کی کتب تاریخ و تفسیر سے بھی ملتا ہے مسلمانوں کے نام کے ساتھ احمد بلکہ تنہا احمد شروع سے چلا آ رہا ہے۔ جیسے امام احمد بن حنبل وغیرہ۔ لیکن مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ نہیں میرا نام احمد ہے اور حضرت عیسیٰ نے جس آنے والے رسول کی بشارت دی تھی وہ حضور نبی کریم نہیں بلکہ میں ہوں۔ مرزا صاحب نے [illegible] کے [illegible] دلیل بھی پیش کرتے ہیں [illegible]

[illegible] (ختم نبوت [illegible])

پرویز صاحب! حضرت مرزا علیہ السلام کے صداقت کے دلائل کثیرہ۔
اگر آپ کو نظر نہیں آتے ہیں۔ تو میرے خیال میں آپ کے دل کی آنکھیں بند
ہیں۔ جماعت احمدیہ علی وجہ البصیرت یقین رکھتی ہے۔ کہ حضرت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم اسم محمدؐ کے علاوہ دیگر اسماء صفاتی بھی رکھتے تھے جن
میں سے ایک نام احمدؐ بھی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ احمد حضرت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کا صفاتی نام ہے۔ اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا یہ نام
بحیثیت آپ کے بروز اور ظل کے ہے نہ کہ بطور اصل کے۔ پرویز صاحب
کے خود پیش کردہ حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ
اپنا نام احمد صرف اور صرف بلحاظ بروز اور ظل اور مظہر کے قرار دیتے
ہیں چنانچہ انہوں نے لکھا:۔

"مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور
اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ
رکھا مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان نہیں بلکہ
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسی لحاظ سے میرا
نام محمدؐ اور احمدؐ ہوا۔"

(ایک غلطی کا ازالہ بحوالہ ختم نبوت صفحہ ۱۳۸)

پرویز صاحب پھر لکھتے ہیں۔
"اس سلسلہ میں مندرجہ بالا آیت کے حوالہ سے اور
جب کہ آیت مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي

اِسْمُهٗ اَحْمَدُ میں یہ ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا آخری زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا۔ گویا
وہ اس کا ایک ہاتھ ہوگا جس کا نام آسمان پر احمدؐ
ہوگا۔" (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۸ بحوالہ ختم نبوت صفحہ ۱۳۵)

پرویز صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں:۔
"مرزا صاحب نے اپنے مشہور خطبہ الہامیہ میں فرمایا ہے کہ
میرے رب نے میرا نام احمد رکھا ہے پس میری تعریف
کرو اور مجھے دشنام مت دو۔"

(خطبہ الہامیہ بحوالہ ختم نبوت صفحہ ۱۳۸)

اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کا یہ شعر بھی بغرض اعتراض لکھا ہے:۔
"منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد"

اس کے علاوہ پرویز صاحب نے دیگر حوالہ جات الفضل وغیرہ سے پیش کئے
ہیں۔ ان تمام حوالہ جات سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت
بانی سلسلہ احمدیہؑ کو ہی "احمد" سمجھا جاتا ہے۔ اور کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ
نے اپنا نام "احمد" بتایا ہے لیکن "بروز" کی آڑ میں۔
بروز کے طور پر بانی سلسلہ احمدیہؑ کے اپنے آپ کو احمد قرار دینے
کے اعتراف کے باوجود پرویز صاحب کا یہ لکھنا
"یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم) کا اسم گرامی "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی تھا
اور احمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ....
.... لیکن مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ نہیں میرا نام احمد
ہے۔" (ختم نبوت ص۱۳)

پرویز صاحب کا یہ سراسر جھوٹ، فریب اور دھوکہ ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ نے ایسا ہرگز نہیں کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد ہونے کا اعتراف حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ نے ضرور کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے:-

"اس رسول امی پر درود و سلام ہو۔ جس کا نام محمد اور احمدؐ ہے۔ یہ دونوں نام اس کے اسی وجہ سے ہیں۔ کہ جب حضرت آدم کے سامنے تمام چیزوں کے نام پیش کئے گئے تو سب سے اول یہی دو نام پیش ہوتے تھے۔ کیونکہ اس دنیا کی پیدائش میں وہی دو نام علت غائی ہیں۔ اور خدا کے علم میں وہی اشرف و اقدم ہیں۔"

(نجم الہدیٰ۔ مصنفہ بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ ص۵)

مزید ملاحظہ ہو:-

"ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں

یعنی وہی نبیوں کا سردار۔ رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزاروں برس تک نہیں مل سکتی تھی۔"

(سراج منیر مصنفہ بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ)

الغرض پرویز صاحب کا یہ ایک دروغ بے فروغ ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے نزدیک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا اسم مبارک "احمد" نہیں تھا۔ بلکہ "احمد" نام میرا ہے۔

پرویز صاحب نے جتنے اقتباسات پیش کئے ہیں ان سے یہی ظاہر ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بوجہ بروز اور مظہر اتم ہونے کے "احمد" ہیں اور پرویز صاحب کا اس کو "آڑ" سمجھنا درحقیقت پرویز صاحب ہی کے اندرونہ کی آواز بازگشت ہے کل اناء یترشح بما فیہ" ہر برتن سے وہی کچھ ٹپکتا ہے جو کچھ اس برتن میں موجود ہو۔ پرویز صاحب! اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتے تو اس وقت بھی یہی اور اسی قسم کے اعتراضات کرتے جس طرح کہ اس وقت اور لوگ کرتے تھے اور جس طرح کہ وہ آج حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کے متعلق بدظنی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کا اسم مبارک "احمد" ہے لیکن بوجہ بروز اور مظہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ نہ کہ بطور

اصل کے۔ "بروز" اور "مظہر" کے الفاظ سے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ "مظہر" اور "بروز" ایک طرف اپنے اصل کا عکس ہو کر دنیا کے سامنے اپنے اصل اور آقا کا منور چہرہ پیش کرتے ہیں تو دوسری طرف اپنے اصل اور آقا کے بحیثیت ایک خادم اور غلام کے اپنے آپ کو سمجھتے ہیں اور پیش بھی کرتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ فرماتے ہیں:۔ ؎

"برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے"

مزید ملاحظہ ہو:۔

"وَفَوَّضَنِیْ رَبِّیْ اِلٰی فَیْضِ نُوْرِہٖ
فَاَصْبَحْتُ مِنْ فَیْضَانِ اَحْمَدَ اَحْمَدَا
وَھٰذَا مِنَ اللّٰہِ الْکَرِیْمِ الْمُحْسِنِ
وَمَا کَانَ مِنْ اَلْطَافِہٖ مُسْتَبْعَدَا
وَوَاللّٰہِ ھٰذَا کُلُّہٗ مِنْ مُحَمَّدٍ
وَیَعْلَمُ رَبِّیْ اَنَّہٗ کَانَ مُرْشِدَا"

ترجمہ (۱) مجھ کو میرے رب نے اس کے (محمدؐ) فیض کی طرف سونپ دیا اور محض اسی وجہ سے میں احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے "احمد" بن گیا ہوں۔

(۲) اور یہ سب اللہ کریم احسان کرنے والے کے فضل سے ہے اور اس کے لطف سے ایسا ہونا کچھ بعید نہیں۔

(۳) خدا کی قسم یہ سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہے اور خدا ہی جانتا ہے کہ وہی مرشد برحق ہے۔

بہرحال حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ بطور ظل اور مظہر کے اپنے آپ کو احمد کہتے ہیں۔ نہ کہ بطور اصل کے۔ اس مظہریت اور بروزیت کا امت میں سے تب کوئی فرد مستحق ہوتا ہے جبکہ اس امتی کا اپنے مصلح کامل کے ساتھ کمال اتصال پیدا ہو جائے۔ اور یہ اتصال کمال محویت اور جذب سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں مطیع والہانہ عشق اور والہانہ اطاعت سے اپنے مطاع کے رنگ میں مکمل طور پر رنگین ہو جاتا ہے۔ تمام اہل اسلام کا اس حقیقت پر اتفاق ہے۔ بلکہ اس چودہ سو سال میں علی قدر مراتب بے شمار کاملین امت گزرے ہیں جو اس ظلیت میں رنگین نظر آتے ہیں مثلاً سید عبد القادر جیلانیؒ۔ مجدد الف ثانیؒ۔ خواجہ اجمیریؒ۔ حضرت جنید بغدادیؒ۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ۔ حضرت داتا گنج بخش لاہوریؒ وغیرہ۔

مکرم پرویز اس کو مجوسیت کہتے ہیں۔ اور ان بزرگان دین اور ائمہ کو مجوسیت کا خوشہ چین۔

قارئین کرام! پرویز صاحب نے صرف حضرت مرزا صاحبؑ کے خلاف یہ کتاب نہیں لکھی بلکہ اسلام کے خلاف اور اسلام کے ان مجاہدین اور مقربین الٰہی کے خلاف لکھی ہے جو ہمارے اور باقی مسلمانوں کے نزدیک محترم ہیں کیونکہ انھیں بزرگان دین کے ذریعہ اسلام زندہ رہا اور زندہ

رہے گا اور اسلام کے پھل یہی مقربین بارگاہِ الٰہی تو ہیں۔ ورنہ حسبِ نظریۂ پرویز صاحب ظاہری خلافت تو صرف تیس سال تک رہی اور بعد ازاں آج تک اسلام کوئی پھل نہ دے سکا۔ نعوذ باللہ۔ بہرحال حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ اپنے آقا و مولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز اور مظہر ہیں اور اس لئے آپ کے اسم "احمدؐ" کا بروز ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جتنے انبیاء کرام گزرے ہیں وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نہ کسی اسم مبارک کے بروز تھے اور یہی معنی ہے آیت کریمہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کا۔ کہ جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر تصدیق کسی نبی کے متعلق نہ ہو۔ اس کی نبوت مسلّم نہیں ہو سکتی۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اب جاننا چاہیئے کہ دراصل اسی نقطۂ وسطی کا نام حقیقتِ محمدیہؐ ہے جو اجمالی طور پر حقائق عالم کا منبع و اصل ہے اور در حقیقت اسی ایک نقطہ سے خطِ وتر انبساط و امتداد پذیر ہوا ہے اور اسی نقطہ کی روحانیت تمام خطِ وتر میں ایک ہویت ساریہ ہے جس کا فیض اقدس اس سارے خط کو تعیّن بخش ہو گیا ہے۔ عالم جس کو متصوفین اسماء اللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کا اول و اعلیٰ مظہر جس سے وہ علیٰ وجہ التفصیل صدور پذیر ہوا ہے۔ یہی نقطۂ درمیانی ہے جس کو اصطلاحاتِ اہل اللہ

میں نفسی نقطۂ احمد مجتبےٰ و محمد مصطفےٰ نام رکھتے ہیں اور فلاسفہ کی اصطلاحات میں عقلِ اوّل کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے .... اور جس طرح ہر یک حیات خدا تعالیٰ کی حیات سے مستفاض اور ہر یک وجود اس کے وجود سے ظہور پذیر اور ہر یک تعیّن اس کے تعیّن سے خلعت پوش ہے ایسا ہی نقطۂ محمدیہ جمیع مراتب اکوانِ عالم اور خطائرِ امکان میں باذنہٖ تعالیٰ حسب استعدادات مختلفہ و طبائع متفاوتہ موثر ہے اور چونکہ یہ نقطہ جمیع مراتب الٰہیہ کا ظلی طور پر اور جمیع مراتب کونیہ کا منبع اور اصلی طور پر جامع بلکہ انہیں دونوں کا مجموعہ ہے اس لئے یہ ہر یک مرتبہ کونیہ پر جو عقول و نفوس کلیہ و جزئیہ و مراتب طبعیہ الیٰ آخر تنزلات وجود سے مراد ہے۔ اجمالی طور پر احاطہ رکھتا ہے .... الخ"

(سرمہ چشم آریہ مصنفہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ)

غرضیکہ مقامِ محمدیت وہ مقام ہے جس کے احاطہ کی حقیقت سے بڑے بڑے باکمال لوگ کماحقہٗ واقف نہیں ہیں۔ تو بیچارے پرویز صاحب اگر حضورؐ کی قوت قدسیہ اور فیضان بروزیہ و ظلیہ سے انکار کریں اور اس کو مجوسیت قرار دیں تو معذور سمجھے جا سکتے ہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ اپنے آقا کی شان میں فرماتے ہیں:۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے جو
ایک آتشی شریعت ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا
ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ
عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ .... ذٰلِكَ
مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ۔ (۲) دوسرا نام احمد ہے صلی
اللہ علیہ وسلم۔ اور یہ نام انجیل میں ہے جو ایک جمالی رنگ
میں تعلیم الٰہی ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے وَمُبَشِّرًا
بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ اور
ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جلال اور جمال دونوں کے
جامع تھے۔ مکہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی اور مدینہ کی
زندگی جلالی رنگ میں۔ اور پھر یہ دونو صفتیں امت
کے لئے اس طرح پر تقسیم کی گئیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم
کو جلالی رنگ کی زندگی عطا ہوئی اور جمالی رنگ کی زندگی
کے لئے مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
مظہر ٹھہرایا۔"

پھر صفحہ ۱۷ پر فرماتے ہیں:-

"ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ بھی تھے
اور مثیل عیسیٰ بھی۔ موسیٰ جلالی رنگ میں آیا تھا اور جلال
اور الٰہی غضب کا رنگ اس پر غالب تھا۔ مگر عیسیٰ جمالی

رنگ میں آیا تھا اور فروتنی اس پر غالب تھی۔ سو ہمارے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مکی اور مدنی زندگی میں یہ
دونو نمونے جلال اور جمال کے ظاہر کر دیئے اور پھر
چاہا کہ آپ کے بعد آپ کی فیضیافتہ جماعت بھی جو
آپ کے روحانی وارث ہیں ان دونو نمونوں کو ظاہر کرے
سو آپ نے محمدی یعنی جلالی نمونہ دکھلانے کے لئے صحابہ
رضی اللہ عنہم کو مقرر فرمایا۔ کیونکہ اس زمانہ میں اسلام کی
مظلومیت کے لئے یہی علاج قرین مصلحت تھا۔ پھر
جب وہ زمانہ جاتا رہا اور کوئی شخص زمین پر ایسا نہ رہا کہ
مذہب کے لئے اسلام پر جبر کرے اس لئے خدا نے جلالی رنگ
کو منسوخ کر کے اسمہ احمد کا نمونہ ظاہر کرنا
چاہا۔ یعنی جمالی رنگ دکھلانا چاہا۔ سو اس نے قدیم وعدہ
کے موافق اپنے مسیح موعود کو پیدا کیا جو عیسیٰ کا اوتار اور
احمدی رنگ میں ہو کر جمالی اخلاق کو ظاہر کرنے والا ہے۔"
(اربعین نمبر ۴ - صفحہ ۱۷-۱۸)

پھر صفحہ ۱۹-۲۰ پر فرماتے ہیں:-

"اسم محمد میں سرِ محبوبیت ہے۔ چونکہ جامع محامد ہے
اور کمال درجہ کی خوبصورتی اور جامع المحامد ہونا جلال اور
کبریائی کو چاہتا ہے لیکن اسم احمد میں سرِ عاشقیت ہے

کیونکہ حامدیت کو انکسار اور عشقی تذلّل اور فروتنی لازم ہے۔ اسی کا نام جمالی حالت ہے اور یہ حالت فروتنی کو چاہتی ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شانِ محبوبیت بھی تھی جس کا اسم محمد مقتضی ہے۔ کیونکہ محمد ہونا یعنی جامع جمیع محامد ہونا شانِ محبوبیت پیدا کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں شانِ محبّیت بھی تھی جس کا اسم احمد مقتضی ہے۔ کیونکہ حامد کے لئے محبّ ہونا ضروری ہے۔ ہر ایک شخص کسی کی سچی اور کامل تعریف تبھی کرتا ہے جبکہ اس کا محبّ بلکہ عاشق ہو اور عاشق اور محبّ ہونے کیلئے فروتنی لازم ہے اور یہی جمالی حالت ہے جو حقیقت احمدیہ کو لازم پڑی ہوئی ہے۔ محبوبیت جو اسم محمد میں مخفی تھی۔ صحابہ کے ذریعہ سے ظہور میں آئی اور جو لوگ ہتک کرنے والے اور گردن کش تھے۔ محبوبِ الٰہی ہونے کے جلال نے ان کی سرکوبی کی۔ لیکن اسم احمد میں شانِ محبّیت تھی یعنی عاشقانہ تذلل اور فروتنی۔ یہ شان مسیح موعود کے ذریعہ سے ظہور میں آئی۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ آپ بنیادی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی مِنْ بَعْدِی اِسْمُہٗ اَحْمَدُ کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے ہیں جن میں صفت احمدیت کا ظہور مکّی زندگی میں ہوا۔ لیکن آخری زمانہ میں بہ طبق پیشگوئی آپ اپنے تئیں رسول کریم کی بعثت ثانیہ جانتے ہوئے آپ کے اسم احمد کا بروز ہو کر اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کے مدعی ہیں کیونکہ آپ مقام عاشقیت پر ہیں اور جمالی شان کے حامل۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی میرزا محمود احمد بھی جن کے حوالہ جات پرویز صاحب نے اپنی کتاب میں پیش کئے ہیں اپنی آخری تصنیف تفسیر صغیر" میں زیر آیت ہذا یہ نوٹ دیتے ہیں :-

"اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے جو انجیل برنباس میں لکھی ہوئی ہے۔ عیسائی اس کو جھوٹی انجیل قرار دیتے ہیں مگر یہ پوپ کی لائبریری میں پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی دلیل ہے کہ مروجہ اناجیل میں "فارقلیط" کی خبر دی گئی ہے جس کے معنے احمد ہی کے بنتے ہیں۔ پس اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلاواسطہ اور آپ کے ایک بروز کی جس کا ذکر اگلی سورۃ (جمعہ۔ ناقل) میں ہے بالواسطہ خبر دی گئی ہے۔"

(تفسیر صغیر۔ تفسیر سورۃ صف)

اگلے صفحہ پر آیت وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَ ھُوَ یُدْعٰۤی اِلَی الْاِسْلَامِ پر یہ نوٹ لکھتے ہیں:-

"اس آیت میں اس بات کو ظاہر کیا گیا ہے کہ آپؐ کے بروز کی بابت خاص توجہ چاہیئے جو ہے تو پیشگوئی کا بالواسطہ مورد لیکن اسلام کی طرف ــــ اس کو بلایا جائیگا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو خود دُنیا کو اسلام کی طرف بلاتے تھے۔"

ان دونوں تفسیری نوٹوں سے ظاہر ہے کہ آپ کا عقیدہ یہی ہے کہ براہ راست مصداق اس پیشگوئی کے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں لیکن سورۃ جمعہ کی آیت وَ آخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کے مطابق مسیح موعود، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی بعثت ثانیہ ہے اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی میں جو احمدؐ رسول کے متعلق ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے نزدیک زیادہ زور رسول کریمؐ کی بعثت ثانیہ یعنی مسیح موعودؑ کے متعلق دیا گیا ہے۔ ان اجمالی طور پر یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اُولیٰ سے ضرور متعلق ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ جات سے بھی ظاہر ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی بیان فرمائے ہیں جن کی عبارت آگے مذکور ہوگی اور علامہ اقبال مولانا نظامی کی دعا سے بھی ظاہر ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ کے قائل تھے۔ چنانچہ علامہ اقبال نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے:-

"کاش کہ مولانا نظامی کی دعا اس زمانہ میں مقبول ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پھر تشریف لائیں اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے نقاب کریں۔"

(اقبال نامہ حصہ اول صفحہ ۱۸ مرتبہ شیخ عطاء اللہ ایم اے)

مکرم پرویز صاحب! آپ کے پیر و مرشد علامہ اقبال صاحب کا یہ بیان ہے اسے توجہ سے پڑھیئے۔ جہاں تک انوار خلافت کی تحریر کا تعلق ہے اس کا مفہوم بھی تفسیر صغیر کے مندرجہ بالا نوٹوں کے تابع پایا جائے گا کہ بالواسطہ تفصیلی تعلق اس پیشگوئی کا مسیح موعودؑ سے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مصداق براہ راست ہیں۔ "انوارِ خلافت" آپ کا ایک زبانی لیکچر تھا جسے ایک دوسرے شخص نے مرتب کیا تھا اور یہ اپنے اندر اجمال رکھتا ہے اس سے غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں کیونکہ آپؓ نے اپنی کتاب "قولِ فیصل" میں جو "انوارِ خلافت" کے لیکچر سے بھی پہلے کی ہے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو احمد نام کا اوّل المصداق قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احمد نہ ہوتے تو مسیح موعودؑ بھی احمد نہ ہو سکتے ہاں آپ کا عقیدہ آیت وَ ھُوَ یُدْعٰۤی اِلَی الْاِسْلَامِ کی بناء پر یہ ہے کہ اس پیشگوئی کا وقوعِ اتم طور پر مسیح موعودؑ کے زمانہ سے متعلق ہے

جب کہ اسلام دنیا میں موجود ہو اور لوگ احمد رسول یعنی مسیح موعودؑ کو مفتری علی اللہ قرار دے کر نامسلم قرار دیں اور بزعم خود اس طرح اسے اسلام کی دعوت دیں اور یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاہِھِمْ کی اگلی آیت کے مطابق اسے مفتری علی اللہ قرار دے کر اپنے منہ کی پھونکوں سے اس کے نور کو بجھانا چاہیں لیکن خدا تعالیٰ نے اس جگہ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ کہہ کر اس کے ذریعہ اتمام نور کی خبر دی ہے۔

اس سے اگلی آیت ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ کی تفسیر میں علمائے اسلام نے اسلام کا یہ غلبہ اور اتمام نور مسیح موعودؑ کے زمانہ سے ہی متعلق قرار دیا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تصریح کے مطابق ہے کہ:-

یُھْلِکُ اللّٰہُ فِیْ زَمَانِہِ الْمِلَلَ کُلَّھَا اِلَّا الْاِسْلَامَ

کہ خدا تعالیٰ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں تمام ملتوں کو ہلاک کر دے گا بجز اسلام کے۔

یعنی اس وقت جب اسلام کا نظام مسیح موعودؑ کے زمانہ میں قائم ہوگا تو باقی تمام ملتوں کے نظام اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ مٹا دیگا۔

واضح رہے کہ مسیح موعودؑ کے نزدیک یہ غلبہ مسیح موعود کی آمد پہ قرونِ ثلاثہ میں ہو جائے گا۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

ے جیسا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے حالیہ رسالہ قادیانیوں کو دعوت اسلام سے بھی ظاہر ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا احمد نام آپ کے لئے الہامات میں مذکور ہے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو یَا اَحْمَدُ کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ اصل حقیقت یہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم کامل ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو احمد نام سے پکارا ہے۔ لہٰذا یہ معترضین کی غلطی تھی کہ کسی نے ان میں سے یہ کہا ہو کہ آپ کا نام تو احمد نہ تھا "غلام احمد" تھا۔ اس کی تردید میں بے شک اخبار الفضل میں کسی نے اس نام کی ترکیب پر بحث کی ہے کہ عربی لحاظ سے یا فارسی یا اردو کے لحاظ سے یہاں اضافت موجود نہیں اور یہ بات سے بھی درست۔ لیکن ہمیں اس سے انکار نہیں کہ پنجابی ترکیب میں غلام کا لفظ آپ کے نام کا حصہ ضرور ہے اور پنجاب میں بلا اضافت بھی اس نام میں اضافت کا مفہوم سمجھا جاتا ہے لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کے نام کا اہم حصہ احمد ہی قرار دیا ہے اس لئے یہ توجیہ بھی ایک حد تک درست ہے کہ غلام کا لفظ آپ کے خاندانی نام کا حصہ ہے کیونکہ آپ کے والد غلام مرتضیٰ نے اپنے دونوں بیٹوں کے نام میں غلام کا لفظ رکھا۔ یعنی غلام قادر اور غلام احمد۔ اور حدیث نبوی کا بیان اتنا ہی درست ہے کہ مہدی کا نام غلام بھی ہوگا۔ آپ کے والد کو مرتضیٰ کہنا اس وجہ سے ہے کہ مرتضیٰ آپ کے نام کا اہم حصہ ہے جائز ہے جیسے لوگ علی نام رکھ لیتے ہیں تو آپ کو مرتضیٰ کہنے میں کوئی مانع نہیں۔

پرویز صاحب نے ایک یہ سوال کیا ہے کہ اس آیت میں فَلَمَّا
جَاءَھُمْ ہے جس کے معنی ہیں۔ پس جب وہ آگیا اور حضرت
خلیفۃ المسیح الثانی رض نے تفسیر کے طور پر اس لفظ "جاء" ماضی کا
مضارع کیا ہے یعنی یہ کہ جب وہ احمد موعود آئیگا

پرویز صاحب کا اعتراض عدم تدبّر کا نتیجہ ہے جب
آیت کریمہ کے اس حصہ وَھُوَ یُدْعٰی اِلَی الْاِسْلَامِ سے مراد نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی صورت میں نہیں ہو سکتے تو ظاہر ہے کہ یہ
پیشگوئی ہے جو آئندہ زمانہ میں پوری ہوگی اور پیشگوئی کے لئے
قرآن کے اکثر مقامات پر صیغہ ماضی تحقق وقوع کی خاطر
لانا جاتا ہے۔ دیکھئے بعض آیات قرآنیہ میں ایسا بھی وقوع میں آیا ہے کہ صیغہ
ماضی کا ہے لیکن مراد مستقبل ہے۔ مثلاً تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ
اس آیت کریمہ میں تَبَّتْ اور تَبَّ آیا ہے جو ماضی ہے لیکن اس وقت
ابی لہب کے دونوں ہاتھ شل نہیں ہوئے تھے بلکہ بعد میں کہیں شل
ہونے والے تھے اسی طرح "فَلَمَّا رَاَوْہُ زُلْفَۃً سِیْٓئَتْ
وُجُوْہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا" پس فَلَمَّا جَاءَھُمْ کی
طرح ماضی پر لَمَّا بھی داخل ہے لیکن مقصد اس کا یہی ہے کہ ایسا
آئندہ ہوگا۔ یعنی جب وہ کافر عذاب کو قریب سے دیکھیں گے
تو ان کے چہرے بگڑ جائیں گے۔

پس فَلَمَّا جَاءَھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ کے الفاظ کو پیشگوئی کا

حصہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے ہم ماضی کا ترجمہ کرتے ہوئے بھی جیسا کہ حضرت
خلیفۃ المسیح الثانی رض نے ماضی میں ترجمہ کیا ہے۔ بوجہ پیشگوئی کے مفہوم
اس کا مستقبل ہی جانتے ہیں۔

ایک اور قرآنی آیت ملاحظہ ہو:۔

"اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" (القمر)

ترجمہ: قیامت قریب آئی اور چاند پھٹا

قرآن کریم نے قیامت کے متعلق جس انداز سے ذکر کیا ہے اس سے
مترشح ہوتا ہے کہ موجودہ نظام فلکی کرّوں کی جس باہمی کشش
وجذب سے قائم ہے اس میں کمی آجائے گی جس سے اس نظام
میں انتشار پیدا ہو جائے گا۔ مختلف کرّے ایک دوسرے سے ٹکرا
جائیں گے اور یہ سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا۔

(معارف القرآن جلد چہارم صفحہ ۱۳۱ مصنفہ پرویز صاحب)

پرویز صاحب اس آیت میں اِقْتَرَبَتْ اور اِنْشَقَّ دونوں ماضی کے صیغے
ہیں۔ لیکن تشریح میں آپ نے بمعنی مضارع استعمال کئے ہیں کیا
یہ صحیح ہے یا غلط؟

اگر صحیح ہے تو صاف ظاہر ہے کہ آیت کی پیشگوئی جانتے ہوئے آپ نے
بھی اس کے تحقق وقوع کی خاطر دونوں ماضی کے صیغوں سے مستقبل ہی
مراد لیا ہے۔

پرویز صاحب! نہایت افسوس ہے کہ آپ جیسے اہل قلم انسان

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ جیسے انسان، جس کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی اور اس کے مطابق خدا نے اس کو ثابت کر دکھایا۔ کے خلاف اعتراض کر رہے ہیں اپنے مندرجہ بالا اقتباس پر نظر دوڑائیں اور اپنی حقیقت پسندی کا ثبوت دیں۔

پرویز صاحب نے تضحیک کے طور پر آیت کریمہ کا آخری حصہ۔ "وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ" جھوٹے پر چسپاں کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح کی تفسیر کے متعلق ایک جھوٹ کہا ہے۔ حالانکہ غلطی ان کی اپنی ہے۔ اگر وہ ذرا آنکھیں کھول کر اسلوب بیان کو دیکھیں تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ کے رد سے صادق احمد موعود کی براءت بیان کر رہا ہے جبکہ اس کی قوم اس کو مفتری علی اللہ کہے گی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اتنا بھی نہیں جانتے کہ یہ تو صادق احمد موعود ہے۔ یہ کیسے مفتری ہو سکتا ہے۔ پھر طرہ یہ کہ پرویز صاحب وغیرہ ان کو اپنے خود ساختہ اسلام کی طرف بلائیں گے اور یہی اسلوب قرآن کریم کے بعض مقامات میں اختیار کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں پرویز صاحب۔ اپنی تضحیک بغرض مغالطہ دہی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کے ترجمہ اور مختصر تشریح پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"بعض اوقات انسان کی زبان اور قلم پر غیر شعوری طور پر اس طرح سچی بات آجاتی ہے کہ اسے دیکھ کر واقعی حیرت ہوتی ہے۔ میاں محمود صاحب نے اس آیت میں مرزا صاحب کو اس پیشگوئی کا بالواسطہ مورد اور بروز قرار دیا ہے لیکن قرآن نے اس مبینہ "بروز" کے متعلق کہا ہے کہ وہ ظالم خدا پر افترا باندھے گا اور کبھی راہ راست پر نہیں آئے گا۔ حالانکہ اسے اسلام کی طرف دعوت بھی دی جائے گی۔" کیسا صحیح چسپاں کیا ہے بیٹے (مرزا بشیر الدین محمود صاحب) نے قرآن کی اس تشریح کو اپنے والد (مرزا غلام احمد صاحب) پر!"

(ختم نبوت ص۱۴۷)

قارئین کرام! پرویز صاحب تو معجزات اور کرامات کے منکر ہیں لیکن کبھی کبھی فوری طور پر خدا کے غیبی تصرف اور قدرت کاملہ سے ایک قابل ترین انسان کی زبان اور قلم سے جو تضحیک ایک خدا کے برگزیدہ کے خلاف استعمال ہو جاتا ہے۔ وہی تضحیک اس پر الٹ پڑتی ہے اور ایک مومن باللہ کا ایمان خدا کی اس قدرت نمائی پر مضبوط سے مضبوط تر ہو جاتا ہے۔ بات ذرا سوچنے والی اور غور کرنے کی ہے۔ اس آیت کریمہ میں حضرت "احمد" کی پیشگوئی ہے اور اگلی آیت وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ

وَهُوَ يُدْعٰى اِلَى الْاِسْلَامِ میں منکرین کے اس موعود کو مفتری علی اللہ قرار دینے کا ذکر ہے اور ان کے خود اس مدعی کو دعوت اسلام دینے کا ذکر ہے گویا کہ ان کے نزدیک وہ مسلمان نہیں۔

اب قارئین خود فیصلہ کریں کہ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰى اِلَى الْاِسْلَامِ کی آیت کیوں احمد رسول کے متعلق پیشگوئی کے بعد لائی گئی ہے اگر اس پیغمبر بزرگ کے متعلق مفتری علی اللہ ہونے کا الزام نہیں تو پھر اس آیت کو کیوں اتارا گیا۔ پوچھا سوال کہ اگر "احمد" سے مراد پیغمبر بزرگ نہیں بلکہ بذاتہٖ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں تو پھر وہ ظالم مخالفین آپ کو خدا پر افتراء باندھنے والا قرار دے کر دعوتِ اسلام کس طرح دے سکتے ہیں۔ آیت میں تو ذکر ہے کہ وہ اسلام کی طرف بلایا جائے گا۔

پس اس آیت میں جب ذکر موعودؑ "احمد" صادق مرسل ربانی کا ہی ہے نہ کسی غیر صادق مفتری علی اللہ کا۔ اس لئے پرویز صاحب! ذرا سوچ کر جواب دیں کیونکہ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ سے کسی صورت میں واقعی مفتری علی اللہ مراد نہیں ہو سکتا۔ یہاں یہ افتراء باندھنے والے شخص کا کوئی ذکر نہیں بلکہ خدا اس موعود برحق "احمد" کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے فرماتا ہے کہ جس کو تم مفتری علی اللہ کہتے ہو اور اسے دعوتِ اسلام دیتے ہو یہ تو مطابق بشارتِ عیسٰی موعود "احمد" ہے نہ کہ مفتری۔ قاعدہ تصریف آیات کے پیشِ نظر اگر دیکھا جائے تو اس

سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس قسم کی آیات جہاں قرآن کریم میں وارد ہیں وہاں صادق نبی کا ذکر ہو رہا ہوتا ہے اور یہ الفاظ بطور صفائی خدا تعالیٰ اپنے صادق مرسل کے لئے استعمال کر کے مخالفین کے اعتراض کو رد کرتا ہے اور انہیں بتاتا ہے کہ جسے تم مفتری قرار دیتے ہو وہ مفتری علی اللہ نہیں کیونکہ مفتری تو اظلم ہوتا ہے۔ اور یہ صادق ہے۔ اور جب یہ بات ثابت ہے۔ سیاق و سباق آیت زیر بحث اور آیت زیر بحث کے نفسِ مضمون سے بھی۔ اور اسی طرح تصریف کرنے سے بھی کہ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ سے مراد صادق مامور کی صفائی ہی مطلوب ہے نہ واقعی مفتری علی اللہ کا ذکر، تو پھر "وَهُوَ يُدْعٰى اِلَى الْاِسْلَامِ" ایک غیر مبہم اور بین قرینہ اور دلیل ہے اس بات پر کہ "احمد" موعود سے مراد "مظہر احمد" موعود ہے۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کا لفظ "جَاءَ" کا بصیغہ ماضی بطور پیشگوئی اس کے تحقق وقوع کے لئے استعمال شدہ بیان کو سو فیصد صحیح ہے اور پرویز صاحب کی تضحیک سراسر بے جا ہے۔ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۔

پرویز صاحب آیت کریمہ اسمہ احمد پر بحث کے بعد آیت کریمہ مندرجہ ذیل نا مکمل نقل کی ہے

"هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ ....

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ" (۶۲/۲)

اسطرح اسے ناکمل آیت نقل کرکے اس آیت کا ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تفسیر صغیر سے نقل کیا ہے لیکن نصف آیت کا۔ دوسرے حصّہ کا ترجمہ اس تفسیر سے نہیں لکھا بلکہ اپنی یادداشت سے پیش کرکے اعتراض کرتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے کرتب سے دماغوں کو مفلوج کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تفسیر صغیر سے ترجمہ معہ مکمل آیت پیش کرتا ہوں [illegible] پرویز صاحب کا اعتراض۔

"هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ق وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ط وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (٦٢/٣)

ترجمہ:۔ وہی خدا ہے جس نے ایک ان پڑھ قوم کی طرف انہیں میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا (جو باوجود ان پڑھ ہونے کے) ان کو خدا کے احکام سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ گو وہ اس سے پہلے بڑی بھول میں تھے۔ اور ان کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی وہ اس کو بھیجے گا جو ابھی تک ان سے ملی نہیں اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔"

(ترجمہ از خلیفۃ المسیح الثانیؓ تفسیر صغیر)

یہ صحیح اور لفظی ترجمہ ہے۔ آیت کریمہ مندرجہ بالا کا اب قدرے وضاحت کی ضرورت ہے۔ فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو اس رسول یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مخاطب قوم کے علاوہ ایک دوسری قوم میں بھی مبعوث کرے گا۔ وہ دوسری قوم ابھی ان مخاطب امیین کے ساتھ ملحق نہیں ہوئی۔ اور اس رسول کا کام یہ ہے کہ وہ ان ہر دونوں قوموں کو خدا کے احکام سنائے گا۔ اور ان کو پاک کرے گا اور الکتاب کی تعلیم اور حکمت سکھائے گا۔ اس آیت سے حضورؐ کی دو بعثتیں ثابت ہیں اور ظاہر ہے کہ کسی انسان کا بعد از وفات دوبارہ زندہ ہونا خدا کے اٹل قانون کے مخالف ہے اور خدا کا کلام تضاد اور اختلاف سے پاک ہے۔ لہٰذا حضورؐ کی بذاتہٖ دوسری بعثت کا ہونا ممکن نہیں لہٰذا حضورؐ کی دوسری بعثت بصورت مظہر اتم اور بروز کے ہوگی۔ جس کو احادیث میں امام مہدیؑ اور ابن مریم کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اس لئے کوئی تضاد واقعہ نہ ہوا۔

اب پرویز صاحب کا اعتراض اور آیت کے نصف حصّہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

"وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ (٦٢/٣)

اور یہ ان کی طرف بھی رسول ہے جو اس مخاطب کے بعد آنے والے ہیں۔ اور یہ پروگرام اس خدا کا ہے جو بڑے غلبہ اور حکمت کا مالک ہے۔ (خط کشیدہ ترجمہ غلط ہے ناقل) آیت ۲ اور ۳ کو ملا لیا جائے (یہ درحقیقت

ایک ہی آیت ہے) اگر وہ بھی تسلیم کی جائیں۔ تب بھی ان
میں تسلسل ہے اور حقیقت واضح ہے کہ یہ رسول (یعنی
محمد رسول اللہ) صرف قوم مخاطب ہی کی طرف رسول
نہیں بلکہ ان اقوام کی طرف بھی رسول ہے جو ان کے بعد
آنے والے ہیں۔ (خط کشیدہ ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔ ناقل)

قارئین کرام! پرویز صاحب کی کون کونسی دھوکہ دہی طشت از بام کی جائے۔ آیت ہذا میں لفظ "آخَرِیْنَ" کا ترجمہ "جو اس مخاطب کے بعد آنے والے ہیں" اور "جو ان کے بعد آنے والے ہیں" ہر دو ترجمے غلط ہیں اور یہی وہ مقام ہے جو آیت ہذا کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ازبس ضروری ہے۔

قارئین کرام! پرویز صاحب اس طریقہ سے لکھ رہے ہیں گویا صفحہ ہستی پر کوئی شُد بُد رکھنے والا نہیں۔ اور صرف انہیں کی ذات والا صفات ہے کہ جو کچھ کہ وہ کہیں وہی حرف آخر سمجھا جائے "آخَرِیْنَ" بہ فتح "خا" کا کسی صورت میں ترجمہ "بعد" نہیں۔ ہاں اگر یہ کسرہ "خا" ہوتا تو اس کے معنے "بعد" صحیح ہوتا۔ خدا کے مقدس کلام میں تصرف کرنا انتہائی گستاخی ہے۔ پرویز صاحب کی اپنی تصنیف ملاحظہ ہو۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"آخَر (خا کے زبر کے ساتھ) غیر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی جو دوسرے سے مختلف ہو جیسے رَجُلٌ آخَر دوسرا آدمی۔ "دوسرے" کے معنی Second نہیں۔

another یا other than ہیں"۔
(لغات القرآن صفحہ ۲۰۹۔ مصنفہ پرویز صاحب)

اور اب پرویز صاحب کا تحکم اور سینہ زوری ظاہر ہے کہ خدا کے کلام میں بھی تحریف کس دلاوری سے کرتے ہیں۔ چونکہ پرویز صاحب احادیث نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضور کی تفسیر قرآن کو درخور اعتناء نہیں سمجھتے بلکہ قطعی طور پر منکر ہیں۔ یہ صرف ان کی دھوکہ دہی ہے جو وہ کہہ دیتے ہیں کہ میں ان احادیث کو مانتا ہوں جو قرآن کریم کے مطابق ہوں۔ نہ تو وہ احادیث کو مانتے ہیں اور نہ قرآن کو۔ بلکہ وہ اپنے ذاتی نظریات اور تخیلات کے مجموعے کو قرآن قرار دیتے ہیں۔ اس آیت کریمہ زیر بحث کی تفسیر میں حدیث نبوی جو وارد ہے۔ وہ آخَرِیْنَ بہ فتح "خا" کے معنی another کے بتاتی ہے۔ اس لئے پرویز صاحب نے اس مشکل کو حل کرنے کی خاطر قرآن کریم کی نص صریح میں تحریف کر کے "آخَرِیْنَ" کو بہ فتح "خا" کی بجائے معناً "آخِرِیْنَ" بہ کسرہ "خا" بنایا۔ کیا یہ قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق جَعَلُوا القرآن عِضِیْن۔ جن لوگوں نے قرآن کریم کو پاش پاش کیا، کا عملاً ارتکاب نہیں؟

پرویز صاحب! خدا کا خوف کرو، آخر خدا نازل کنندۂ قرآن کے سامنے پیش ہونا ہے۔

آیت کریمہ کا انتہائی آسان اور عام فہم مطلب یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مخاطب قوم امیین کی طرف رسول ہیں اور

دوسرے اس قوم کی طرف بھی رسول ہیں۔ جو ابھی اس مخاطب قوم امیین کے ساتھ مل کر صحابہؓ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم میں شامل نہیں ہوئے اب ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اس دارِ فانی میں اپنی زندگی پوری کر کے خدا کو پیارے ہو گئے۔ اس لئے ان کا دوبارہ دوسری قوم کی طرف مبعوث ہونا خدا کے قانون کے خلاف ہے لیکن اس کے ساتھ خدا فرماتا ہے کہ وہ دوسری قوم کی طرف بھی رسول ہیں جو ابھی صحابہؓ سے نہیں ملی۔ بظاہر یہ تضاد کسی صورت میں رفع نہیں ہو سکتا لیکن خدا کے علم میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کا ایک مظہر اتم ہونا ہی تھا اور مظہر اتم کا آنا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی ہی بعثت ثانیہ ہے لہٰذا دوسرے لوگوں میں جو امیین کو نہیں ملے تھے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم بواسطہ مظہر اتم کے مبعوث ہونے والے تھے۔ اور اس مظہر اتم کو خدا نے مبعوث فرمایا ہے۔ فالحمد للہ کہ ہم نے ان کا زمانہ پایا۔

پرویز صاحب آیت نمبر ۲ "وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ" سے نبی کریم صلّے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا عام ہونا بیان کرتے ہیں جو مخاطب قوم یعنی امیین کے بعد آنے والے ہیں۔ ہمیں اس حقیقت سے انکار نہیں۔ اور اس امر کو ہم نے بار بار لکھا ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نبوت تاقیامت ممتد ہے۔ اور اس لئے تو نبی کریمؐ کے مظاہر کی ضرورت پیدا ہوئی۔ اور یہ حقیقت قرآن کریم کی دیگر آیات سے ثابت ہے کہ نبی کریم کی بعثت عام ہے اور آپؐ کو "كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا"

وَّنَذِيْرًا قرار دیا گیا ہے۔ ہمیں اختلاف ہے تو اس بات سے کہ آیتِ زیر بحث سے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام ہونے ہی کی وجہ سے ان کا مظہر اتم مراد ہے۔ اور اس آیت میں خاص طور پر ایک مظہر اتم کا ذکر ہے نہ کہ بعثِ عام کا۔ جس کا آنا خود حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم کا آنا خدا نے قرار دیا ہے۔ پرویز صاحب ایک سطحی اندازِ فکر سے کام لے رہے ہیں۔ اس لئے آیت زیر بحث کا مفاد وہ ہرگز نہیں۔ جو پرویز صاحب لے رہے ہیں۔ اس صورت میں قرآن کریم میں تحریف کرنی پڑے گی۔ اٰخَرِيْنَ بہ فتح "خَاء" کے معنے آخِرِيْنَ بہ کسرہ خاء کرنا صریحاً تحریف معنوی ہے۔ پس آیت کریمہ ہذا کا مقصد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت عامہ نہیں۔ قرآن کریم کے دیگر مقامات سے حضورؐ کی بعثتِ عامہ تو تاقیامت بخوبی ظاہر ہے۔ یہ دوسری بعثت خصوصی ہے۔ جن میں سے ایک بعثت بہ نفسِ نفیس مخاطبا قوم امیین کی طرف ہے اور دوسری بعثت بواسطہ مظہر اتم ایک دوسری قوم میں مقدر تھی جو ابھی مخاطب امیین سے ملے نہیں یعنی ابھی صحابہؓ نہیں بنے۔ یہ قوم یا گروہ ہے جس میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم بواسطہ اپنے مظہر کے مبعوث ہونے والے تھے۔

اب ایک دوسرے اندازِ فکر سے وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔
اس آیت کریمہ کے دوسرے حصہ میں فرمایا گیا ہے "وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ"۔ "مِنْهُمْ" کی ضمیر "اٰخَرِيْنَ" کی طرف جاتی ہے اس لحاظ سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بعثت ان اٰخَرِیْنَ میں قرار پاتی ہے کیونکہ "وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ" کا عطف بعث فی الامیین پر ہے ایک بعث امیین میں اور دوسرا اٰخرین میں۔ پس تقدیر کلام یوں ہوگی وَبعث فی الآخرین رسولاً منهم یعنی آخرین میں رسول کا بعث خود آخرین سے مقدر تھا۔ جو حقیقتاً غیر افق ہیں جبکہ پہلی بعث اُمیین میں ہے۔ لہذا اٰخَرِیْنَ میں جو ان امیین سے نہیں ملے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بعث اپنے مظاہر اتم کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے جو آپ کا قائمقام ہو کر ان آخرین کی اسی طرح تربیت کرے جیسا کہ آپ نے امیوں میں مبعوث ہو کر ان کی تربیت فرمائی تھی۔

بہرحال پرویز صاحب کے معنے ہر لحاظ سے کیا بلحاظ نفس مضمون آیت اور کیا بلحاظ گرامر اور کیا بلحاظ لغت کے نہ صرف غلط بلکہ اغلاط ہیں

بحث ہذا سے مکمل اور مفصل طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ ثابت ہوئی اور اسی حقیقت کو یعنی اپنے مظہر اتم کو امام مہدیؑ اور مسیحؑ کے نام سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں یاد فرمایا ہے۔ اس لئے بزرگان دین اور آئمہ نے امام مہدی علیہ السلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری زمانہ میں جانشین بروز تسلیم کیا ہے

اس مقام پر یہ لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جہاں تک پرویز صاحب کا غیر قرآنی تصورات پر مبنی اعتراضات کے جوابات کا تعلق ہے۔ وہ

مکمل اور مفصل طور پر دیئے گئے۔ اب محض عام مسلمانوں کو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے متعلق یقین رکھتے ہیں اور بزرگان دین کے اقوال کو اپنے لئے راہنما سمجھتے ہیں۔ محض انہیں کی خاطر احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے۔ اور اسی غرض کے لئے آئمہ دین کے اقوال کو بھی پیش کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مجدد صدی دوازدہم فرماتے ہیں:-

"وَ اَعْظَمُ الْاَنْبِيَاءِ شَاْنًا مَنْ لَهُ نَوْعٌ آخَرُ
مِنَ الْبَعْثِ اَيْضًا وَذٰلِكَ اَنْ يَكُوْنَ مُرَادُ
اللّٰهِ فِيْهِ سَبَبًا لِخُرُوْجِ النَّاسِ مِنَ الظُّلُمٰتِ
اِلَى النُّوْرِ وَاَنْ يَكُوْنَ قَوْمُهُ خَيْرَ اُمَّةٍ
اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَ بَعْثُهُ يَتَنَاوَلُ بَعْثًا آخَرَ"

(حجة الله البالغه۔ جلد ۱ باب حقیقة النبوت و خواصها)

ترجمہ: انبیاء میں سے شان کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر عظمت والا نبی وہ ہے جس کے لئے ایک دوسری قسم کا بعث بھی ہو اور یہ دوسرا بعث اس طرح ہے کہ خدا یہ چاہتا ہے کہ دوسرا بعث لوگوں کے ظلمات سے نور کی طرف نکلنے کا سبب ہو اور اس بعث کی وجہ سے آپ کی قوم خیر امت ہو جائے۔ پس اس طرح آپ کا بعث ایک دوسرے بعث پر بھی مشتمل ہے

اس شانِ عظیم کا حامل حضرت سید الانبیاء والمرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم) کو

قرار دیتے ہوئے محدث دہلویؒ پھر فرماتے ہیں:۔

"یَنْعَکِسُ فِیْہِ اَنْوَارُ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ۔"

(الخیر الکثیر ص [illegible])

ترجمہ: کہ مسیح موعودؑ میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کا انعکاس ہوگا۔

مزید فرمایا:۔

"یَزْعَمُ الْعَامَۃُ اَنَّہٗ اِذَا نَزَلَ اِلَی الْاَرْضِ کَانَ وَاحِدًا مِنَ الْاُمَّۃِ۔ کَلَّا بَلْ ھُوَ شَرْحٌ لِلْاِسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِیِّ وَنُسْخَۃٌ مُنْتَسَخَۃٌ مِنْہُ فَشَتَّانَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اَحَدٍ مِّنَ الْاُمَّۃِ۔"

(الخیر الکثیر ص۷۲ مطبع بجنور مدینہ پریس)

ترجمہ: عوام یہ گمان کرتے ہیں کہ مسیح موعود جب زمین کی طرف نازل ہوگا۔ تو اس کی حیثیت ایک امتی کی ہوگی۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اسم جامع محمدی کی پوری تشریح اور اس کا دوسرا نسخہ ہوگا۔ پس اس کے اور ایک عام امتی کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔

قارئین کرام! انتہائی اختصار کے ساتھ حدیث اور ائمہ کے اقوال کی طرف توجہ دلانے کا [illegible] صرف یہ ہے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ احمدی بھی پرویز صاحب کی [illegible] ذاتی اختراعات پیش کرتے ہیں۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں

ہم قرآن کریم کی وہ تشریح کرتے ہیں جو ہر لحاظ سے قابل تسلیم ہو۔ کیا بلحاظ تصریف آیات کے اور کیا بلحاظ سیاق وسباق کے اور کیا بلحاظ گرامر کے اور کیا بلحاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے اور کیا بلحاظ ارشادات ائمہ عظام کے اور جب کوئی قرآن کریم کی صحیح تشریح کرتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کے دیگر مقامات اس کی تائید میں ہوں عقل اس کی موید ہو۔ حدیث موید ہو۔ آئمہ عظام کے اقوال موید ہوں۔

بہر حال آیت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث مخصوص طور پر مراد ہیں۔ بعثت عامہ ہرگز مراد نہیں۔ پرویز صاحب کا سطحی دماغ اس حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن جو لوگ حضرت مسیح موعودؑ کی طرح صحیح انداز فکر رکھتے تھے وہ تو ضرور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مسیح موعودؑ اور مہدیؑ کا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مظہریت تامہ ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کا پورا عکس ہے۔

پرویز صاحب کا یہ کہنا کہ بروز اور ظلیت مجوسی ایرانی تصورات ہیں فلسفہ ایرانیوسیت ہے۔ یہ انتہائی گستاخی ہے۔ اولیاء کرام اور صوفیائے عظام کی جنہوں نے دین اسلام کو دنیا کے چپے چپے میں قائم کیا یہاں تک کہ سندھ پاکستان میں بھی۔ ان کو مجوسیوں کا خوشہ چین سمجھنا پرویز صاحب جیسے انسان کا کام ہے نہ کہ سچے مسلمان کا۔ یہ انتہائی گستاخی ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مہدیؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی بروز قرار دیا ہے (تفہیمات الٰہیہ)

ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ عامہ کے متعلق قرآن کریم میں کثرت سے دوسرے ارشادات ہیں۔ مثلاً

(۱) "قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔" (۱۵۹/۷)

(اے نبی) تم کہدو۔ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

(۲) "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ" (۲۸/۳۴)

اور ہم نے تجھ کو تمام بنی نوع انسان کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔

آیت کریمہ ہذا مکرم پرویز صاحب نے بحوالہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بغرض اعتراض پیش کی اور خیال کرتے ہیں کہ میں نے میدان مار لیا۔ حالانکہ جماعت احمدیہ کے ہر فرد کا علی وجہ البصیرت ایمان ہے کہ حضورؐ کی دعوت عامہ تا قیامت ممتد ہے ہر کالے۔ گورے۔ مومن یہاں تک کہ ان کے حلقہ رسالت سے امت میں آنے ہوئے انبیاء بھی باہر نہیں۔ لیکن پرویز صاحب کا سطحی دماغ اس حقیقت کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتا۔

پس مختصر طور پر حضورؐ کی بعثت عامہ قرآن کریم کی اوپر کی پہلی آیت سے ظاہر ہے جہاں پر دنیا والوں کو اَلَیْکُمْ جَمِیْعًا کے الفاظ سے مخاطب فرمایا ہے اور اس لفظ "الیکم" سے ہر وہ فرد بشر مراد ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت سے لے کر تاقیامت پیدا ہوگا

مگر آیت زیر بحث میں "اُمّیّین" اور "آخَرِین" سے صرف اور صرف صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں۔ پہلا گروہ "امیین" بوجہ بعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرار پایا ہے اور دوسرا گروہ "آخرین" بذریعہ حضورؐ کے مظہر اتم کے صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرار پاتا ہے

فارسی النسل :

حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ اپنے متعلق فارسی النسل ہونا خدائی الہام سے سمجھتے ہیں۔ پرویز صاحب چونکہ منکرِ الہام ہیں اس لئے وہ اس سے انکار کریں تو کوئی محلِ تعجب نہیں۔

کیونکہ یہ حقیقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بذریعہ الہام الٰہی منکشف ہوئی ہے کہ آپ کا خاندان فارسی النسل ہے جو کوئی حضرت مسیح موعودؑ کو صادق مان چکا۔ اس کو تو آپ کو اس الہام الٰہی کی بناء پر فارسی النسل ماننا پڑے گا۔ علاوہ ازیں اب حضرت صاحب کے اس الہام کی تائید ایسے تاریخ دلائل سے بھی ہو چکی ہے جس سے روشنی پڑتی ہے کہ آپ کے مورثِ اعلیٰ یرلاس فارسی النسل تھے۔ اور مرزا کا لفظ دراصل شاہزادگانِ ایران کا لقب ہوا کرتا تھا۔ ہندوستان میں شاہنشاہ بابر کے ساتھ آنے والے لوگوں کو خواہ وہ فارسی تھے یا مغل۔ مغل قرار دیا جاتا تھا۔ اس وجہ سے سرکاری کاغذات میں آپ کو خاندانِ مغلیہ قرار دیا گیا تھا

مگر درحقیقت وہ مخفی نہیں۔ اس کی تصدیق ہمارے نزدیک حدیث نبویؐ سے
بھی ہوتی ہے۔ گو آپ اُسے نہ مانیں۔ سلمان فارسیؓ کو نبی کریم صلے اللہ
علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت میں سے قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ایمان
ثریا پر چلا جائے تو ایک فارسی النسل اس کو واپس لائے گا۔ جب یہ پیشگوئی
حضرت مرزاؑ کے حق میں پوری ہوئی ہے اور آپ کے سوا کوئی اس کا مصداق
نہیں پایا گیا۔ تو آپ کا فارسی النسل ہونا حدیث نبویؐ سے ثابت ہوا۔

پرویز صاحب تو خود حدیث نبوی کو درخور اعتناء نہیں سمجھتے لیکن
انھوں نے دوسروں پر حقیقت کو مشتبہ کرنے کے لئے حضرت مرزاؑ کا فارسی
النسل ہونا مخدوش بنانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اور آیت کے لفظ "آخرین"
کو معناً "آخرین" بنا دیا ہے۔

محمدؐ کے اوتار

پرویز صاحب مسیح موعودؑ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوتار قرار
دینے پر لکھتے ہیں:۔

"جب معاملہ اوتار تک پہنچ گیا تو پھر کونسی کسر باقی رہ گئی"

یہ اعتراض اور استہزاء بھی درحقیقت پرویز صاحب کی لاعلمی اور تعصب
اور مرزاؑ کا لٹریچر نہ پڑھنے کا نتیجہ ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ فرماتے ہیں:۔

"اس وقت خدا نے جیسا کہ حقوق العباد کے تلف کے لحاظ

سے میرا نام مسیح رکھا اور مجھے خو۔ بُو۔ رنگ اور روپ
کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ کا اوتار (مظہر تام) کر کے
بھیجا۔ ایسا ہی اس نے حقوق خالق کے تلف کے لحاظ سے
میرا نام محمدؐ اور احمدؐ رکھا۔ اور مجھے توحید پھیلانے
کے لئے تمام خو بُو اور رنگ و روپ اور جامہ محمدیؐ پہنا
کر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اوتار (مظہر کامل)
بنا دیا۔"

(ضمیمہ رسالہ جہاد ص ۶-۷)

اس عبارت میں اوتار سے مراد صرف مظہر ہے نہ کچھ اور

احمدی جماعت

"احمد" نام اور "احمدی" جماعت وغیرہ کے متعلق مفصل ذکر ہو چکا
ہے۔ دوبارہ ضرورت نہیں البتہ پرویز صاحب نے خود حضرت بانی سلسلہ کا
جو اقتباس پیش کیا ہے اسکی عبارت خود ان کے سوال کا جواب ہے:۔

"اور خدا نے مجھ پر اس رسول کریمؐ کا فیض نازل فرمایا
اور نبی کریمؐ کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا یہاں
تک کہ میرا وجود اس کا وجود ہو گیا۔ پس جو میری
جماعت میں شامل ہوا۔ درحقیقت میرے سردار
خیر المرسلینؐ کے صحابہ میں داخل ہوا"

(خطبہ الہامیہ مصنفہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ بحوالہ ختم نبوت ص۱۵۵)

قادیان

"زمینِ قادیان اب محترم ہے ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے"

بھلا اس میں کیا شک ہے کہ جہاں خدا کا مامور مسیح موعودؑ اور امام مہدیؑ ظاہر ہوا اس کے ظہور کی برکت سے قادیان نے بھی احترام پایا۔ مسلمانوں میں تو مشائخ کے شہروں کے نام کے ساتھ شریف کا لفظ استعمال ہوتا ہے جیسے اوچ شریف، اجمیر شریف، پاکپتن شریف، یہ شریف کا لفظ ان شہروں کے احترام کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے۔ رہا لفظ "حرم" کا قادیان کے لئے استعمال۔ تو وہ بطور تشبیہ کے مجازی استعمال ہے نہ بطور حقیقت کے "ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے" مراد یہ ہے کہ اس میں اس طرح ہجومِ خلق ہوتا ہے جس طرح ارضِ حرم میں ہجوم ہوتا ہے

پرویز صاحب! خدا آپ کو بدذوقی سے بچائے اور سخن فہمی کی توفیق عطا کرے

شعائر اللہ

اس عنوان کے تحت پرویز صاحب قادیان کی مسجد مبارک، مسجد اقصیٰ اور منارۃ المسیح کو شعائر اللہ قرار دینے پر معترض ہیں لیکن یہ الفاظ ان مساجد کے لئے استعمال کئے گئے ہیں جو خالصۃً اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہیں۔ اور مسیح موعودؑ کا ان کی تعمیر میں دخل ہے۔ پس یہ

مساجد یقیناً خدا کا ایک نشان ہیں جہاں ہر انسان کا تعلق خدا تعالیٰ سے مضبوط ہو جاتا ہے اور شعائر اللہ سے مطلب یہی ہے کہ ان کا اثر انسانی قلب پر اس طرح پڑے کہ خدا تعالیٰ کی طرف اس کا رجوع ہو جائے۔

شعائر کا لفظ شعیرہ کی جمع ہے جس کے معنی علامت کے ہیں۔ پس شعائر اللہ کے معنی ہوئے۔ خدا کی علامات۔ یعنی وہ چیزیں جو خدا کی ہستی پر نشان ہوں اور اس کی معرفت دلائیں۔ "آیۃ" کے معنی بھی علامت اور نشان کے ہیں اور قرآن کریم میں آیات کا لفظ چھوٹی چھوٹی چیزوں پر استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ہمارے سونے کو بھی آیۃ قرار دیا ہے۔ "ومن آیاتہ منامکم" اور کائنات کی ہر چیز کو آیۃ قرار دیا گیا ہے چونکہ قادیان کے وہ مقامات مقدسہ از قبیل مساجد مسیح موعودؑ کے وہاں ظہور کی وجہ سے خدا کی معرفت دلانے کا ذریعہ ہیں۔ لہٰذا ان کو شعائر اللہ کہنا کوئی قابلِ اعتراض امر نہیں۔ البتہ جو مکذّب ہو۔ اور ساتھ ہی متعصب بھی ہو۔ تو اس کے لئے قابلِ اعتراض امر ہوسکتا ہے لیکن اگر کوئی مکذّب ہو لیکن متعصب نہ ہو اور عقلِ سلیم سے کام لے تو اس کے لئے بھی قابلِ اعتراض امر نہیں۔

حج بھی

اس عنوان کے تحت پرویز صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کے ایک خطبہ کے پیشِ نظر اعتراض کرتے ہیں :-

"چونکہ حج پر وہی لوگ جا سکتے ہیں جو مقدرت رکھتے ہیں

اور امیر ہوں۔ حالانکہ الٰہی تحریکات پہلے غرباء ہی میں تعلق
اور پہنچتی ہیں اور غربا کو حج سے شریعت نے معذور رکھا
ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور ظلی حج مقرر کیا۔ تا وہ
قوم جس سے وہ اسلام کی ترقی کا کام لینا چاہتا ہے اور تا وہ
غریب یعنی ہندوستان کے مسلمان اس میں شامل ہو سکیں۔"

(الفضل یکم دسمبر ۳۲ء بحوالہ ختم نبوت ص ۱۵۸)

میں نہیں سمجھتا کہ پرویز صاحب کو اس پر کیوں اعتراض ہے۔ آپ نے قادیان کے اجتماع کو اصل حج تو قرار نہیں دیا۔ پس اصل حج اپنی جگہ پر قائم ہے۔ جو بیت اللہ کا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جن احمدیوں کو خدا سے توفیق ملتی رہی ہے وہ خانہ کعبہ کا حج کرتے رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ نے خود بھی حج بیت اللہ کیا تھا۔

حج اکبر

حج اکبر کا الزام: کسی بزرگ کا کہنا ہے کہ "دل بدست آور کہ حج اکبر است" کہ کسی کے دل کو فتح کرنا حج اکبر کا حکم رکھتا ہے

پس کسی احمدی کا قادیان کی زیارت کو حج اکبر کہنا اس کی ذوقی بات ہے کہنے والے کا یہ مطلب نہیں تھا کہ قادیان کی زیارت سے خانہ کعبہ کا حج ساقط ہو جاتا ہے۔ بہر حال اس احمدی کا یہ قول جماعت احمدیہ پر حجت نہیں۔

جداگانہ کلمہ

اس عنوان کے تحت پرویز صاحب کی دسیسہ کاری ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں:

"احمدی حضرات مسلمانوں سے کھلے بندوں الگ ہو جانا
سردست اپنے مفاد اور مصلحت کے خلاف سمجھتے ہیں اس
لئے کلمہ میں محمدؐ کی بجائے احمد کا لفظ رکھنے سے ہچکچاتے
ہیں لیکن آپ یہ سن کر متعجب ہوں گے کہ یہ حضرات کلمہ
طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں
میں محمدؐ سے مراد مرزا صاحب ہی لیتے ہیں۔"

(ختم نبوت ص ۶۰)

قارئین کرام! صفحات گزشتہ سے یہ آپ کو بخوبی معلوم ہوا ہوگا۔ کہ احمدی جو کچھ دلی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس کا برملا اقرار کرتے ہیں اور اپنے عقائد کے لئے دلیل قرآن کریم سے پیش کرتے ہیں لیکن جو باتیں محض جھوٹی اور محض افسانے ہیں۔ اس سے احمدی قطعی طور پر انکار کرتے ہیں۔

پرویز صاحب کا یہ کہنا صریح غلط بیانی ہے۔ کہ احمدی حضرات کلمہ طیبہ میں محمدؐ سے مراد مرزا صاحب ہی لیتے ہیں۔ یہ بات اس اقتباس میں قطعاً موجود نہیں جو انہوں نے آگے کتاب کلمۃ الفصل سے پیش کیا ہے۔ "کلمۃ الفصل" کے مصنف کے اس قول کا کہ ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ یعنی اس کے بروز کی جگہ کوئی اور ہوتا تو

ضرورت پیش آتی۔ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ احمدیوں کا کوئی نیا کلمہ نہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ان کا کلمہ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سے مراد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ نہ کہ حقیقتاً کسی اور کے لئے کسی الگ کلمہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ قول تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تحقیق میں تو "کلمہ کسی اور نبی کا سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھا ہی نہیں"

(لیکچر پیغام احمدیت)

پس کلمۃ الفصل میں یہ لکھا جانا کہ محمد رسول اللہ کی بجائے اگر کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔ یہ بات حضرت امام جماعت کو مسلم نہیں اور نہ ہی کلمۃ الفصل کا مصنف دراصل اس بات کو مانتا ہے کہ کوئی نبی محمد رسول اللہ سے الگ ہو کر آسکتا ہے اور نہ کوئی اور احمدی ایسا اعتقاد رکھتا ہے کہ کوئی نبی آئندہ محمد رسول اللہ سے الگ ہو کر آسکتا ہے۔ اس جگہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ پرویز صاحب نے منشی ظہیر الدین کا قول نقل کیا ہے حالانکہ منشی ظہیر الدین کو اس قسم کے غلط عقائد کی بنا پر جماعت سے خارج کیا گیا ہے پس ایک ایسے انسان کا قول اپنے متعصبانہ اعتراض کے لئے بطور دلیل پیش کرنا خود صریح بد دیانتی ہے

خاتم النبیین

اس ہیڈنگ کے تحت پرویز صاحب لکھتے ہیں کہ "احمدی جو بار بار خاتم النبیین کہتے ہیں تو ان کے نزدیک ان کا مفہوم وہ نہیں ہوتا۔ جو غیر احمدی لیتے ہیں۔ یہ بات ایک حد تک درست ہے اور ایک حد تک غلط ہے۔ احمدی بے شک یہ مانتے ہیں کہ مرزا غلام احمدؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے نبی بنے ہیں۔ مگر وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شریعت لانے والے نبی ہیں جو قیامت تک واجب العمل ہے۔ پس اس حصہ کے متعلق غیر احمدیوں سے ہمارا اتفاق ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسیح موعودؑ کے غیر تشریعی نبی اللہ کی صورت میں آنے پر بھی احمدیوں اور غیر احمدیوں کا اتفاق ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ غیر احمدی کے عقیدہ میں مسیح موعودؑ حضرت عیسیٰؑ ہیں جو آسمان سے بہ نفس نفیس آئیں گے۔ وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ اور احمدیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے ہیں اور آنے والے مسیح موعودؑ کو امت محمدیہ میں سے ہونا چاہیئے تھا اور وہ مرزا غلام احمدؑ ہیں۔

پس پرویز صاحب! دنیا کو دھوکہ نہ دیں۔ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے عقیدہ میں ختم نبوت کے معنوں میں مسیح موعودؑ کے غیر تشریعی نبی ہونے میں اصولی اتفاق ہے۔ صرف مسیح موعود کی شخصیت کے تعین میں اختلاف ہے لیکن آپ تو سارے مسلمانوں سے ختم نبوت کے معنوں میں اختلاف رکھتے ہیں کہ آپ وفات عیسیٰؑ کے قائل ہوتے ہوئے سیدنا و امامنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پیشگوئیوں کو رد کرتے ہیں۔ جن میں آپؐ

نے ابن مریمؑ کے نزول کی پیشگوئی فرمائی ہے اور اسے اماماً حکماً منکم قرار
دیا ہے اور ان کا نام نبی اللہ رکھا ہے (بخاری و مسلم) آپ نہ کسی مسیحؑ
کی آمد کے قائل ہیں۔ نہ امام مہدی کی آمد کے اور نہ کسی مجدد کے اور ایسا
عقیدہ مجوسیوں کا عقیدہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اس عقیدہ پر احادیث
نبویہ گواہ ہیں بلکہ قرآن بھی گواہ ہے۔ جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں
کیا جا چکا ہے۔ پرویز صاحب احمدی اور غیر احمدی کے درمیان اختلافات
کا ذکر کرتے ہیں لیکن اپنے آپ کو وہ بھول رہے ہیں گویا کہ وہ اسلام
بانیٔ اسلام اور مسلمانوں کے بڑے خیر خواہ ہیں۔ حالانکہ گزشتہ صفحات
میں پرویز صاحب کا ______ علیحدہ دین اور علیحدہ شریعت
بنانا ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔

الہامات کا نمونہ

اس عنوان کے تحت پرویز صاحب نے اعتراض کرتے ہوئے تین اقتباسات
پیش کئے ہیں۔ نمبر ایک اقتباس بابو منظور الہٰی کے کسی ٹریکٹ کا ہے یہ خوابوں
کے عجائبات ہوتے ہیں کہ کبھی دشمن بلّی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور کبھی سانپ
اور کتے کی شکل میں خوابیں تو تعبیر طلب ہوتی ہیں پرویز صاحب
تو صریح الہامات اور کشوف ربانی کے بھی قائل نہیں تو خوابوں کو وہ کیا وقعت
دے سکتے ہیں۔ اصل بات تو رؤیا و کشف و الہام میں یہ ہے کہ آیا وہ رؤیا
جیسی بھی دیکھی گئی ہو پوری ہوئی ہے یا نہیں۔ ایسی قسم کے رؤیا نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی احادیث میں موجود ہیں۔ اور قرآن کریم میں عزیز مصر کا خواب دیکھنا
کہ سات سبز بالیاں ہیں اور سات خشک بالیاں ہیں اور سات دبلی اور
لاغر گائیں ہیں۔ جو سات موٹی تازہ گائیوں کو کھا رہی ہیں۔ اب
پرویز صاحب کی طرح اگر کوئی قرآن مجید میں ذکر شدہ اس رؤیا پر اعتراض
کرے۔ تو اس کا ہم سوائے اس کے کیا جواب دے سکتے۔ کہ اللہ آپ کو
ہدایت بخشے۔

پھر ایک ٹریکٹ مولفہ قاضی یار محمد قادیانی کا پیش کیا ہے یہ
آدمی ماؤف الدماغ تھا۔ لہٰذا اس کی شہادت کسی صورت میں شرعاً
قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ حضرت مرزا صاحبؑ کے کشوف اور الہامات کا مجموعہ
بنام تذکرہ ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے اور حضرت اقدس کی تصنیفات
بھی موجود ہیں۔ ان میں ایسی کوئی قابل اعتراض بات مذکور نہیں۔

تیسری عبارت پرویز صاحب نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی پیش
کی ہے جو یہ ہے:۔

"مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ
کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے
بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں۔ بذریعہ اس الہام کے
مجھے عیسیٰ سے مریم بنایا گیا۔ (پرویز صاحب نے یہ عبارت
غلط درج کی ہے۔ صحیح عبارت یوں ہے) مجھے مریم سے
عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا"
(کشتی نوح بحوالہ ختم نبوت ص۶۶)

حضرت مسیح موعودؑ کی اس عبارت میں کوئی قابلِ اعتراض امر نہیں ہے۔ جب نیت اور ارادہ بخیر نہ ہو تو اس قسم کے اور بھی اعتراضات کئے جا سکتے ہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ نے اس عبارت میں استعارہ کا لفظ استعمال کیا ہے اور جب وہ خود اس واقعہ کو استعارہ قرار دے رہے ہیں تو پھر اعتراض کرنا اعتراض برائے اعتراض ہوا۔ استعارہ حقیقت نہیں ہوتی بلکہ اس میں ایک مستعار امر سے بر رنگ تشبیہ پردہ اٹھانا مقصود ہوتا ہے قرآن کریم میں تشبیہ کے طور پر ہی سورۃ تحریم میں مومنوں کو فرعون کی مومنہ بیوی اور مسیحؑ کی والدہ مریم صدیقہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ پس کسی مومن مرد کا مریم سے تشبیہ دیا جانا قرآنی مضمون کے خلاف نہیں۔

مولانا رومؒ نے اسی قرآنی تشبیہ کے پیشِ نظر فرمایا ہے کہ:۔

"جب انسان کی جان مریم کی طرح ہو جاتی ہے۔ تو حبیب خدا حضرت محمدؐ کے فیض سے وہ حاملہ ہو جاتی ہے اور دل اپنے مسیح کو جنم دیتی ہے۔"

اسی مضمون کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا مریم بننا اور استعارہ کے رنگ میں حاملہ ہونا اور مسیح بننا بیان فرمایا ہے۔ اس کو حقیقت قرار دینا تعصب کا بدترین نمونہ ہے۔

اس کے بعد پرویز صاحب اپنے استاد ڈاکٹر اقبالؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ:۔

"ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی ماہرِ علم النفس مرزا صاحبؑ

کا نفسیاتی تجزیہ کرکے بتائے کہ وہ کس قسم کے نفسیاتی مریض تھے اور اس کی وجہ کیا تھی؟"

پھر ریویو آف ریلیجنز سے آپ کو مراق کا مرض ہونے کا ذکر کیا ہے جس کا باعث سخت دماغی محنت، تفکرات، غم، اور سوءِ ہضم بیان کیا گیا ہے اور اس کا نتیجہ دماغی ضعف، جس کا اظہار مراق اور دیگر ضعف کی علامات مثلاً دورانِ سر کے ذریعہ ہوتا تھا اور اس کے بعد سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ ۵۵ سے ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے کئی دفعہ حضرت مسیح موعودؑ سے سنا ہے کہ مجھے ہسٹریا ہے بعض دفعہ آپ مراق بھی فرمایا کرتے تھے۔ پھر ولیم جیمز کے متعلق لکھا ہے کہ یہ ماہرِ نفسیات بتاتا ہے کہ مراق یا ہسٹریا کے مریض کس طرح کشف و الہام کے مدعی بن جاتے ہیں۔

پرویز صاحب نے یہ ساری بحث اس لئے کی ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کے دعویٰ کو جنون کا نتیجہ قرار دیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کبھی بھی اپنے متعلق مراق یا ہسٹریا کا لفظ مالیخولیا مراق کے معنوں میں استعمال نہیں کیا۔ بلکہ حضورؑ نے فرمایا ہے:۔

"دوسری نکتہ چینی یہ ہے کہ مالیخولیا یا جنون ہو جانے کی وجہ سے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یوں تو میں کسی کے مجنون کہنے یا دیوانہ نام رکھنے سے ناراض نہیں ہو سکتا بلکہ خوش ہوں کیونکہ

ہمیشہ سے ناسمجھ لوگ ہر ایک نبی اور رسول کا بھی ان
کے زمانہ میں یہی نام رکھتے آئے ہیں اور قدیم سے ربانی
مصلحوں کو قوم کی طرف سے یہی خطاب ملتا رہا ہے۔
اور نیز اس وجہ سے بھی مجھے خوشی پہنچتی ہے کہ آج وہ
پیشگوئی پوری ہوئی جو براہین میں طبع ہو چکی ہے کہ تجھے
مجنون بھی کہیں گے۔"

(ازالہ اوہام ۳۶/۱۸)

اور آج پرویز صاحب نے بھی اس پیشگوئی کو پورا کر دیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مراق پیٹ کے ایک پردے کا نام ہے جس میں سوء ہضم کی وجہ سے دماغی محنت کرنے والوں کو بعض عوارض لاحق ہو جاتے ہیں "طب اکبر" میں مراق کی ایک قسم صدرع مراقی لکھی گئی ہے اور دوسری قسم دوار مراقی۔ پہلی قسم میں پردہ مراق ماؤف ہونے سے سردرد ہو جاتا ہے اور دوسری قسم میں مراق کا پردہ اس طرح ماؤف ہوتا ہے کہ دوران سر کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی مراد مراق یا ہسٹیریا سے دوار مراقی ہی تھی نہ کہ مالیخولیا مراقی۔ جس کے ڈانڈے جنون سے ملتے ہیں۔ مجنون تو دنیا میں کوئی کام نہیں کر سکتا اور نہ کوئی انقلاب پیدا کر سکتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ
رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝" (القلم: ۱)

کہ اے رسول لوگ تجھے مجنون کہتے ہیں لیکن قلم اور دوات اور جو کچھ لکھا جا رہا ہے وہ اس بات کا گواہ ہے کہ تو خدا کے فضل سے مجنون نہیں۔

آگے فرمایا:-

"وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝"
(القلم: ۴)

کہ تیرا کام بغیر نتیجہ کے نہیں رہے گا بلکہ اس کا اجر غیر منقطع ہوگا۔

آگے فرمایا:-

"وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝" (۵)

کہ تو عظیم خلق کا مالک ہے۔ اس لئے لوگ تیرے گرد اکٹھے ہو جائیں گے۔

مجنونوں سے تو لوگ دور بھاگتے ہیں کیونکہ وہ خلق سے عاری ہوتے ہیں۔ آگے فرمایا:-

"فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝" (۶، ۷)

عنقریب تو بھی دیکھ لے گا اور تجھ کو مجنون قرار دینے والے بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون آزمائش میں مبتلا ہے آیا معترضین مجنون ہیں یا تو۔

اِنہیں آیات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہؑ کے دوات اور قلم کے ذریعہ ان کی تحریروں کا دنیا میں پھیل جانا اور ایک انقلاب پیدا کر دینا اور ایک منظم جماعت کا آپ کے حسنِ خلق اور قرآن مقدس کے معقول اور معارف سے بھرپور تعلیم کے نتیجہ میں قائم ہو جانا اور پھر ان تمام پیش آمدہ خوشنما واقعات کا قبل از وقت بطور پیشگوئی بتا دینا اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ آپ کو تائیدِ الٰہی حاصل ہے۔ اور آپ ہرگز مجنون یا نعوذ باللہ مراق کے مریض نہ تھے۔ اور وہ وقت بھی عنقریب آ جائے گا۔ جب ان کو مجنون کہنے والے بصد آہ و فغاں کہیں گے یٰلَیْتَنِیْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا۔ یہ بات پہلے بھی لکھی گئی ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ نے تقریباً اسّی کتابیں تصنیف کیں۔ اردو، فارسی، عربی میں اور غیر مسلموں کو للکارا کہ آؤ صداقت اسلام آزماؤ۔ صداقت سید المرسلین و خاتم النبیین کو آزماؤ اور صداقت قرآن مقدس کو آزماؤ اور فرمایا:۔ ؎

"آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے"

اور غیر احمدی علماء کو چیلنج کیا کہ آؤ اور میری صداقت کو آزماؤ اور قرآن کریم کے کسی حصّہ کی عارفانہ تفسیر تم بھی لکھو اور میں بھی لکھوں گا تا معلوم ہو جائے قرآن کریم کا علم کس کو ہے۔ لیکن کوئی مقابلہ پر نہیں آیا۔ ؎

"آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے"

اس سلسلہ میں غیر مسلم مشاہیر کی آراء بھی پیش کرتا ہوں۔ جن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کیا حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ واقعی نفسیاتی مریض تھے جس طرح پرویز صاحب اور ان کے پیرو مرشد کہہ رہے ہیں اور کیا دنیا میں ایسا عظیم انقلاب بپا کرنے والا نفسیاتی مریض ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں! پرویز صاحب! آپ کا واسطہ کسی احمدی سے نہیں پڑا اور جماعت احمدیہ نے آپ کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی۔ اب جب آپ اس طریق سے زمانہ حال کی سیاست کی طرف آ رہے ہیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ دلائل قرآنی کے میدان میں آپ کی دماغی صلاحیت کس حد تک ہے۔

جماعت احمدیہ اور عیسائی دنیا کا تأثر

ایک امریکی پادری نے حال ہی میں ایک کتاب "گاڈ اینڈ جوجو" شائع کی ہے۔ اس میں لکھتے ہیں:۔

"اسلام کی روز افزوں ترقی میں احمدیت کے اثرات اس طرح داخل ہوئے ہیں کہ گویا یہ تانے بانے میں داخل ہیں۔ یہ بات بغیر تردّد کے کہی جا سکتی ہے کہ احمدیہ جماعت سب سے زیادہ کام کرنے والی اور سب سے

زیادہ وسیع اسلامی جماعت ہے جو افریقہ میں کام کر
رہی ہے۔"

انگلستان میں چھپنے والے ایک اخبار "ٹائمز برٹش کالونیز ریویو" نے لکھا ہے:۔

"اسلام کی روز افزوں ترقی کا کوئی مقابلہ نہیں کیا جارہا اور یہ بات کچھ بعید نہیں کہ عیسائی اور مشرک علاقے بالآخر اسلام کے سمندر میں غرق ہو کر رہ جائیں گے۔"

برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کے جنرل سیکرٹری ریورنڈ جے۔ٹی ڈالس نے کیپ ٹاؤن میں اسی خیال کا اظہار کیا کہ:۔

"یہ بات عین ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں اسلام افریقہ کے عوامی مذہب کی حیثیت سے عیسائیت کو شکست دے کر اس کی جگہ لے لے۔"

انھوں نے مزید کہا:۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام افریقہ میں بڑا اہم ترقی کر رہا ہے اگر ایک شخص عیسائیت قبول کرتا ہے تو اسلام اس کے مقابلہ میں دو افراد کو حلقہ بگوش بنا لیتا ہے۔ ابھی موقع ہے کہ ہم اپنے آپ کو سنبھال لیں۔ ہمیں اس موقع سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیئے لیکن اس امر کا قوی امکان ہے کہ ہم اس موقع کو گنوا دیں گے۔ نتیجہ

یہ ہوگا کہ اسلام عیسائیت سے بازی لے جائے گا۔"

سوئیٹزرلینڈ کے ایک اخبار "APPENSELLERSONTR GSBLAFT" نے اپنی ۱۳ر مئی ۱۹۶۱ء کے شمارہ میں لکھا:۔

"عیسائی حلقے مسلسل اس طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ افریقہ میں اسلام عیسائیت کے لئے خطرہ بن گیا ہے اور یہ خطرہ روز بروز بڑھ رہا ہے۔"

"ڈیلی ٹائمز" نائیجیریا اپنی اشاعت ۷ر دسمبر ۱۹۵۷ء میں پادریوں کی ایک میٹنگ کی روئیداد پیش کرتا ہے:۔

"عیسائی تنظیم اسلام کی ترقی سے خائف ہے۔"

۱۳ر جنوری ۱۹۵۸ء کو اسی اخبار نے خبر دی کہ:۔

"پادریوں کی ایک میٹنگ نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ چند ہی سالوں میں افریقہ میں اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ عیسائیت یہاں باقی رہ سکے گی یا نہیں"

غانا یونیورسٹی کے ایک عیسائی پروفیسر ایس۔جی ولیم سن لکھتے ہیں:۔

"غانا کے شمالی حصہ میں رومن کیتھولک کے سوا عیسائیت کے تمام اہم فرقوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیروؤں کے لئے میدان خالی کر دیا ہے۔ اشانٹی اور گولڈ کوسٹ کے جنوبی حصوں میں آج کل عیسائیت ترقی کر رہی ہے لیکن جنوب کے بعض حصوں

میں خصوصاً ساحل کے ساتھ ساتھ احمدیہ جماعت کو عظیم الشان فتوحات حاصل ہو رہی ہیں۔"

ریورنڈ چارلس ایلی کوٹ نے اپنی صدارتی تقریر میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:-

"اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں مجھے ان لوگوں نے جو صاحب تجربہ ہیں۔ بتایا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی حکومت میں ایک نئی طرز کا اسلام ہمارے سامنے آ رہا ہے۔ یہ ان بدعات کا سخت مخالف ہے جس کی بناء پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب ہماری نظروں میں قابلِ نفرین قرار پاتا ہے۔ اس نئے اسلام کی وجہ سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پھر وہی پہلی سی عظمت حاصل ہوتی جا رہی ہے۔ یہ بڑے تغیرات ہیں جو آسانی شناخت کئے جا سکتے ہیں۔ پھر یہ نیا اسلام اپنی نوعیت میں مدافعانہ ہی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا حامل ہے افسوس ہے تو اس بات کا کہ ہم میں سے بعض کے ذہن اس طرف مائل ہو رہے ہیں۔"

(دی آفیشل رپورٹ آف دی مشنری کانفرنس ۱۸۹۴ء صفحہ ۶۴)

مولانا ظفر علی خان صاحب فرماتے ہیں:-

"گھر بیٹھ کر احمدیوں کو بُرا بھلا کہہ لینا آسان ہے لیکن

اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے مبلغین انگلستان میں اور دیگر یورپین ممالک میں بھیج رکھے ہیں۔ کیا ندوۃ العلماء، دیوبند، فرنگی محل اور دوسرے علمی اور دینی مرکزوں سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بھی تبلیغ و اشاعتِ حق کی سعادت میں حصہ لیں۔"

(زمیندار ۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۲۶ء)

قارئین کرام! یہ کام جو آج جماعت احمدیہ سرانجام دے رہی ہے یہ وہ روحِ فعالیت ہے جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اپنی جماعت میں پھونک دی ہے۔ کیا یہ کام ایسے انسان کے ہاتھوں سرانجام ہونا ممکن ہے جو مالیخولیائے مراقی کا مریض ہو؟ جیسا کہ پرویز صاحب لکھ رہے ہیں۔ جھوٹ اور بہتان یا الزام تو کم از کم ایسا ہونا چاہئے۔ جس کا کچھ شائبہ تو ہو۔ شائبہ کا کیا ذکر۔ یہاں تو اسی انسان کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چہرہ دوبارہ ظاہر کیا جا رہا ہے۔

(دیکھو دی آفیشل رپورٹ)

پرویز صاحب! کسی مسلمان فرد کو یا جماعت کو غیر مسلم کہنا (اور اس کے نامسلمان قرار دیئے جانے پر اس حد تک خوشی منانا کہ اس کے اظہار کے لئے آپ کو پسند کے الفاظ نہیں ملتے) بہت آسان ہے بتاؤ تو سہی آپ کسی ایک غیر مسلم کو بھی حلقہ بگوشِ اسلام بنا سکے ہیں؟

۵ ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ تو خود محمدی اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ رہے ہیں۔

اس ضمن میں پرویز صاحب نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کے ایک کشف کا ذکر کیا ہے جو آپ کے کرتہ پر سرخی کے چھینٹے پڑنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس پر پرویز صاحب کو اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قلم سے مادی روشنائی کے قطرے جن کے دھبے ان کے کپڑوں پر پڑے عقیدت مندوں کے ذہن کے لئے قابلِ فہم ہو سکتے ہیں ورنہ خدا کے متعلق ایسا تصور! سبحان اللہ عمّا یصفون!!

اس کے جواب میں عرض ہے کہ قرآن شریف کا پڑھنے والا اور اس کا صحیح علم رکھنے والا کبھی اس قسم کی باتیں زبان پر نہیں لا سکتا۔ ہمارا خدا تو "کن" کہنے سے سب کچھ پیدا کر سکتا ہے۔ جو چاہے کر سکتا ہے۔ ساری کائنات عدم سے وجود میں آئی۔ یہ آریوں کا عقیدہ ہے کہ کائنات مادے سے پیدا ہوئی ہے جو خدا کے ساتھ ساتھ پہلے سے موجود تھا کیونکہ نیستی سے ہست نہیں ہو سکتا۔ مگر اسلام کا خدا تو نیست سے ہست کرنے والا ہے اور سارا عالم عدم سے وجود میں آیا ہے۔ وہی مادے کا بھی خالق ہے اور ارواح کا بھی۔ اگر اسلام کا یہ تصور پرویز صاحب کو حاصل ہوتا تو کشفی روشنائی کا مادی روشنائی میں تبدیل ہونے پر انہیں کوئی اعتراض نہ ہوتا مگر پرویز صاحب کا اسلام۔ کشف، الہام

معجزات اور کرامات کے تصورات سے خالی ہے۔ کیونکہ ان کا اسلام قرآن مجید کا اسلام نہیں۔ محمد رسول اللہؐ کا لایا ہوا اسلام نہیں۔ ان کو ایسے امور کیسے سمجھ میں آسکتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ ان کے اسلام میں معجزات اور کرامات کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ اس لئے اگر وہ اس کشف پر اعتراض کریں کہ مادی روشنائی کیسے پیدا ہو گئی؟ تو ہمیں اس پر کوئی تعجب نہیں کیونکہ وہ روحانیت کے اس کوچہ سے ناآشنا ہیں۔ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے:-

"اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ"

کہ اس کا کام تو صرف یہ ہے کہ جب وہ کسی شے کو پیدا کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے "ہو جا" کہنے سے وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔ پس غیر مادی روشنائی کو جو اس کشف میں دیکھی گئی۔ خدا نے نشان بنانے کے لئے اور مسیح موعودؑ کو اپنی قدرت دکھانے کے لئے مادی شکل دے دی۔

کیا پرویز صاحب خدا تعالیٰ کو اس قدرت نمائی سے عاجز سمجھتے ہیں کہ وہ کسی معدوم شے کو خلعتِ وجود بخش دے۔ سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ!

اس بات پر مسلمان کا محکم ایمان ہوتا ہے کہ خدا کی طرف سے وحی خدا کا کلام ہوتا ہے۔ ہم قرآن کریم کو خدا کا کلام سمجھ رہے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کلام اللہ (قرآن کریم) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا تھا۔ تو مادی الفاظ میں حضور دہراتے تھے۔ یہ دونوں باتیں حقیقت ہیں کہ قرآن خدا کا کلام ہے۔ اور حضورؐ کے دل پر نازل ہوتا تھا۔ اور

حضورؐ مادی الفاظ میں اسے دوہراتے تھے۔ اس طرح یہ غیر مادی وحی مادی صورت اختیار کر لیتی تھی۔

پرویز صاحب! اگر ایک غیر مسلم یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کی زبان سے مادی الفاظ (Material words) میں کلام عقیدت مندوں کے لئے ہی قابل فہم ہو سکتا ہے ورنہ خدا کے متعلق ایسا تصوّر درست نہیں۔ تو جو جواب آپ کا ہوگا۔ وہی جواب ہماری طرف سے سمجھ لیں۔

ایک دہریہ فلاسفر کے اس سوال کا جواب جو بھی آپ دے سکیں۔ وہی جواب ہمارا سمجھ لیں۔ وہ کہتا ہے کہ جب آپ کے نزدیک خدا ہے اور وہ محیطِ کُل ہے اس کا انسان کے ساتھ ہمکلام ہونا ناممکن ہے

پرویز صاحب! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کا نزول اور اسی طرح تمام انبیاء کے ساتھ خدا کی ہمکلامی کا آپ کے پاس کیا ثبوت اور دلیل ہے؟ اور خدا جو محیطِ کُل ہے کیسے ایک انسان کے ساتھ ہمکلام ہو سکتا ہے؟ اور یہ یقینی امر ہے کہ بغیر کسی دوسری دلیل کے درمیان لانے کے محض خدا کی ہمکلامی ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور جب ایسا ہے تو پھر خدا کی اس قدرت نمائی پر آپ کو کیوں تعجب ہوتا ہے جس کا ذکر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ نے "تریاق القلوب" صفحہ ۲۳ اور "حقیقۃ الوحی" کے صفحہ ۲۵۵

حضرت موسیٰؑ کو ایک جلوۂ خداوندی آگ کی صورت میں دکھایا گیا۔ یہ آگ مادی تھی۔ اس لئے حضرت موسیٰؑ نے دیکھا اور کہا کہ اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا کہ میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔

الہام کی زبان

اس عنوان کے تحت پرویز صاحب نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کے دو اقتباس کتر بیونت کر کے نقل کئے ہیں۔

"اور یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی اور ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے۔"

(چشمۂ معرفت صفحہ ۲۰۹ بحوالہ ختم نبوت صفحہ ۱۶۹)

ایک محقق اور خدا کا تقویٰ دل میں رکھنے والے کا یہ طریق ہوتا ہے کہ وہ عبارت کے سیاق و سباق کو دیکھ کر فیصلہ کیا کرتا ہے اگر اعتراض کی گنجائش نکل آئے تو اعتراض کرتا ہے۔ ورنہ نہیں

کتاب چشمہ معرفت مصنفہ حضرت مسیح موعودؑ آریوں کے اعتراضات جو اسلام اور بانیٔ اسلام اور قرآن کے خلاف تھے کے جواب میں ایک بے بہا تصنیف ہے

آریوں کے مناظر نے یہ بات پیش کی تھی کہ ایشور کا کلام ایسی زبان میں ہونا چاہیے جس کو کوئی نہ سمجھتا ہو اور یہ بولی سنسکرت ہی ہو سکتی ہے کیونکہ یہی ایک زبان ہے جو خدا کی بولی ہے اور اس کو کوئی نہیں جانتا

تھا۔ جواباً حضرت مسیح موعودؑ نے عبارت مندرجہ بالا کے ذریعہ تردید فرمائی کہ یہ بات عقل ہرگز تسلیم نہیں کر سکتی۔ کہ الہام کسی ایسی زبان میں ہو جس کو دنیا میں کوئی جاننے والا نہ ہو بالفاظ دیگر وہ زبان موجود ہی نہ ہو اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:۔

"غرض جبکہ اب بھی مختلف زبانوں میں الہام ہوتا ہے اور صدہا پیشگوئیاں اس الہام کے ذریعہ سے پوری ہوتی ہیں تو کیا اب تک ثابت نہ ہوا کہ خدا ہر ایک زبان میں الہام کرتا ہے۔"

(چشمۂ معرفت صفحہ ۲۱۲ مصنفہ مسیح موعودؑ)

پس پرویز صاحب نے ادھورا اقتباس پیش کر کے غلط نتیجہ نکالا ہے اس کے بعد پرویز صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیف "نزول المسیح" صفحہ ۵۷ سے یہ اقتباس درج کرتے ہیں:۔

"زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں۔ جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں۔ جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔"

پھر اس کے بعد آپؑ کے ایک مکتوب کی یہ عبارت پیش کی ہے:۔

"چونکہ اس ہفتہ میں بعض کلمات انگریزی زبان میں الہام ہوئے ہیں اور اگرچہ بعض ان میں سے ایک ہندو لڑکے سے دریافت کئے ہیں۔ مگر قابلِ اطمینان نہیں۔ اور بعض

منجانب اللہ بطور ترجمہ الہام ہوا تھا اور بعض کلمات شاید عبرانی ہیں۔ ان سب کی تحقیق تنقیح ضروری ہے۔ آپ جہاں تک ممکن ہو۔ بہت جلد دریافت کر کے صاف خط میں جو پڑھا جاوے۔ اطلاع بخشیں۔"

(مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ ۶۸ بحوالہ ختم نبوت صفحہ ۱۷۱)

پرویز صاحب کو یہ اعتراض ہے کہ غیر زبانوں میں الہام ہونے پر حضرت مرزا صاحب کو اس کے سمجھنے کی دشواری پیش آتی ہے مگر تم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے خود لکھا ہے کہ غیر زبانوں میں الہام نہیں ہوتا لہٰذا ان پر غیر زبان میں الہام ہونا خود ان کے مسلمات کے خلاف ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ غیر زبانوں میں الہام ہونے سے حضرت بانیؑ سلسلہ احمدیہؑ کو کچھ دشواریاں پیش آئیں لیکن یہ غیر زبانوں میں الہام ہونا آپ کے اس بیان کے خلاف نہیں۔ جس کا ذکر چشمہ معرفت کے اقتباس میں ہے۔ چشمہ معرفت کا یہ اقتباس آریوں کے اس خیال کے ردّ میں ہے کہ خدا ویدوں کے رشیوں پر سنسکرت زبان میں الہام کرتا تھا اور یہ سنسکرت زبان خدا کی بولی ہے۔ جو دنیا میں کوئی نہیں جانتا تھا۔ آریوں کے اس نظریہ پر حضرت بانیؑ سلسلہ احمدیہؑ کو یہ اعتراض ہے۔ اس صورت میں تو خدائی الہام کا مفہوم خدا کی اپنی بولی کی وجہ سے کسی کو سمجھ میں نہیں آسکتا کیونکہ دنیا میں کوئی انسان اس زبان کو سمجھنے والا نہیں تھا نہ اور وہ زبان رشیوں کی اپنی زبان تھی۔ ولیسے اسی مقام پر چشمہ معرفت میں

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو اس بات کا اعتراف ہے کہ آپ کو مختلف زبانوں میں الہام ہوتا ہے (دیکھو حوالہ چشمۂ معرفت صفحہ ۲۰۹ مذکورہ بالا)

ان عبارتوں میں آپ نے اپنے اوپر دوسری زبانوں میں الہام نازل ہونے کا اعتراف بھی فرمایا ہے اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ خدا ہر ایک زبان میں الہام کرتا ہے۔ یہ عبارتیں بھی آریوں کی تردید میں ہیں جن میں اپنے اوپر دوسری زبانوں میں الہام نازل ہونے کا اعتراف ہے۔ لہٰذا پرویز صاحب کو "نزول المسیح" اور مکتوبات کے حوالہ جات کی ضرورت نہ تھی مگر یہ اقتباسات وہ صرف اس دشواری کو ظاہر کرنے کے لئے پیش کرنا چاہتے تھے جو غیر زبانوں میں الہام ہونے پر آپ کو پیش آتی تھی۔ سو جو نتیجہ وہ دینا چاہتے تھے وہ تو باطل ہوا اور ثابت ہوا کہ غیر زبانوں میں الہام ہونا حضرت صاحب کے کسی اپنے مسلّمہ کے خلاف نہیں۔ رہی دشواری سو وہ ضرور پیش آئی ہے۔ مگر اس دشواری کے پیش آنے میں بھی خدا کی ایک مصلحت تھی۔ جس کے بالمقابل وہ دشواری ایک معمولی بات رہ جاتی ہے۔ وہ مصلحت یہ تھی کہ ثابت کیا جائے کہ خدا کا الہام الفاظ میں بھی ہوتا ہے اور وحی کے صرف یہ معنی نہیں کہ دل میں ایک بات ڈال دی جائے۔ جسے ملہم اپنی زبان میں بیان کرے۔ یہ تجربہ کرانے کے لئے کہ وحی میں الفاظ بھی خدا کے ہوتے ہیں۔ آپ پر ایسے الہام غیر زبانوں میں نازل ہوتے تھے جن سے آپ واقفیت نہیں رکھتے تھے اور جن کے مفہوم کے سمجھنے کے لئے اس زبان کے جاننے والوں کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ ایک اور مصلحت غیر زبانوں

میں الہام کی یہ بھی تھی کہ دنیا میں اتحاد قائم کرنے کے لئے ضروری تھا کہ خدا یہ ظاہر کرتا کہ ہر قوم اور ملک کا آدمی اسلام قبول کر کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اپنی اپنی زبان میں خدا کا کلام سن سکتا ہے اور اس کے اس شیریں کلام سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ یہ وہ مصلحتیں تھیں جن کی وجہ سے آپ پر غیر زبانوں میں الہام ہوتا تا کہ یہ بات غیر مذاہب والوں پر واضح تر ہو جائے کہ خدا تعالیٰ اپنے پاک اور منتخب بندوں کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ملہم ان الفاظ کو جانتا ہی نہیں لیکن وہ یقیناً خدا کا کلام ہو کر وقت پر پورا ہو جاتا ہے۔

تناقضات

اس عنوان کے ذیل میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کے کلام میں جناب پرویز صاحب نے بزعم خود بعض تناقضات دکھانے کی مثالیں دی ہیں مگر یہ صرف ان کے مزعومہ تناقضات ہیں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے کلام میں کوئی حقیقی تناقض موجود نہیں۔ کیونکہ آپ کے اپنے بیان کے مطابق تناقض تو جھوٹے کے کلام میں ہوتا ہے یا مخبوط الحواس کے کلام میں۔ عقلمند اور صاف دل انسان کے کلام میں تناقض نہیں ہوتا۔ پرویز صاحب نے یہ درست کہا ہے کہ قرآن کریم میں تناقض نہیں ہے مگر دشمنان اسلام تو قرآن مجید میں بھی تناقض ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تعجب ہے پرویز صاحب نے خدا کے ایک صادق مامور

کے کلام میں تناقض دکھانے کی خاطر ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں
مثلاً قرآن کریم میں تناقض ثابت کرنے والے کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں
ایک جگہ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى آیا ہے یعنی تمہارا ساتھی
(محمدؐ) نہ راہ بھولا ہے اور نہ گمراہ ہوا ہے اور دوسری جگہ آیا ہے
وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى یعنی ہم نے تجھ کو (اے محمدؐ) گمراہ
پاکر ہدایت دی۔ اور ایک جگہ آیا ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ
اَحْبَبْتَ یعنی تو جسے چاہے ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور دوسری
جگہ آیا ہے اِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ کہ تو ضرور
سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے۔ ان آیات میں بظاہر اختلاف موجود
ہے جسے معترضین تضاد قرار دے کر پیش کرتے ہیں لیکن درحقیقت
ان متقابل آیات میں کوئی تناقض نہیں۔ صرف سوء فہم سے جس
مخالفین کو قرآن کریم میں تناقض نظر آتا ہے۔ تناقض کی تعریف کے
لحاظ سے اس جگہ ان آیات میں کوئی اختلاف موجود نہیں۔
تناقض کے لئے آٹھ وحدتیں ہونی چاہئیں جہاں یہ آٹھ وحدتیں
موجود نہ ہوں۔ تناقض کا حکم لگانا لاعلمی یا تعصب کا نتیجہ ہوتا ہے
اسی طرح حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے کلام میں بھی کوئی حقیقی تناقض
نہیں۔ صرف پرویز صاحب کے سوء فہم کا نتیجہ ہے۔ پرویز صاحب
کی مثالوں میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے کلام میں تو تناقض کا سوال
ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ دراصل تو پرویز صاحب حضرت اقدس کے

کلام کو مکمل طور پر پیش ہی نہیں کرتے۔ اور محض دھوکہ دہی کی خاطر
ادھورا اقتباس پیش کرتے ہیں۔ اگر حضرت اقدس کا مکمل اقتباس پیش
کیا جائے تو معمولی عقل والا انسان سمجھ سکتا ہے کہ یہاں کوئی تناقض
نہیں۔ ان آٹھ منطقی وحدتوں کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے جن میں
موضوع اور محمول کا ایک ہونا بھی ہے جو اہم ترین وجہ تناقض ہے۔ پائے
نہ جانے کی وجہ سے تناقض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اصل بات
یہ ہے جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی مکمل
عبارت اگر ملاحظہ کی جائے تو تناقض کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ پرویز
صاحب اسی طریقہ سے دھوکہ دیتے ہیں کہ وہ عبارت نامکمل اور
سیاق و سباق بریدہ پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں۔ پرویز صاحب
کا پیش کردہ نامکمل اقتباس:۔

" اور یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ
انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی
اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ
اس میں تکلیف مالایطاق ہے"

(چشمہ معرفت۔ بحوالہ ختم نبوت صفحہ ۱۷۱)

اس عبارت سے تناقض دکھانے کے لئے پرویز صاحب لکھتے ہیں:

" دوسری جگہ ارشاد ہے۔ زیادہ تر تعجب کی بات
یہ ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے

میں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں۔"

پرویز صاحب ان دونوں عبارتوں کو تناقض کی بین مثال قرار دیتے ہیں۔ پرویز صاحب نے دوسری عبارت کا حوالہ نہیں دیا کہ وہ کسی کتاب کی ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ پرویز صاحب نے پہلی عبارت نامکمل درج کر کے تناقض دکھانے میں دھوکہ دہی سے کام لیا ہے اس دھوکہ دہی کو واشگاف کرنے کے لئے پورا اقتباس درج ذیل کیا جاتا ہے :۔

"اور یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی زبان تو کوئی اور ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے اور ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہو۔ پس جبکہ بموجب اصول آریہ سماج کے وید کے رشیوں کی زبان ویدک سنسکرت نہیں تھی اور نہ وہ اس کے بولنے اور سمجھنے پر قادر تھے۔ اور پھر خدا کا ایسی بیگانہ زبان میں ان کو الہام کرنا گویا دیدہ دانستہ ان کو اپنی تعلیم سے محروم رکھنا تھا۔ اور اگر کہو کہ خدا ان کو ان کی زبان میں سمجھا دیتا تھا کہ ان عبارتوں کے یہ معنے ہیں تو اس صورت میں پرمیشر کا یہ عہد بحال نہیں رہے گا

کہ انسانی زبان میں اس کو بولنا حرام ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ ان نہایت کچی اور خام باتوں کے پیش کرنے سے آریوں کو فائدہ کیا ہے۔ کیا جو کچھ انسان کا ہے وہ سب کچھ پرمیشر کا نہیں ہے؟ تو پھر کونسی پرمیشر کی ہتک عزت ہے کہ انسان کو اس کی زبان میں سمجھا وے۔ کیا ہمارا خدا ہماری دعائیں ہماری زبانوں میں نہیں سنتا۔ تو پھر ہماری زبان میں ہی ہمیں کوئی راہ راست سمجھانے سے کیوں اس کی شان میں فرق آئے گا۔"

(چشمہ معرفت۔ مصنفہ حضرت مسیح موعودؑ ص ۱۰)

اس کے بعد حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں :۔

"اور چونکہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تمام انسانوں کو ایک ہی قوم بنا دے اس لئے ہم کبھی دوسری زبانوں میں الہام پاتے ہیں۔ مگر اکثر اللہ کا مکالمہ مخاطبہ عربی میں ہی ہوتا ہے۔ بلکہ بہت حصہ خدا کے مکالمہ مخاطبہ کا قرآن شریف کی آیتوں کے ساتھ ہوتا ہے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے اور اس طور پر ایک نئے طریق سے ملہم کو یقین دلایا جاتا ہے کہ جس رسول پر وہ ایمان رکھتا ہے وہ سچا رسول ہے اور جس کتاب کو وہ مانتا

ہے۔ یعنی قرآن شریف کو۔ وہ خدا کی کتاب ہے۔"

(چشمۂ معرفت مصنفہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ صفحہ ۲۱۰)

قارئین کرام! یہ مکمل اقتباس ملاحظہ کرنے کے بعد کیا ایک لفظ کی بھی وضاحت کی ضرورت رہتی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ پرویز صاحب محض دھوکہ دہی سے کام لے رہے ہیں۔ یہی حالت ان کے تمام تصدرات کی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ کتاب زیر نظر میں۔

بہرحال حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کا عقیدہ ہے اور یہی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ خدا ہر زمان میں اپنے مقربین، انبیاءؑ و اولیاء کے ساتھ مکالمہ و مخاطبہ کرتا ہے۔ پرویز صاحب کا اس جگہ نامکمل عبارت پیش کرنا اس غرض کے لئے ہے کہ وہ دھوکہ دہی سے تناقض ثابت کریں۔

پرویز صاحب نے تناقضات کے عنوان میں "تمہیداً" لکھا ہے کہ:-

"ان کے دعاوی اور بیانات باہم دگر مختلف اور متناقض (Self Contradictory) ہیں۔ اس قدر متناقض کہ انہیں (مرزا صاحب کو) مخالفین کے اعتراضات سے تنگ آ کر یہانتک کہہ دینا پڑا کہ ان کے دعاوی میں جہاں جہاں بھی نبی کا لفظ آیا ہے اسے کاٹا ہوا تصور کیا جائے۔ اور میاں محمود احمد صاحب کو کہنا پڑا کہ مرزا صاحب کی سنہ ۱۹۰۱ء کی قبل کی تحریر سے سند نہ لی جائے۔"

پرویز صاحب کا یہ لکھنا سراسر بے بنیاد ہے کہ مرزا صاحب کے بیانات باہم دگر اس قدر متناقض تھے کہ انھیں مخالفین سے تنگ آ کر یہ بیان دینا پڑا کہ ان کے دعاوی میں جہاں جہاں بھی نبی کا لفظ آیا ہے اسے کاٹا ہوا تصور کیا جائے۔ واضح ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فقرہ ہرگز کسی متناقض بیان پر مشتمل نہیں۔ پرویز صاحب نے آپ کے بیان کو ادھوری اور ناقص صورت میں پیش کیا ہے۔ اصل عبارت یوں ہے:-

"جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ جل شانہ خوب جانتا ہے۔ اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں بلکہ صرف محدّث مراد ہے جس کے معنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکلّم مراد لئے ہیں .... تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدّث کا لفظ ہر جگہ سمجھ لیں اور اس کو یعنی لفظ نبی کو کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔"

(اعلان مندرجہ تبلیغ رسالت۔ جلد دوم صفحہ ۹۵)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ جو کچھ آپ نے ابتداء میں کہا تھا بالکل اس کے مطابق یہ بیان دیا ہے کہ آپ اپنی نبوت سے حقیقی

نبوت نہیں بلکہ محدثیت مراد لیتے رہے ہیں۔ اگر پرویز صاحب تناقض دکھانا چاہتے تھے تو انھیں آپ کی پہلی تحریروں کو پیش کرکے ان کا اپنی محولہ تحریر سے اختلاف دکھانا چاہیئے تھا مگر وہ نہ ایسا کر سکے ہیں نہ ایسا کر سکتے ہیں۔ پس اس بیان تک ہمیشہ آپ کا یہی اعلان رہا ہے کہ آپ کی مراد اپنی نبوت سے حقیقی نبوت نہیں بلکہ محدثیت مراد ہے محدث سے بھی خدا ہمکلام ہوتا ہے اور نبی سے بھی اور محدثیت نبوت سے شدید مشابہت رکھتی ہے۔ نبوت حقیقی جس کی آپ اپنے وجود سے نفی کر رہے تھے اس کی اصطلاحی تعریف آپ یہ لکھتے تھے کہ:-

"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کامل شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کے منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔"

(مکتوب مندرجہ الحکم ۷ اگست ۱۸۹۹ء)

اس نبوت سے اپنی نبوت کو التباس سے بچانے کے لئے آگے یہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ یہی معنی نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں"۔

پس حقیقی نبی کے لئے کامل شریعت کا لانا یا بعض احکام جدیدہ تقریریہ اور مستقل کا لانا یا براہ راست مقام نبوت پانا اور کسی دوسرے نبی کا امتی نہ کہلانا ضروری امر سمجھا جاتا تھا اور آپ ایسے نبی نہ تھے آپ دیکھ رہے تھے کہ خدا تعالیٰ آپ کو نبی بھی کہتا ہے اور آپ امتی بھی ہیں اس لئے آپ اس تعریف کے بالمقابل اپنے آپ کو من وجہ نبی اور من وجہ امتی قرار دیتے ہوئے اور بلفظ دیگر ایسی نبوت کو جو امتی کو حاصل ہو جس کے بعد وہ امتی بھی رہے محدثیت کے مترادف خیال کرتے تھے اس لئے اپنے تئیں نبی بمعنی محدث قرار دیتے تھے۔ یہ آپ کی اجتہادی تاویل تھی۔ مگر نبوت کی یہ تعریف جو استقرائی تھی جامع نہ تھی اور خدا کے نزدیک امتی بھی واقعی نبی۔ یہ نبوت غیر تشریعیہ ہو سکتی تھی۔ اس لئے جب خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ پر اس اعلان کے بعد یہ انکشاف ہوا کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے صریح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا ہے۔ تو آپ نے اپنی نبوت کی تاویل محدث کرنا چھوڑ دی جو اجتہادی تاویل تھی۔ پس اجتہادی تاویل اور خدا کی طرف سے انکشاف جدید کا زمانہ چونکہ ایک نہیں اس لئے دونوں باتوں میں اتحاد زمانی نہ ہونے کی وجہ سے کوئی حقیقی تناقض موجود نہیں اور غیر حقیقی تناقض جو اس صورت اختلاف میں نظر آتا ہے وہ حضرت مسیح موعود کے کلام میں نہیں بلکہ اپنی سابقہ اجتہادی تاویل اور خدائی انکشاف جدید میں ہے۔ اس لئے آپ نے حقیقی تناقض نہ موجود ہونے کو یوں بیان فرمایا:-

"خلاصہ کلام یہ کہ میری کلام میں کچھ تناقض نہیں۔ میں تو خدا کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں جب تک مجھے اس کی طرف سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کہا۔ میں انسان ہوں مجھے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں۔ بات یہی ہے جو شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے۔"

پس حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضہ کا پہلی تحریر کو سند نہ قرار دینا بھی اسی وجہ سے ہے جو خود حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ؑ نے بیان کی ہے۔ پس خدا کی طرف سے انکشاف جدید نے چونکہ آپ کے سابق اجتہاد کو منسوخ کر دیا اس لئے اب اس امر کو حضرت مسیح موعود ؑ کے کلام میں تناقض قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پس اس طرح کا تدریجی انکشاف ہرگز قابل اعتراض نہیں۔

علمی سطح

پرویز صاحب علمی سطح کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں :۔

"جن حضرات کو مرزا صاحب کی تصانیف پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ علمی نقطۂ نگاہ سے وہ کس قدر پست ہیں۔" (ختم نبوت صفحہ ۱۴۷)

اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیفات ایسی ہی پست ہوتیں جیسا کہ پرویز صاحب بیان کرتے ہیں تو احمدیت میں صرف جاہل طبقہ ہی شامل ہوتا۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء اور اہل علم حضرات کبھی ان کے حلقہ بگوش نہ ہوتے۔ پس یہ پرویز صاحب کی غلط بیانی اور حق پوشی ہے۔ سب سے پہلی تصنیف آپ کی براہین احمدیہ ہے جس پر ریویو کرتے ہوئے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے لکھا تھا :۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور اس کا مؤلف اسلام کی مالی۔ جانی۔ قلمی۔ لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر بہت ہی کم دیکھی جاتی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو اگر کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم از کم ایک ایسی کتاب بتا دے۔"

(اشاعۃ السنۃ جلد ۶ نمبر)

(۲) سال ۱۸۹۶ء میں ایک تقریب پیدا ہوئی جس میں ہندوستان کے جملہ مذاہب کے نمائندگان کی ایک کمیٹی نے پانچ اہم سوالات جو مذہب کا مغز ہیں۔ تجویز کئے اور تمام مذاہب کو وقت مقررہ کے اندر جوابات پیش کرنے کی دعوت دی۔ وہ سوالات یہ تھے :۔

(۱) انسان کی طبعی، اخلاقی اور روحانی حالتیں

(۲) انسان کی زندگی کے بعد کی حالت۔
(۳) دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض۔
(۴) کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔
(۵) علم یعنی گیان و معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے جوابات لکھے اور اعلان کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ میرا مضمون بالا رہے گا۔ اور یہ اسلام، قرآن اور صاحب قرآن علیہ افضل التحیات کی صداقت کا ایک نشان ہوگا۔ یہ مضمون "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے ترجمے تقریباً ۱۲ زبانوں میں ہوئے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوئے ہیں۔ اس مضمون کو بالاتفاق تمام مضامین سے بالا اور اعلیٰ اور پُراز معارف تسلیم کیا گیا۔ یہ اب بھی موجود ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ؎

"آنکھ کے اندھوں کو حائل ہوگئے سو سو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا"

اس تقریر کے بالا رہنے کے متعلق خدا کی طرف سے الہام ہوا تھا

"یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا۔"

اور یہ الہام خدا کے مامور مسیح موعودؑ نے قبل از وقت اپنے اعلان کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اللہ اللہ کیسی تحدّی ہے، کیسا چیلنج ہے، کس قسم کی للکار ہے۔ کس قسم کا یقینی محکم ہے۔ کیا اس حد تک یقینی ایک بات

کے ظاہر ہونے سے پہلے کوئی مفتری انسان کر سکتا ہے؟ نہیں نہیں! ہرگز نہیں۔ یہ یقینی محکم انسانی طاقت سے بالا ہوتا ہے۔ اس قسم کا یقینی محکم خدائے رب العزت کے پُر شوکت کلام سے ہوتا ہے اور اسی وجہ سے وہ بات ویسے ہی پوری ہوتی ہے۔ خدا کا یہ پہلوان خدا سے علم پاکر ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء کو اس خدائی آواز کی اشاعت ایک اشتہار کے ذریعہ یوں فرماتا ہے:۔

"جو شخص اس مضمون کو اول سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جوابوں کو آخیر تک سنے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہوگا۔ اور ایک نیا نور اس میں چمک اُٹھے گا اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اس کے ہاتھ آجائے گی۔ یہ میری تقریر انسانی فضولیوں سے پاک اور لاف و گزاف کے داغ سے منزہ ہے۔ مجھے اس وقت محض بنی آدم کی ہمدردی نے اس اشتہار کے لکھنے پر مجبور کیا ہے کہ تا وہ قرآن شریف کے حسن و جمال کا مشاہدہ کریں اور دیکھیں کہ ہمارے مخالفوں کا کس قدر ظلم ہے کہ وہ تاریکیوں سے محبت کرتے اور نور سے نفرت رکھتے ہیں۔ مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا۔"

یہ جلسۂ مذاہبِ عالم لاہور میں ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء
کو اسلامیہ کالج لاہور کے ہال میں منعقد ہوا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ
کے مضمون کو مکمل کرنے کے لئے جلسے کا ایک دن اور بڑھانا پڑا۔ چنانچہ
منتظمین جلسۂ مذاہب نے اپنے جلسۂ مذاہب کی رپورٹ میں لکھا:۔

"پنڈت گوردھن داس صاحب کی تقریر کے بعد نصف
گھنٹے کا وقفہ تھا۔ لیکن چونکہ بعد از وقفہ ایک نامی وکیل
اسلام کی طرف سے تقریر کا پیش ہونا تھا اس لئے اکثر
شائقین نے اپنی اپنی جگہ کو نہ چھوڑا۔ ڈیڑھ بجنے میں ابھی
بہت سا وقت رہتا تھا کہ اسلامیہ کالج کا وسیع مکان
جلد جلد بھرنے لگا اور چند منٹوں میں تمام مکان پُر ہو گئے
اس وقت کوئی سات ہزار کے قریب مجمع تھا۔ مختلف
مذاہب و ملل اور مختلف سوسائیٹیوں کے معتدبہ
اور ذی علم آدمی موجود تھے۔ اگرچہ کرسیاں اور میزیں
اور فرش نہایت وسعت کے ساتھ مہیا کیا گیا لیکن صدہا
آدمیوں کو کھڑا ہونے کے سوا اور کچھ نہ بن پڑا اور ان
کھڑے ہونے والے شائقین میں بڑے بڑے رؤساء عمائد
پنجاب، علماء فضلاء، بیرسٹر، وکیل، پروفیسر،
ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، ڈاکٹر۔ غرضیکہ اعلیٰ اعلیٰ
طبقے کی مختلف برانچوں کے ہر قسم کے آدمی موجود تھے

انہیں نہایت صبر و تحمل کے ساتھ جوش سے برابر پانچ
گھنٹے اس وقت ایک ٹانگ پر کھڑے رہنا پڑا۔ اس
مضمون کے لئے اگرچہ کمیٹی کی طرف سے صرف دو گھنٹے
ہی مقرر تھے لیکن ناظرینِ جلسہ کو اس سے کچھ ایسی دلچسپی
پیدا ہو گئی کہ ماڈریٹر صاحبان نے نہایت جوش اور خوشی
کے ساتھ اجازت دی کہ جب تک یہ مضمون ختم نہ ہو
تب تک کارروائی جلسہ کو ختم نہ کیا جائے۔۔۔۔۔۔۔۔
یہ مضمون شروع سے اخیر تک یکساں دلچسپی اور مقبولیت
اپنے ساتھ رکھتا تھا۔"

(رپورٹ جلسۂ مذاہب عالم (دھرم مہوتسو) لاہور)

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار "چودھویں صدی" اس جلسہ کے بارہ
میں رقمطراز ہیں:۔

"ان لیکچروں میں سب سے عمدہ لیکچر جو جلسہ کی روحِ
رواں تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا لیکچر تھا۔ جس کو
فصیح البیان مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نے نہایت خوبی
اور خوش اسلوبی سے پڑھا۔ یہ لیکچر دو دن میں تمام
ہوا۔ ۲۷ دسمبر کو تقریباً چار گھنٹے اور ۲۹ دسمبر کو
دو گھنٹے تک ہوتا رہا۔ کل چھ گھنٹے میں یہ لیکچر تمام ہوا
جو حجم میں سو صفحے کلاں تک ہوگا۔ غرضیکہ مولوی

عبدالکریم صاحب نے یہ لیکچر شروع کیا اور کیسا شروع کیا کہ سامعین لٹو ہو گئے۔ فقرہ فقرہ پر صدائے آفرین و تحسین بلند ہوتی تھی اور بسا اوقات ایک ایک فقرہ کو دوبارہ پڑھنے کے لئے حاضرین کی طرف سے فرمائش کی جاتی تھی۔ عمر بھر ہمارے کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سنا۔ دیگر مذاہب میں سے جتنے لوگوں نے لیکچر دیئے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ جلسہ کے مستفسرہ سوالوں کے جواب بھی نہ تھے عموماً سپیکر صرف چوتھے سوال پر ہی رہے اور باقی سوالوں کو انہوں نے بہت ہی کم مس کیا اور زیادہ تر اصحاب تو ایسے ہی تھے جو بولتے تو بہت تھے لیکن اس میں جاندار بات کوئی بھی نہیں تھی۔ بجز مرزا صاحب کے لیکچر کے جو ان سوالات کا علیحدہ علیحدہ مفصل اور مکمل جواب تھا اور جس کو حاضرین نے نہایت ہی توجہ اور دلچسپی سے سنا اور بڑا بیش قیمت اور عالی قدر خیال کیا۔

ہم مرزا صاحب کے مرید نہیں اور نہ ان سے ہم کو کوئی تعلق ہے لیکن انصاف کا خون ہم کبھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی سلیم الفطرت اور صحیح کانشنس اس کو روا رکھ سکتا ہے (لیکن جناب ایڈیٹر صاحب کو بجز پیر صاحب

کی علم تھا: ناقل) مرزا صاحب نے کل سوالوں کے جواب (جیسا کہ مناسب تھا) قرآن شریف سے دیئے۔ اور عام بڑے بڑے اصول و فروعات اسلام کو دلائل عقلیہ سے اور براہین فلسفیہ کے ساتھ مبرہن و مزین کیا۔ پہلے عقلی دلائل سے الٰہیات کے فلسفہ کو ثابت کرنا اس کے بعد کلام الٰہی کو بطور حوالہ پڑھنا ایک عجیب شان رکھتا تھا۔ مرزا صاحب نے نہ صرف مسائل قرآن کی فلاسفی بیان کی بلکہ الفاظ قرآن کی فلالوجی اور فلاسفی بھی ساتھ ساتھ بیان کر دی۔ غرضیکہ مرزا صاحب کا لیکچر بحیثیت مجموعی ایک مکمل اور حاوی لیکچر تھا۔ جس میں بے شمار معارف و حقائق و اسرار کے موتی چمک رہے تھے اور فلسفہ الٰہیہ کو ایسے ڈھنگ سے بیان کیا گیا تھا کہ تمام اہل مذہب ششدر ہو گئے تھے۔ کسی شخص کے لیکچر کے وقت اتنے آدمی جمع نہیں تھے جتنے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت تمام ہال اوپر نیچے سے بھر رہا تھا اور سامعین ہمہ تن گوش ہو رہے تھے۔ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت خلقت اس طرح آ آ کر گری جس طرح شہد پر مکھیاں۔ مگر دوسرے لیکچروں کے وقت بوجہ بے لطفی بہت سے لوگ بیٹھے بیٹھے اٹھ جاتے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا لیکچر معمولی تھا وہی

ملانی خیال تھے۔ جن کو ہم ہر روز سنتے ہیں۔ اس میں کوئی
عجیب و غریب بات نہ تھی۔ اور مولوی صاحب موصوف
کے دوسرے لیکچر کے وقت کئی شخص اُٹھ کر چلے گئے
تھے۔ مولوی صاحب ممدوح کو اپنا لیکچر پورا کرنے کے
لئے چند منٹ زائد کی اجازت بھی نہیں دی گئی"۔

(اخبار چودھویں صدی راولپنڈی مؤرخہ یکم فروری ۱۸۹۷ء)

اسی طرح جناب ایڈیٹر صاحب اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ"
نے مضمون کے متعلق اپنا تاثر ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

"سب مضمونوں سے زیادہ توجہ اور دلچسپی سے مرزا
غلام احمد قادیانی کا مضمون سنا گیا۔ جو اسلام کے بڑے
بھاری مؤید اور عالم ہیں۔ اس لیکچر کو سننے کے لئے
دور و نزدیک سے ہر مذہب و ملت کے لوگ بڑی
کثرت سے جمع تھے۔ چونکہ مرزا صاحب خود شامل جلسہ
نہیں ہو سکے۔ اس لئے مضمون ان کے ایک قابل اور فصیح
شاگرد مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھا۔ ۲۷
تاریخ والا مضمون ساڑھے تین گھنٹے تک پڑھا گیا۔ اور
گویا ابھی پہلا سوال ہی ہوا تھا۔ لوگوں نے اس مضمون کو
ایک وجد اور محویت کے عالم میں سنا اور پھر کمیٹی نے
اس کے لئے جلسہ کی تاریخوں میں ۲۹ دسمبر کی زیادتی

کر دی"۔

(سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور۔ دسمبر ۱۸۹۶ء)

وعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ ٭ کما ان عین السخط تبدی المساویا

افسوس ہے۔ مکرم پرویز صاحب کو کچھ نظر نہیں
آتا۔ خدا ان کو بینائی عطا فرمائے۔ آمین!

اخبار "کرزن گزٹ" یکم جون ۱۹۰۸ء میں حضرت مرزا صاحب
کی وفات پر لکھا گیا کہ:۔

"مرحوم (حضرت بانی سلسلہ احمدیہ) کی وہ اعلیٰ خدمات
جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام
کی کی ہیں۔ وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں
اس نے مناظرہ کا رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید
لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ نہ بحیثیت
ایک مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس
بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے
آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ
مرحوم کے مقابل میں زبان کھول سکتا۔ جو بے نظیر
کتابیں آریوں اور عیسائیوں کے مذاہب کے رد میں لکھی
گئی ہیں اور جیسے دندان شکن جواب مخالفین اسلام
کو دیئے گئے۔ آج تک معقولیت سے اُن کا جواب الجواب

ہم نے تو نہیں دیکھا۔"

اخبار وکیل "۳۰ مئی ۱۹۰۸ء کے پرچہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق لکھا گیا:۔

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا۔ اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شورِ قیامت ہو کر خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا .... ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندانِ تاریخ بہت کم منظرِ عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں .... ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا۔ آئندہ بھی جاری رہے ...... مرزا صاحب اس پہلی صفِ عشاق

میں نمودار ہوئے۔ جس نے اسلام کے لئے یہ ایثار گوارا کیا۔ کہ ساعتِ عہد سے لے کر بہار و خزاں کے سارے نظارے ایک مقصد پر ہاں ایک شاہدِ رعنا کے پیمانِ وفا پر قربان کر دیئے .... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا۔ قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوحِ قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہو سکتا۔ جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظِ حقیقی کی طرف سے عالمِ اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے۔ اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے۔ نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کی امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمعِ عرفانِ حقیقی کو سرِ راہِ منزل مزاحمت سمجھ کر مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست

طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گیری کے لئے ٹوٹی پڑی تھیں اور دوسری طرف ضعفِ مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا .... مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے زیر سایہ ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھی۔ اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا...

....

غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انھوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا۔ اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایتِ اسلام کا جذبہ ان کے شعارِ قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا .... الخ" (اخبار "وکیل" ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء)

پرویز صاحب! ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

"علمی سطح" کی ذیل میں پرویز صاحب نے چند مثالیں دی ہیں۔ جن کے عنوان تاریخ، حدیث اور قرآن ہیں۔ "تاریخ" کے عنوان کے تحت پرویز صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی تاریخ دانی پر اعتراض کرتے ہوئے آپؑ کا یہ اقتباس پیش کیا ہے:-

"تاریخ کو دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہو گیا"

اور پھر لکھتے ہیں "حالانکہ تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ حضور نبی کریم کے والد حضورؐ کی پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔" (ختمِ نبوت ص۱۷۳)

اس سوال کے جواب میں میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ محدود علم رکھنے والا "تاریخ کا ادنیٰ ترین طالب علم تو وہی کچھ جانتا ہے جو کچھ پرویز صاحب جانتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد صاحب آپ کی پیدائش سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔ لیکن تاریخ کا پورا علم رکھنے والا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کے اس بیان کو جھٹلا نہیں سکتا کہ تاریخ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام والا بیان بھی موجود ہے۔ بات یہ ہے کہ تاریخِ اسلام میں یہ

امر مختلف فیہ چلا آرہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد صاحب آپؐ کی پیدائش سے پہلے فوت ہو گئے تھے یا بعد میں۔ بعض مورخین نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ آپ کے والد صاحب کی وفات آنحضرتؐ کی پیدائش کے بعد ہوئی تھی۔ ذیل کا تاریخی حوالہ ہمارے اس بیان پر شاہد ناطق ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جو کچھ لکھا ہے وہ تاریخ کی بناء پر لکھا ہے اور تاریخ کا صحیح علم رکھنے پر لکھا ہے:۔

"قیل ان موت والدہ صلی اللہ علیہ وسلم کان بعد ان تمّ لها من حملها شهران و قیل قبل ولادته بشهرين۔ وقیل کان فی المهد حین توفی ابوه ابن شهرين۔"

(سیرت حلبیہ ص۷۳)

ترجمہ: "یہ کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد صاحب نے اس وقت وفات پائی جبکہ حضرت آمنہ کو حمل ہونے پر دو ماہ ہو گئے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی پیدائش سے دو ماہ پہلے وہ وفات پا چکے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ گہوارہ میں تھے جبکہ آپؐ کے والد صاحب نے وفات پائی۔ اس وقت آپ دو ماہ کے تھے۔"

تاریخ میں آگے لکھا ہے کہ یہ آخری رائے السہیلی کی ہے۔ اور

آگے لکھا ہے کہ "علیه اکثر العلماء" یعنی اکثر علماء اسی روایت کو مانتے ہیں۔

حدیث: اس عنوان کے تحت پرویز صاحب مسیح موعودؑ کی کتاب سے یہ حوالہ پیش کرتے ہیں:۔

"بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لئے آواز آئے گی کہ هٰذا خليفة الله المهدی۔ اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔"

(شہادۃ القرآن بحوالہ ختم نبوت ص۱۷۴)

پرویز صاحب لکھتے ہیں:۔

"بخاری میں ایسی کوئی حدیث نہیں۔"

(ختم نبوت ص۱۷۴)

جواباً عرض ہے کہ خدا کے انبیاء سہو اور نسیان سے مبرا نہیں ہوتے۔ اس حدیث کو بخاری میں لکھا ہوا قرار دینا آپ کا سہو ہے۔ دراصل یہ حدیث "حاکم" نے اپنی کتاب "مستدرک" میں درج کی ہے اور اس کے متعلق لکھا ہے کہ "شرط شیخین پر پوری اترتی ہے۔" پس مستدرک کی بجائے بخاری کا نام سہواً لکھا گیا ہے۔ ویسے حدیث ہذا بخاری اور مسلم کے پائے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے:۔

سنقرئك فلا تنسیٰ الّا ما شاء اللّٰہ"
کہ ہم تمہیں پڑھائیں گے۔ پس تو نہیں بھولے گا سوائے
اس کے جو خدا چاہے۔
پھر قرآن کریم میں ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ کہ کہہ دے میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں یعنی عوارض بشریہ از قسم نسیان و سہو جو عام انسانوں کو لاحق ہیں۔ وہ مجھے بھی لاحق ہیں۔ حدیث نبوی بھی جو قرآن مجید کے مطابق ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰی کَمَا تَنْسَوْنَ کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ جس طرح تم بھول جاتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں۔

قرآن: اس عنوان کے تحت پرویز صاحب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے حدیث کو قرآن کہا ہے:—

"دیکھو! خدا جیسا غفور رحیم کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھو کہ وہ تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے اور بخش دیتا ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ اگر دنیا بھر میں کوئی گناہگار نہ رہے تو میں ایک اور امت پیدا کروں گا جو گناہ کرے اور میں اسے بخشوں گا۔"

(پیغام صلح بابت ۲ اکتوبر ۱۹۲۸ء بحوالہ ختم نبوت ص۱۷۴)

پرویز صاحب کی طرف سے اعتراض یہ ہے:—
"قرآن کریم میں یہ کہیں نہیں آیا کہ خدا نے کہا ہے کہ اگر

دنیا بھر میں کوئی گناہ گار نہ رہے تو میں ایک اور اُمت پیدا کروں گا۔ جو گناہ کرے اور میں اسے بخشوں گا۔ البتہ ایک حدیث میں آیا ہے۔ مرزا صاحب حدیث کو قرآن کی آیت کہہ کر پیش کرتے ہیں۔ قرآن مجید کے متعلق ان کے مبلغ علم کی ایک مثال۔"

(ختم نبوت ص۱۷۵)

قارئین کرام! جو کوئی چاند پر تھوکتا ہے۔ وہی تھوک اس کے منہ پر گرتا ہے۔ پرویز صاحب —" چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد" کا مصداق بن رہے ہیں کیونکہ حضرت صاحبؑ کی ساری عبارت میں قرآن کا لفظ نہیں۔ لیکن پرویز صاحب لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب حدیث کو قرآنی آیت کہہ کر پیش کرتے ہیں۔ آپؑ نے تو یہ فرمایا ہے کہ خدا فرماتا ہے۔ اور خدا کا یہ فرمانا ایک حدیث میں مذکور ہونے کا خود پرویز صاحب کو اقرار ہے۔ یہ حدیث کسی نص قرآنی کے خلاف نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی آیت مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی، کے مصداق ہیں کہ حضورؐ امور دینیہ، ہوائے نفس کے ماتحت بیان نہیں کرتے بلکہ وحی الٰہی سے بیان کرتے ہیں۔ احادیث قدسیہ بھی خدا کا کلام ہی بیان ہونا علمائے اسلام کو مسلّم ہے۔

انشاء پردازی

پرویز صاحب نے اس عنوان کے تحت حضرت اقدسؑ کے ایک

خط کی عبارت درج کر کے بزعمِ خود آپ کی انشاء پردازی کا پست نمونہ دکھانے کی کوشش کی ہے۔ اور اس عبارت سے پہلے نزول المسیح صفحہ ۵۶ کی ذیل کی عبارت بھی درج کی ہے جو دینی اور روحانی امور میں انشاء پردازی سے متعلق ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ بات بھی اس جگہ بیان کرنے کے لائق ہے کہ میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب میں عربی میں یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دیتا ہے۔"

یہ عبارت درج کرنے کے بعد تمسخر کرنے کی خاطر لکھتے ہیں:۔

"ہم اربابِ ذوق سے بصد معذرت مرزا صاحب کی معجزانہ انشاء پردازی کی صرف ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں وہ (اپنے ایک دوست کے نام) ایک خط میں لکھتے ہیں:۔

ایک انگریزی وضع کا پاخانہ جو ایک چوکی ہوتی ہے اور اس میں ایک برتن ہوتا ہے اس کی قیمت معلوم نہیں آپ ساتھ لا دیں۔ قیمت یہاں سے دے دی جائے گی مجھے دورانِ سر کی بہت شدت سے مرض ہو گئی ہے۔ پیروں پر بوجھ دے کر پاخانہ پھرنے سے مجھے سر کو چکر آتا ہے۔" (مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد بنام حکیم محمد حسین قریشی صاحب قادیان صفحہ ۶)

آخر میں تمسخرانہ انداز میں لکھتے ہیں:۔

"واضح رہے کہ احمدی حضرات مرزا صاحب کو "سلطان القلم" کہہ کر پکارتے ہیں۔"

"ایک برتن ہوتا ہے۔" پر حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ "کموڈ سے مراد ہے"۔

"پرویز صاحب کا "کموڈ مراد ہے" کی بجائے "کموڈ سے مراد ہے" لکھنا عجیب انشاء پردازی ہے۔

بے شک حضرت اقدس سلطان القلم ہیں مگر اس کا تعلق دینی اور اعجازی روحانی تحریروں سے ہے نہ کہ عام خط و کتابت سے۔ اس عام خط سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس اس چوکی کے انگریزی نام سے ناواقف تھے اور انگریزی لفظ کا جاننا اردو انشاء پردازی کے لئے ضروری نہیں۔ خواہ وہ مسیح موعود ہی ہو۔ بہرحال حضرت اقدس کی عبارت سے جب پرویز صاحب کموڈ مراد ہونا سمجھ گئے ہیں تو یہ بھی آپ کی اردو انشاء پردازی کی خوبی ہی ثابت ہوئی کہ آپ نے انگریزی لفظ "کموڈ" نہ جاننے کے باوجود اس کا مفہوم اردو کے ایک فقرہ سے سمجھا دیا اور پرویز صاحب کو بھی سمجھ آ گیا کہ اس سے مراد "کموڈ" ہے۔ یٰحسرۃً علی العباد ما یأتیھم من رسولٍ الّا کانوا بہ یستھزءون!



باب پنجم

نئی اُمّت

"نئی اُمت" کے عنوان کے تحت پرویز صاحب لکھتے ہیں :-

"اس حقیقت کو یوں سمجھیے کہ (مثلاً) ایک شخص حضرت عیسیٰ سے پہلے کے تمام انبیاء بنی اسرائیل پر ایمان رکھتا ہے لیکن حضرت عیسیٰ کو نبی تسلیم نہیں کرتا - وہ یہودی کہلائے گا۔ عیسائی نہیں کہلائے گا۔ لیکن جونہی وہ حضرت عیسیٰ کی نبوت پہ ایمان لے آئے - وہ امت حضرت عیسیٰ کا فرد بن جائے گا اور عیسائی کہلائے گا لیکن یہ عیسائی امت محمدیہ کا فرد قرار نہیں پائے گا۔ کیونکہ وہ سلسلہ نبوت کو حضرت عیسیٰ سے آگے نہیں بڑھاتا انہی پر ختم کر دیتا ہے۔ لیکن اگر وہ اس سلسلہ کو آگے بڑھائے نبوت محمدیہ پر بھی ایمان لے آئے تو وہ امت عیسوی سے کٹ کر امت محمدیہ کا فرد بن جائیگا، حالانکہ وہ حضرت عیسیٰ کو اس وقت بھی خدا کا سچا نبی مانتا ہے۔ یعنی ایک شخص اس نبی کی امت کا فرد بنتا ہے جسے وہ سلسلہ نبوت کی آخری کڑی سمجھتا ہے جو نہی وہ اس سلسلہ کو آگے

بڑھاتا ہے اور ایک اور نبی کی نبوت پر ایمان لے آتا ہے۔ اس کا سلسلہ سابقہ نبی کی امت سے کٹ جاتا ہے اور وہ اس نئے نبی کی امت کا فرد قرار پا جاتا ہے۔ مسلمان امت محمدیہ کے افراد ہیں کیونکہ وہ (اگرچہ تمام سابقہ انبیاء پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن) سلسلہ نبوت کو محمد رسول اللہؐ کی ذاتِ اقدس پر ختم سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص محمد رسول اللہؐ کے بعد کسی کو نبی تسلیم کرتا ہے تو اس کا سلسلہ امتِ محمدیہ سے کٹ جاتا ہے اور اس کا شمار اس نئے نبی کی امت میں ہو جاتا ہے۔ اس اصول کے مطابق مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت کو ماننے والے امت محمدیہ کے افراد نہیں رہتے۔ ان سے الگ اُمت قرار پا جاتے ہیں۔ خود مرزا صاحب کو بھی اس حقیقت کا احساس تھا کہ دعویٰ نبوت ورسالت کا لازمی نتیجہ ایک نئے دین کا ظہور میں آنا اور ایک نئی امت کا تشکل ہوتا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں :-

" انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرا دیں اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لائیں" (مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر ۴ صفحہ ۳ بحوالہ ختم نبوت صفحہ ۱۹)

یہ رہا نئے دین کا معاملہ رہی امت کے متعلق مرزا صاحب
نے فرمایا:۔

"جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ اس دعویٰ میں ضرور ہے
کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے
کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے۔
اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام سناوے جو اس پر خدا تعالیٰ
کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اور ایک امت بناوے جو
اس کو نبی سمجھتی ہو اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ
جانتی ہے۔" (آئینہ کمالات اسلام بحوالہ ختم نبوت صفحہ ۱۸)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

"یہ بھی سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی
کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کئے۔ اور اپنی
امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت
ہو گیا۔ .... میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔"
(اربعین ۴ صفحہ ۶ - بحوالہ ختم نبوت صفحہ ۱۸)

قارئین کرام! یہ سارا مربوط اور مضبوط طلسم بزعم پرویز صاحب
صفحہ ہذا کی ابتداء سے اخیر تک انہیں کے خیال میں ایک اصول ہے
جو اس نے وضع کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے اقتباسات کی وضاحت بعد میں
کی جائے گی۔ پرویز صاحب کا پیش کردہ اصول غلط ہے۔

پرویز صاحب ہمیشہ ایک مفروضہ گھڑ لیتے ہیں۔ اور اس مفروضے
پر دلائل کھڑی کرتے ہیں۔ اور اس مفروضے کو اس حد تک وقعت دیتے
ہیں کہ گویا یہ قرآن کریم کی کوئی محکم آیت ہے ان کے اس ایک فقرہ سے
ہی ان کا مفروضہ باطل ہو رہا ہے۔ وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ سے
پہلے پہلے کے تمام انبیاء کو ماننے والے یہودی کہلاتے تھے۔ پس جب
سینکڑوں نبیوں کے ماننے کے بعد کوئی یہودی ہی رہتا تھا تو ان کا مفروضہ
خود ان کے اپنے بیان سے غلط بلکہ اغلط ثابت ہو گیا۔ "بلکہ جونہی وہ
یہ سلسلہ آگے بڑھتا ہے اور ایک اور نبی پر ایمان لاتا ہے۔ ان کا سلسلہ
سابق نبی کی امت سے کٹ جاتا ہے" یہودی اس قوم کا نام ہے۔ جس
نے حضرت موسیٰؑ کو نبی تسلیم کیا تھا۔ اور حضرت موسیٰ کے بعد حضرت عیسیٰؑ
تک کثرت سے انبیاء مبعوث ہوئے۔ اور انھوں نے ان تمام انبیاء کو
مانا۔ لیکن وہ امت یہودی ہی رہے۔ اور یہودی کہلاتے رہے۔ حضرت
موسیٰؑ کے بعد حضرت عیسیٰؑ تک کثرت سے انبیاء آئے لیکن کسی ایک
نے بھی کوئی علیحدہ اصطلاحی امت نہیں بنائی یہ اس لئے کہ وہ کوئی نیا
دین نہیں لائے تھے اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس کسی نبی کو الکتاب
یعنی شریعت جدیدہ ملتی ہے وہی ایک اصطلاحی امت بناتا ہے کیا
حضرت یحییٰؑ کی علیحدہ اصطلاحی امت تھی یا ہے؟ کیا حضرت ذکریاؑ
کی کوئی علیحدہ اصطلاحی امت تھی؟ کیا حضرت ہارونؑ کی کوئی علیحدہ
امت تھی۔ کیا حضرت یوشع نبی کی کوئی علیحدہ امت تھی۔ کیا حضرت

داؤدؑ یا حضرت سلیمانؑ کی علیحدہ علیحدہ اصطلاحی امتیں تھیں؟ ہرگز نہیں۔ اس لئے پرویز صاحب کا یہ مفروضہ بالکل غلط اور باطل ہے۔

اس کے بعد دیکھیں حضرت عیسیٰؑ کو۔ وہ انجیل میں فرماتے ہیں:۔

"میں توریت کو منسوخ کرنے نہیں آیا۔ بلکہ اس کو پورا کرنے آیا ہوں"

اسی طرح وہ فرماتے ہیں کہ:۔

"زمین و آسمان ٹل جائیں گے لیکن توریت کا ایک شوشہ بھی نہیں ٹلے گا۔"

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ بھی یہود سے علیحدہ امت بنانے نہیں آئے تھے۔ اور نہ علیحدہ امت بنائی۔ بلکہ یہود نا مسعود نے ان کو ٹھکرا دیا اور اس طرح مجبور کیا کہ عیسائی عملاً علیحدہ امت بن جائیں۔ ورنہ حضرت عیسیٰؑ تو صرف ان یہودیوں کی اصلاح کے لئے آئے تھے۔ جس طرح حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ موجودہ مسلمانوں کی اصلاح کے لئے آئے ہیں اور اپنی جماعت کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ رکھا ہے تا یہ ظاہر ہو کہ آپ مسلمانوں کا ایک راست رو گروہ ہیں کیا بلحاظ اعتقادات کے۔ اور کیا بلحاظ عمل کے۔ لیکن آپ کے فرقہ کو بعینہٖ اسی طرح علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ جس طرح حضرت مسیح ناصریؑ کی جماعت کو علیحدہ کیا گیا تھا۔ اور یہ مشابہت بھی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور مسیح ناصریؑ کی جماعت کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا

کا ثبوت ہے۔ جس طرح پہلے کہا گیا ہے کہ ہر شریعت اور صاحب شریعت نبی کا ایک دور ہوتا ہے اور اس شریعت کا بانی تشریعی نبی کہلاتا ہے۔ اور اس کے بعد تمام انبیاء جو اس شریعت کے تابع ہوتے ہیں۔ اُن کی جماعت تشریعی نبی کی ہی امت ہوتی ہے۔ باوجود اس کے ان کو بھی وحی و الہام ہوتا ہے۔ جن میں تجدید شریعت کے لئے بطور بیان شریعت احکام بھی ہو سکتے ہیں۔ باقی رہا حضرت مسیح موعودؑ کا اقتباس از "مکتوبات احمدیہ" اور "آئینہ کمالات اسلام" تو ان اقتباسات سے بموجودگی دیگر اقتباسات صاف ظاہر ہے کہ یہ ان انبیاء کے متعلق حضرت صاحب فرما رہے ہیں۔ جو تشریعی انبیاء ہوتے ہیں اور جو علیحدہ اصطلاحی امت بوجہ علیحدہ دین لانے کے بناتے ہیں۔ نہ کہ عام انبیاء چنانچہ اس "آئینہ کمالات اسلام" کے پورے اقتباس سے بھی ظاہر ہے۔ مگر افسوس ہے کہ پرویز صاحب نے پورا اقتباس پیش نہیں کیا جو یہ ہے:۔

"ماسوا اس کے جو شخص ایک نبی متبوع علیہ السلام کا متبع ہے۔ اور اس کے فرمودہ پر اور کتاب اللہ پر ایمان لاتا ہے۔ اس کی آزمائش انبیاء (یعنی تشریعی انبیاء۔ ناقل) کی آزمائش کی طرح کرنا ایک قسم کی ناسمجھی ہے۔ کیونکہ انبیاء (کون سے انبیاء؟ تو یہی انبیاء جو تشریعی انبیاء کہلاتے ہیں۔ ناقل) اس لئے

آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں
اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرا دیں۔ اور بعض
احکام کو منسوخ کریں۔ اور بعض نئے احکام لادیں۔
لیکن اس جگہ تو ایسے انقلاب کا دعویٰ نہیں۔ وہی
اسلام ہے جو پہلے تھا۔ وہی نمازیں ہیں جو پہلے تھیں
وہی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو پہلے تھا
اور وہی کتاب کریم ہے جو پہلے تھی۔ اصل دین میں سے کوئی
ایسی بات چھوڑنی نہیں پڑی جس سے اس قدر حیرانی
ہو۔ مسیح موعودؑ کا دعویٰ اس حالت میں گراں اور
قابلِ احتیاط ہوتا کہ جبکہ اس دعویٰ کے ساتھ نعوذ
باللہ کچھ دین کے احکام کی کمی بیشی ہوتی اور ہماری
عملی حالت دوسرے مسلمانوں سے کچھ فرق رکھتی۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۳۳۹ مصنفہ حضرت مسیح موعودؑ)

کیا اس اقتباس کو دیکھ کر کوئی دیانتدار یہ رائے قائم کر
سکتا ہے۔ اور وہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ جو پرویز صاحب کر رہے ہیں؟
خدا ایسے دیانتدار محقق سے مسلمانوں کو اپنی حفاظت میں رکھے آمین!

بہر حال حضرت مسیح موعودؑ کا نامکمل اقتباس پیش کر کے علیحدہ
امت بنانے کا سوال اٹھایا گیا ہے۔ مگر مکتوبات کی عبارت میں تو
ذکر ہے جو نیا دین لانے میں ظاہر ہے کہ ایسا ہی آپ کے

نزدیک تشریعی نبی ہوتا ہے۔

پرویز صاحب نے اس عنوان کے تحت یعنی "ایک نئی امت" کے
تحت "نیا دین" اور "الگ دین" کے الزامات کا اعادہ کیا ہے۔ حالانکہ
یہی کچھ انھوں نے باب چہارم میں بھی کہا ہے۔ تفصیل کے لئے باب چہارم
ملاحظہ ہو۔ البتہ الفضل ۳ فروری ۱۹۳۵ء سے ایک عبارت جو دو
دفعہ انھوں نے درج کی ہے اس کی حقیقت ظاہر کرنے کیلئے درج ذیل ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے اس آخری صداقت کو قادیان کے
ویرانے میں نمودار کیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ
الصلوٰۃ والسلام کو جو فارسی النسل ہیں۔ اس کام کے
لئے منتخب فرمایا۔ اور فرمایا۔ میں تیرے نام کو دنیا کے
کناروں تک پہنچاؤں گا۔ زور آور حملوں سے تیری
تائید کروں گا۔ اور جو دین تو لے کر آیا ہے۔ اسے تمام
دیگر ادیان پر بذریعہ دلائل و براہین غالب کروں گا۔
اور اس کا غلبہ دنیا کے آخر تک قائم رکھوں گا۔"

(الفضل ۳ فروری ۱۹۳۵ء بحوالہ ختم نبوت صفحہ ۱۷۹، ۱۸۰ اور ۱۲۵)

پرویز صاحب نے الفضل کے مندرجہ بالا اقتباس کا ایک اہم
حصہ حذف کر دیا ہے۔ اور وہ حصہ یہ ہے:-

"اگر خلاصہ مطلب بیان کیا جائے۔ تو یہ ہے کہ جب
مسلمانوں نے اسلام کو چھوڑ دیا۔ یہودیوں کی طرح لفظ

پرست ہو گئے۔ پیشگوئیوں کی حقیقت کو کسی نے نہ سمجھا اور
عیسائی مبلغین نے کامل نظام کے ساتھ اسلام کو چاروں
طرف سے گھیر لیا۔ اور یورپ کی سیاسی طاقتوں کے اثر سے
کام لے کر مسلمانوں کو مرتد کرنا شروع کر دیا۔ تب اللہ
تعالیٰ کی مصلحت نے اسلام کے اندر پُر امن اشاعت
کرنے والی جماعت کو پیدا کیا۔"

(اخبار الفضل ۳ فروری ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ کالم ۳)

محترم پرویز صاحب کے پیش کردہ اقتباس کی حقیقت اوپر کی عبارت سے ظاہر ہے کہ مسیح موعودؑ کوئی نیا دین نہیں لائے بلکہ اسلام کی تجدید کرنے کے لئے مامور ہیں اور ان کا دین اسلام ہی ہے جسے دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ افسوس کہ اس پہلے والے اقتباس کو پرویز صاحب نظر انداز کر رہے ہیں۔ پس اس تمام عبارت کو دوبارہ پڑھا جائے۔ تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جس دین کو حضرت مسیح موعودؑ لائے۔ وہ اسلام ہی تھا اور ہے۔ اور جس آخری صداقت کو مسیح موعود علیہ السلام لائے وہ قرآن ہے اور بوجہ مظہر محمدیت اور بروز ہونے کے حضرت مسیح موعود کی یقیناً یہ ذمہ واری تھی۔ مسیح موعودؑ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانا یہ اللہ تعالیٰ کا کام تھا۔ اور ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کا نام یقیناً پہنچایا بھی۔ لیکن یہ کام درحقیقت ان کا نہیں۔ بلکہ یہ نام اور یہ شان ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہے۔ چنانچہ حضرت

مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"وَ وَاللّٰہِ ھٰذَا کُلُّہٗ مِنْ مُحَمَّدٍ
وَ یَعْلَمُ رَبِّیْ اَنَّہٗ کَانَ مُرْشِدًا"

ترجمہ: یعنی خدا کی قسم یہ تمام رفعتیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرہون منت ہیں اور میرا رب جانتا ہے کہ وہی میرا مرشد ہے۔

پھر فرمایا:۔

"وَاِنَّ اِمَامِیْ سَیِّدُ الرُّسُلِ اَحْمَدَا
رَضِیْنَاہُ مَتْبُوْعًا وَ رَبِّیْ یَنْظُرُ
وَلَا شَکَّ اَنَّ مُحَمَّدًا شَمْسُ الْھُدٰی
اِلَیْہِ رَغِبْنَا مُؤْمِنِیْنَ فَنَشْکُرُ
لَہٗ دَرَجَاتٌ فَوْقَ کُلِّ مَدَارِجٍ
لَہٗ لَمْعَاتٌ لَا یَلِیْہَا التَّصَوُّرُ
وَمَا دِیْنُنَا اِلَّا ھِدَایَۃُ اَحْمَدَا
فَیَا لَیْتَ شِعْرِیْ مَا یَظُنُّ الْمُکَفِّرُ"

(حمامۃ البشریٰ مصنفہ مسیح موعودؑ)

ترجمہ (۱) اور یقیناً میرا پیشوا احمد صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسل ہے۔ میرا رب گواہ ہے کہ ہم اس کی اتباع میں خوشی محسوس کرتے ہیں
(۲) اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کے آفتاب ہیں

ہم شکر یہ کے ساتھ ان کے مومن ہوتے ہوئے انہی کی طرف راغب ہیں

(۳) آپ کو تمام درجات سے بلند درجات حاصل ہیں۔ آپ کی ایسی روشنیاں ہیں کہ ــــــ اُن تک انسانی تصوّر نہیں پہنچ سکتا۔

(۴) اور احمد صلی اللہ علیہ کی ہدایت کے سوا ہمارا کوئی دین نہیں پس نہ معلوم میرا مکفّر (پرویز) کیا خیال کئے ہوئے ہے

"وَوَ اللّٰہ انّی قَدْ تَبِعْتُ مُحَمَّداً

وَفِی کُلّ آنٍ مِنْ سَنَاہُ اُنَوِّرُ

فیا مالکی سبل الشیاطین اتقوا

قدیراً علیماً وا حذروا و تذکروا

(حمامۃ البشریٰ مصنفہ مسیح موعودؑ)

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیروکار ہوں۔ اور ہر وقت اس شخص مقدس سے نور پاتا ہوں۔ پس اے شیطان کی راہ پر چلنے والو۔ خدا کا خوف کرو۔ جو قدیر ہے۔ علیم ہے۔ اس سے ڈرو اور کچھ تو نصیحت حاصل کرو۔

بہرحال عبارت مندرجہ آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۳۳۹ اور مکمل عبارت از الفضل مندرجہ بالا اور نیز حسب تصریحات مندرجہ بالا از حمامۃ البشریٰ صاف ظاہر ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ سوائے قرآن کے

اور کوئی دین نہیں لائے۔ سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب نہیں لائے اور سوائے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی اپنا مقتدا اور امام نہیں جانتے۔ لہٰذا وہ کوئی نئی اصطلاحی امت بنانے والے نبی نہیں۔ کیونکہ آپ کو تشریعی نبوت کا دعویٰ نہیں۔ آپ خود تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱) "یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل مسدود ہے اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں جو نئے احکام سکھائے یا قرآن شریف کا حکم منسوخ کرے یا اس کی پیروی معطل۔ بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے۔"

("الوصیت" ص ۱۲)

(۲) "نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدید دین کے لئے مامور ہو۔ یہ نہیں کہ کوئی دوسری شریعت لائے۔ کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں۔ جب تک اس کو امتی بھی نہ کہا جائے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ ہر ایک انعام اس

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل کیا ہے۔"

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۹ مصنفہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ)

(۲) "ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ شریعت۔ اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو بلاشبہ وہ بے دین اور مردود ہے۔"

(چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲۴)

پس ان اقتباسات کی روشنی میں اقتباسات پیش کردہ مکرم پرویز صاحب سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی مراد وہ انبیاء ہیں۔ جو صاحبِ شریعت اور صاحب الکتاب ہوتے ہیں۔ جو تشریعی انبیاء کہلاتے ہیں نہ کہ غیر تشریعی انبیاء۔ وہ واقعی الگ اصطلاحی امت بناتے ہیں۔ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام تو امتی نبی ہیں۔ پس جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہے وہ الگ امت اصطلاحیہ کیسے بنا سکتا ہے؟

اقتباس نمبر ۳ پیشکردہ مکرم پرویز صاحب سے بھی یہ مراد نہیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ حضورؑ کے اس اقتباس کے سیاق سے ظاہر ہے کہ وہ آیت لو تقول علینا

بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ کے متعلق تحقیق فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی خدا پر افتراء کرے تو خدا اس کو اس دنیا میں پکڑ لیتا ہے۔ خواہ وہ تشریعی نبوت کا دعویٰ کرے یا غیر تشریعی نبوت کا۔ لیکن میرا دعویٰ تشریعی نبوت کا نہیں چنانچہ اقتباس پیش کردہ پرویز صاحب کے الفاظ یہ ہیں:-

"یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا...... میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔"

اس کے بعد والی عبارت میں جو پرویز صاحب نے حذف کر دی۔ تحریر فرماتے ہیں:-

"غرض یہ سب خیالات فضول اور کوتاہ اندیشیاں ہیں ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔ تاہم خدا نے اپنے نفس پر حرام نہیں کیا۔ کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو جھوٹی گواہی نہ دو۔ زنا نہ کرو۔ خون نہ کرو۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا بیانِ شریعت ہے۔ جو مسیح موعودؑ کا بھی کام ہے۔"

(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۷-۸)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کے اس مفصل اقتباس سے ظاہر ہوا کہ حضور کا دعویٰ تشریعی نبوت کا نہیں اور کہ پرویز صاحب نے نامکمل اقتباس پیش کر کے بددیانتی کا ارتکاب کیا ہے مندرجہ بالا مضمون میں ہم نے اس کتاب کے بعد کی کتابوں "الوصیت" اور "چشمۂ معرفت" سے دکھا دیا ہے کہ آپ کا دعویٰ ہرگز تشریعی نبوت کا نہیں بلکہ تشریعی نبوت کے مدعی کو آپ بے دین اور مردود قرار دیتے ہیں۔ آپ کا دعویٰ صرف تجدید دین کا ہے اور آپ کے الہامات جو امر و نہی پر مشتمل ہیں۔ اربعین کے بیان کے مطابق ہی نئی شریعت نہیں بلکہ بیان شریعت کے طور پر ہیں اور آپ قرآن مجید کو آخری شریعت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی آخری شریعت لانے والا نبی یقین کرتے ہیں۔ لہٰذا امتی نبی ہونے کی وجہ سے نہ آپ نے کوئی الگ امت بنائی ہے نہ الگ امت بنانے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ بھلا جو خود امتی ہو اور آخری تشریعی نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہو جن کی شریعت قیامت تک واجب العمل ہے وہ الگ امت کیسے بنا سکتا ہے؟ الگ اصطلاحی امت صرف تشریعی نبی کے ذریعہ ہی بنتی رہی ہے۔ اس لئے آپ کے نزدیک امت محمدیہ ہی آخری امت ہے جس طرح حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے نزدیک آخری شریعت لانے والے نبی ہیں۔

اس کے بعد پرویز صاحب اسی باب کے صفحہ ۱۸۲ پر لکھتے ہیں:-

"لیکن اس کے بعد مرزا صاحب کے تخیل نے ایک ایسا پلٹا کھایا۔ جس کی مثال اسلام تو ایک طرف دنیا کے مذاہب میں کہیں نہیں۔ انھوں نے کہا کہ۔

(۱) مسلمان ہم ہیں اور

(۲) جو لوگ میرے دعویٰ نبوت کو قبول نہیں کرتے۔ وہ مسلمان نہیں۔

ہم نے جیسا کہ اوپر لکھا ہے۔ اسلام ہی میں نہیں۔ دنیا کے مذاہب میں اس قسم کے دعویٰ کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے۔ اس چودہ سو سال میں کسی شخص نے یہ دعویٰ نہیں کیا۔ کہ میں نبی ہوں۔ اور جو مجھے ایسا نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں۔ مسلمان میرے متبعین ہیں۔ جہاں تک دنیا کے مذاہب کا تعلق ہے بات بڑی واضح ہے۔ نبی اکرمؐ نے دعوئے نبوت فرمایا۔ اور کہا کہ جو شخص میری رسالت پر اور جس قدر انبیاء کرام مجھ سے پہلے گزرے ہیں۔ ان کی رسالت پر ایمان لائے وہ میری امت کا فرد (مسلمان) ہے لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کی رسالت پر ایمان لانے کی بنا پر "موسائی" (یا یہود) ہم ہیں۔ جو یہودی میری رسالت پر ایمان نہیں لاتا وہ یہودی نہیں رہ سکتا۔ یا حضرت عیسیٰؑ کی رسالت پر ایمان لانے کی بنا پر عیسائی

ہم ہیں۔ جو عیسائی میری رسالت پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ عیسائی نہیں کہلا سکتا۔"

(ختم نبوت صفحہ ۱۸۳)

قارئین کرام! یہ مثال بھی سراسر ایک مغالطہ اور قیاس مع الفارق ہے۔ جس طرح باب ہذا کے ابتداء میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ ہر شریعت اور صاحب شریعت کا ایک دور ہوتا ہے اور اس دور کے بعد تمام انبیاء غیر تشریعی انبیاء اسی شریعت اور صاحب شریعت کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ گو کہ یہ انبیاء اسی تشریعی نبی کی قائم کردہ امت کی اصلاح کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کی امت "یہودی" کہلائی۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد کثرت سے انبیاء آئے لیکن انہوں نے کوئی علیحدہ امت نہیں بنائی اور اس طرح وہ یہودی کے یہودی رہے پس تشریعی نبی کی شریعت کا ایک دور ہوتا ہے اور یہ دور ایک قوم، ملت، دین کہلاتا ہے۔ جس نبی کے ذریعہ یہ شریعت نازل ہوتی ہے وہی نبی تشریعی نبی اور بانیٔ شریعت او بانیٔ امت ہوتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نئی شریعت، نئی قوم، نئی امت اور نئے دین کی بناء ڈالی۔ اس دین کو اسلام کہتے ہیں۔ اور اس کی طرف منسوب مسلمان کہلاتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ میں اور میرے متبعین ہی

امت موسوی (یہودی) یا عیسائی ہیں۔ اور میرے نہ ماننے والے امت موسوی (یہود) یا عیسائی نہیں رہے۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد بکثرت انبیاء آئے۔ وہی اور ان کے متبعین درحقیقت صحیح معنوں میں موسائی (یہود) ہیں۔ باقی لوگ جنہوں نے ان انبیاء کا ساتھ نہیں دیا۔ وہ برائے نام امت موسوی (یہود) رہ جاتے تھے۔ یعنی حقیقی اور صحیح معنوں میں وہ موسیٰ کو ماننے والے نہیں رہتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ اور ان کی جماعت بھی درحقیقت صحیح معنوں میں موسائی (یہود) تھے۔ اور حضرت عیسیٰؑ بھی نئی امت اور نئے دین بنانے کے لئے نہیں آئے تھے۔ ان کو مجبوراً علیحدہ کر دیا گیا۔ اور ان کے متبعین نصرانی کہلاتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ اپنی جماعت اور حواریوں کو یہی کہتے رہے کہ یہود کے فریسی جو کام کرتے ہیں۔ ان سے پرہیز کرو۔ لیکن جو کچھ وہ کہتے ہیں اس پر عمل کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تعلیم موسیٰ کی تعلیم کے مطابق تھی۔ لیکن ان کے اعمال اور اخلاق اس کے مطابق نہیں رہے تھے۔ اور اسی غرض کے لئے حضرت عیسیٰؑ کی بعثت ہوئی تھی کہ یہود کو صحیح معنوں میں یہودی (موسائی) بنائیں۔ اور انہیں تورات کے مطابق عمل پیرا بنائیں۔ اسی طرح آج حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں اور اسی غرض کے لئے وہ آئے کہ وہ مسلمان کو دوبارہ مسلمان بنائیں۔ یعنی صحیح معنوں میں عملاً و اعتقاداً مسلمان بنائیں۔ خدا نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:۔

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا" (النساء: ۱۳۷)

ترجمہ: اے ایمان کا دعویٰ کرنے والے۔ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب (قرآن) پر جو اس نے اپنے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اتاری ہے۔ اور اس کتاب پر جو اس نے (اس سے) پہلے اتاری ہے (صحیح معنوں میں) ایمان لاؤ اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور بعد میں آنے والے دن کا انکار کرے۔ تو سمجھو کہ وہ پرلے درجے کی گمراہی میں پڑ گیا ہے

اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ ایسے لوگ جو اپنے منہ سے اپنے تئیں ایمان لانے والا کہتے ہیں۔ ان کو صحیح معنوں میں ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے اور قرآن کا خدا کہتا ہے کہ اس ملت اسلامیہ پر ایسا دور آئے گا۔ جب یہ لوگ قرآن کو مہجور کی طرح چھوڑ دیں گے۔ جیسے فرمایا:۔

"وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا"

اور رسول کہے گا کہ اے میرے رب! میری قوم نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا۔

پس جب ایسی حالت پیدا ہو جائے۔ تو ایسے موقع کے لئے نبی غیر تشریعی کی آمد ضروری تھی جو مسلمان قوم کو صحیح معنوں میں مسلمان بنائے۔

بہر حال حضرت موسیٰؑ کے بعد تا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے انبیاء آئے۔ ان میں سے کوئی بھی نیا دین نہیں لایا اور اس لئے کسی نئی قوم کی بنیاد نہیں ڈالی گئی۔ اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے نہ کوئی نئی امت بنائی اور نہ کوئی نیا علیحدہ دین لائے۔ نہ کوئی علیحدہ کلمہ ہے۔ نہ کوئی علیحدہ قبلہ اور نہ کوئی علیحدہ حج ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کرکے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے اور ہم پختہ یقین

کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف
خاتم کتب سماوی ہے۔ اور ایک شعشہ یا نقطہ اس
کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ
نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے۔ اور اب کوئی ایسی وحی
یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی
کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیلی یا تغییر کر سکتا
ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک
جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔ اور ہمارا اس
بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی
بغیر اتباع ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان
کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ راہ راست کے اعلیٰ
مدارج بجز اقتداء اس امام الرسل کے حاصل
ہو سکیں؟

(ازالۂ اوہام" حصہ اول صفحہ ۱۳۷-۱۳۸ مصنفہ حضرت مسیح موعود)

مزید ملاحظہ ہو:۔

جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا
عقیدہ ہے اور جس خدا کے کلام یعنی قرآن کو پنجہ
مارنا حکم ہے۔ ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں۔ اور فاروق
رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حسبنا کتاب اللہ

ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف
اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں
پیدا ہو۔ قرآن کریم کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص
قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں
ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ
کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ
صلے اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء
ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر
اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور
جہنم حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ
جل شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو
کچھ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ
سب بلحاظ بیان مذکورہ حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے
ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک
ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک
فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے۔ وہ بے ایمان اور
اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو
نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ
پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد

رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے۔ ان سب پر ایمان لاویں۔ اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا۔ اور وہ امور جو اہلسنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں۔ کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔"

(ایام الصلح" صفحہ ۸۶-۸۷ مصنفہ حضرت مسیح موعودؑ)

ان متذکرہ عقائد اور اعمال کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں میں جگہ بجگہ موجود ہے۔ بخوفِ طوالت اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ ہمارے (جماعت احمدیہ) اور ہمارے دیگر عام مسلمان بھائیوں (سوائے پرویز صاحب کے) کے درمیان جس چیز کا فرق ہے۔ اس کا بلند آواز سے ہم اعلان کرتے ہیں اور کسی قسم کا اخفا زوالِ ایمان سمجھتے ہیں اور وہ اصولی طور پر دو باتیں ہیں:—

(۱) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع سے اُس کے

اُمتی کو وہ انعامات اور مراتبِ قربِ الٰہی میسر آسکتے ہیں جو دیگر کسی نبی کی اتباع سے کسی کو حاصل نہیں ہو سکے اور ختمِ نبوت یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اسی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کے نتیجہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کو مسیح موعود اور امتی نبی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

(۲) مسلمانوں کو للکار کر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں کہ برائے نام اور صرف نام کا اسلام کسی کام کا نہیں۔ صحیح معنوں میں مسلمان بن جاؤ۔ شریعت اسلامی کے ہر حکم پر عمل کرو اور اس کے منہیات سے کلّی طور پر مجتنب رہو۔ ...... اور انتہائی خلوص دل سے شریعتِ اسلامی (قرآن) پر عمل کرو۔ یہ ہے درحقیقت احمدی مسلمان اور غیر احمدی مسلمان میں فرق۔ اس بات کو پرویز صاحب نئے دین، نئی ملت، نئی امت، نیا قبلہ، نیا کلمہ سے تعبیر کر کے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں، حالانکہ اقتباسات بالا میں حضرت مسیح موعودؑ نے جو فرمایا ہے۔ خلوصِ دل سے یہی ہمارا ایمان ہے اور اَللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ شَہِیْد۔ اپنے اس کہنے کے لئے خدا بزرگ و برتر کو گواہ ٹھہراتے ہیں۔

احمدی حضرات مسلمان کہلانے پر کیوں مُصر ہیں؟

اس عنوان کے تحت پرویز صاحب بحوالہ ڈاکٹر اقبال صاحب لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ صرف سیاسی مفاد ہے اور بس! اور ڈاکٹر صاحب کا کہنا ان کے لئے حرفِ آخر ہے۔ قرآن کریم سے بھی بڑھ کر اور اس کے سوا کچھ اور لکھا بھی نہیں۔

میرا ارادہ تھا کہ میں پرویز صاحب کے ان تمام لایعنی الزامات کے جوابات کے لئے قلم ہی نہ اٹھاؤں گا۔ میری غرض حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا مفہوم از روئے قرآن متعین کرنا تھی اور اسی طرح حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا امتی نبی ہونا بھی از روئے قرآن ثابت کرنا تھا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ خدا کے فضل سے ان کے علمی رنگ کے الزامات (اعتراضات نہیں) کے جوابات باحسن طور پر ہو چکے ہیں۔ اور یہ ثابت ہے کہ احمدی مسلمان ہیں۔ قرآن ان کی کتاب ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے رسول ہیں اور اس وجہ سے اگر خدا کو یہ ناچیز خدمت مقبول ہوئی اور یہ طبع ہو کر شائع ہوئی تو ان شاء اللہ پرویز صاحب کو اپنی کتاب سے بہت سارے ابواب حذف کرنے پڑیں گے۔ لیکن ان سطحی الزامات کے جوابات لکھنے پڑیں۔ اپنے محترم و مکرم استاذ مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری ناظر اشاعت و تصنیف لٹریچر سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ کے ارشاد کی وجہ سے مجبور

ہوا ورنہ میں ان الزامات کی طرف دیکھتا ہی نہ تھا۔

الغرض ڈاکٹر اقبال صاحب کا کہنا اگر کچھ مستند ہے تو پرویز صاحب کے نزدیک ہوگا کہ وہ ان کے پیرو مرشد ہیں۔ ہم تو ان کو ایک اچھا فلسفی اور شاعر سمجھتے ہیں اور اس وجہ سے ہمارے نزدیک وہ اسی حد تک قابلِ احترام ہیں۔ مذہبی امور اور دینی افکار میں سب سے اوّل نمبر پر قرآن سند ہوتا ہے۔ دوسرے نمبر پر سنّت رسول اللہ اور تیسرے نمبر پر حدیث نبویؐ۔ ان تینوں کو پرویز صاحب نے بالائے طاق رکھا ہے اور اپنی ذہنی اختراعات اور ڈاکٹر اقبال صاحب کے اقوال کو دین مان رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم خدا کے فضل و کرم سے احمدی مسلمان ہیں اور اس حیثیت میں اولی الامر منکم کے وفادار ہیں۔ ہمارا نہ سیاست سے کوئی سروکار اور نہ سیاسی مفاد پر نگاہ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور قرآن کی حقانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دلربائی کو ان کے فرزندِ جلیل حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ہمارے دل و جان کے لئے جاذب بنایا ہے۔ یہی ہمارے مسلمان ہونے کی وجہ ہے اور اسی وجہ سے ہم احمدی مسلمان ہیں اور بفضلہ تعالیٰ احمدی مسلمان مریں گے۔

"دریغا گر دہم صد جان درین راہ
نہ باشد نیز شایانِ محمدؐ"

البتہ میں یہ بتاؤں گا کہ پرویز صاحب اور ان کے ہمنوا جماعت احمدیہ کو نا مسلم قرار دیئے جانے پر کیوں مصر تھے اور کیوں اس پر ایسی خوشی منائی کہ ان کو اس خوشی کے اظہار کے لئے الفاظ ہی نہیں ملتے رہے۔ اس کی وجہ مجھ سے سنیئے!

وہ یہ ہے کہ پرویز صاحب جس اسلام کو پیش کرتے ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام نہیں۔ وہ قرآن مجید کا اسلام نہیں وہ چودہ سو سالہ اسلام نہیں۔ کیا بلحاظ عقائد اور تصورات کے اور کیا بلحاظ عبادات کے۔ اس لئے ان کے اس نام نہاد اسلام کے پنپنے کے لئے ضروری تھا کہ وہ جماعت احمدیہ پر ایک کاری ضرب لگائیں۔ پرویز صاحب کی اسلام دشمنی یا قرآن دشمنی دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے اس کا وہ اثر ثابت نہ ہو جائے جو ہونا چاہیئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ احمدیہ جماعت کے ہوتے ہوئے وہ اپنی کارگزاری کما حقہ پوری نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ میں ناچیز کی اس حقیر سی کوشش سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ پرویز صاحب کیا کچھ ارادے رکھتے ہیں؟

باب ششم

سیاسی تحریک

اس باب کے ضمن میں پرویز صاحب جماعت احمدیہ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"حقیقت یہ ہے کہ "احمدیت" کی تحریک مذہبی تھی ہی نہیں۔ یہ ایک سیاسی تحریک تھی جو انگریزوں کی پیداوار یا پرورش کردہ تھی۔"

(ختم نبوت" صـ۱۹۱)

پرویز صاحب کا یہ بیان سراسر بہتان ہے۔ دلیل اس کی وہ یہ دیتے ہیں کہ یہ جماعت انگریزوں کی فرماں بردار اور جہاد کے خلاف تعلیم دینے والی جماعت تھی اور ہے۔ اس اعتراض کی تائید میں انھوں نے مرحوم ڈاکٹر اقبال صاحب کے بیان پر اکتفا کیا ہے۔ جہاد کے متعلق انھوں نے اس عنوان کے تحت ۲۴ صفحات سیاہ کئے ہیں اس میں انھوں نے یہ نہیں لکھا ہے کہ جہاد کسے کہتے ہیں۔ جہاد کی تعریف کیا ہے۔ جہاد کس وقت فرض ہوتا ہے وغیرہ۔ چونکہ ان کو اس بارہ میں کسی قرآنی آیت کی ضرورت نہیں تھی نہ کسی حدیث کی ضرورت تھی

ڈاکٹر اقبال صاحب کا بیان کافی تھا۔
صرف ڈاکٹر اقبال صاحب کا بیان ان کے ذیلی عنوانات کے متعلق کچھ
قبل اس کے کہ میں مفصل طور پر ان کے ذیلی عنوانات کے متعلق کچھ
لکھوں۔ ابتدا کے طور پر یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ خالص
مذہبی اور دینی جماعت ہے۔ جماعت احمدیہ نے کبھی سیاسی اختلافی مسائل
میں کبھی منافقت سے کام نہیں لیا۔ جو کچھ ہمارے عقائد ہوتے ہیں۔ وہ برملا
کہتے چلے آرہے ہیں اور آئندہ بھی ان کا اعلان کرتے رہیں گے۔ جماعت احمدیہ
کے متعلق پرویز صاحب کے پیر و مرشد کا بیان حسب ذیل ہے:-

"مسلمان عوام کو جن میں مذہبی جذبہ بہت شدید
ہے صرف ایک چیز قطعی طور پر متاثر کر سکتی ہے یعنی
وحی کی سند، راسخ عقائد کو موثر طریق پر بے بنیاد
ابھرنے اور مذکورہ بالا سوالات میں جو دینی نظریات
مضمر ہیں ان کی ایک ایسی نئی تفسیر و تعبیر کرنے کے
لئے جو سیاسی طور پر مفید مطلب ہو، یہ ضروری سمجھا
گیا کہ اس کی بنیاد وحی پر رکھی جائے۔ یہ (مبنی بر وحی)
بنیاد "احمدیت" نے فراہم کر دی۔ خود احمدیوں کا دعویٰ
ہے کہ برطانوی شہنشاہیت کی یہ سب سے بڑی خدمت
ہے جو انھوں نے سرانجام دی ہے"
(انگریزی ایڈیشن ص ۱۲۲ بحوالہ ختم نبوت ص ۱۹۳)

"مسلمانوں کے مذہبی افکار کی تاریخ میں "احمدیوں" نے جو

کارنمایاں سرانجام دیا یہی ہے کہ ہندوستان کی موجودہ
غلامی کے لئے وحی کی سند مہیا کر دی جائے۔"
(ص ۱۲۷ - بحوالہ ختم نبوت ص ۱۹۴)

ڈاکٹر صاحب کا یہ بیان پرویز صاحب کے لئے حرف آخر ہوگا۔
لیکن ان کا دوسرا بیان بھی ملاحظہ فرمائیں:-

"موجودہ ہندی مسلمانوں میں مرزا غلام احمد قادیانی
سب سے بڑے دینی مفکر ہیں۔"
(رسالہ انڈین اینٹکویری۔ ماہ ستمبر ۱۹۰۰)

"اگر تمہیں اس زمانہ میں ٹھیٹھ اسلامی تہذیب کا نمونہ
دیکھنا ہو تو وہ اس فرقہ میں ملے گا جو قادیان میں پیدا ہوا"
(تقریر بمقام علی گڑھ ۱۹۱۱ء)

چونکہ پرویز صاحب نے صرف اپنے پیر و مرشد کے بیانات کو
حرف آخر سمجھا ہے لہذا اگر انھیں دو ——— بیانات پر اکتفا
کروں تو بے جا نہ ہوگا۔ تاہم ڈاکٹر اقبال صاحب کے اس بیان کے
متعلق اس وقت کے سمجھدار غیر جانبدار احباب کی غیر جانبدارانہ
تنقید ملاحظہ ہو۔ اخبار سیاست میں سید حبیب صاحب لکھتے ہیں:-

"علامہ اقبال احرار کی موجودہ فتنہ پردازی کی آج
حمایت کر رہے ہیں لیکن جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا
ہوں۔ مرزائیت کم و بیش تیس سال سے موجود ہے

اس طویل عرصہ میں سے

ہر کہ رمز مصطفیٰ فہمیدہ ہست
شرک را در خوف مضمر دیدہ ہست

کا نعرہ لگانے والے علامہ اقبال کا طرز عمل وہی رہا ہے جس کی تائید و حمایت کی وجہ سے آج میرے ایسے مسلمان مورد طعن ہو رہے ہیں .... علامہ اقبال کی شخصیت علمیت، ہر دلعزیزی، شرافت، نجابت، قابلیت، اور بلند اخلاق و شہرت کا حامل اگر وہ بات کہے۔ جو ملت کے لئے بربادکن ہو تو ہمیں حق حاصل ہوتا ہے کہ ہم ملت کے مستقبل کا ماتم کریں اور نوحہ کریں کہ جن سے امید ہدایت تھی۔ وہی ملت کو گمراہ کر کے تباہی و بربادی کی طرف لے جا رہے ہیں ...."

(اخبار سیاست ۱۹۳۵ء بحوالہ الفضل ۱۵ مئی ۱۹۳۵ء)

یہ اور اس قسم کا طویل ناقدانہ تبصرہ سید حبیب صاحب نے کیا ہے لیکن یہ کتاب اتنے لمبے چوڑے اقتباسات کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ بہرحال ڈاکٹر اقبال صاحب کا مخالفانہ بیان پیش کردہ پرویز صاحب ایک سیاسی کشمکش کا نتیجہ تھا۔ مخلصانہ تبصرہ ڈاکٹر اقبال صاحب کا وہی سمجھا جا سکتا ہے جو میں نے پیش کیا ہے۔ سچ بات یہ ہے کہ اگر احمدیت مذہبی اور دینی تحریک نہیں تو دنیا میں کوئی دینی اور مذہبی تحریک ہے ہی نہیں۔

پرویز صاحب! آپ تعصب کا شکار ہیں جو انسان کو ایسا اندھا کر دیتا ہے کہ وہ آفتاب نصف النہار سے بھی انکار کرنے میں ذرہ بھر بھی جھجک محسوس نہیں کرتا اور یہ خیال نہیں کرتا کہ میں آخر کس کو دھوکہ دے رہا ہوں۔ کیا اپنے نفس کو، کیا خدائے بزرگ و برتر کو، یا کہ دنیا میں سعید روحوں کو۔ جناب سید حبیب صاحب صاف الفاظ میں دریافت فرماتے ہیں:۔

"تاہم دلیل کو ترک کر کے علامہ ممدوح سے استصواب کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ کیوں چوہدری ظفر اللہ خان کے تقرر کے بعد ان کی حمیت ختم رسل (فداہ ابی وامی) میں جوش آیا؟ اور کیوں اس سے پہلے وہ اس میدان میں نہ اترے؟ ...."

(اخبار سیاست لاہور ۱۴ مئی ۱۹۳۵ء)

قارئین کرام! ڈاکٹر اقبال صاحب کے یہ کھلے بیانات اور احمدیت کے خلاف اور احرار کی تائید میں ختم نبوت کا مسئلہ اچھالنا صرف اور صرف سیاسی کشمکش تھی نہ کچھ اور۔ چنانچہ مدیر روزنامہ "ہند" کلکتہ فرماتے ہیں:۔

"ہماری رائے میں ڈاکٹر صاحب کے یہ دونوں فعل عوام الناس کو خوش کرنے کے لئے ہیں جن میں تاویلیں اور احمدیوں کے خلاف ناراضگی پھیلا دی گئی۔ ہیں ڈاکٹر

صاحب کے سیاسی مسلک سے ہمیشہ اختلاف رہا ہے لیکن
ہمارا دل چاہتا تھا کہ وہ اپنے غیر سیاسی خیالات ہی
میں بلند ثابت ہوں۔ مگر ان کے عمل ان جیسی پوزیشن کے
آدمی کو اونچا کرنے والے نہیں۔ عوام کی تالی میں ہاں ملانا
کسی با اصول آدمی کا کام نہیں ہو سکتا۔ سب سے زیادہ
حیرت کا مقام یہ ہے۔ ابھی کچھ مدت پہلے ڈاکٹر صاحب
نہ صرف احمدیوں کو بلکہ قادیانیوں کو مسلمان سمجھتے تھے
چنانچہ تحریک کشمیر کی صدارت کے لئے خود انہوں نے
مرزا بشیر الدین محمود احمد کو نامزد کیا۔ اور ان کے ماتحت میں
کام کیا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ڈاکٹر صاحب چند
ماہ پہلے تک احمدیوں اور قادیانیوں کے عقائد سے ناواقف
تھے؟ یہ عقائد ملک کے سامنے تیس چالیس سال سے موجود
ہیں اور ڈاکٹر صاحب جیسے ذی علم آدمی سے مخفی نہ تھے
پھر انہوں نے کیوں اب تک خاموشی اختیار کی۔ پبلک
کا حق ہے کہ ڈاکٹر صاحب اس سوال کا جواب دیں
اور اسے مطمئن کریں (ایڈیٹر صاحب ڈاکٹر صاحب کے
الفاظ میں اس سوال کا جواب پیش کریں۔ ناقل) اس سے
بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب سر آغا
خان کو مسلمان ہی نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کا راہ نما تسلیم

کرتے ہیں۔ عمومی راہنما نہیں۔ سب سے بڑا راہنما حالانکہ
احمدیوں اور قادیانیوں کے کفر و اسلام پر بحث ہو
سکتی ہے مگر آغا خان کا معاملہ کسی بحث کا متحمل
ہی نہیں۔ سلف سے خلف تک تمام علمائے اسلام
متفق ہیں کہ آغا خان کا فرقہ اسلام سے کوئی تعلق
نہیں بلکہ خود اس فرقہ کو بھی تسلیم ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہیں
کیونکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا منکر ہے۔"
(روزنامہ ہند کلکتہ بحوالہ الفضل ۲۳ فروری ۳۴ء)
ڈاکٹر صاحب کے اس مخالفانہ بیان کو ہر سنجیدہ آدمی سمجھ
سکتا ہے کہ یہ دراصل خالص سیاسی نوعیت کا تھا اور اس وجہ سے
ڈاکٹر صاحب کے اختلاف کو اس وقت کے سنجیدہ لوگوں نے قابلِ
اعتراض سمجھا ہے اس لئے اس کی کوئی وقعت نہیں رہی۔
اس سلسلہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ کی دینی اور خالص مذہبی خدمات
کا ذکر "باب چہارم" ذیلی عنوان "علمی سطح" میں کافی لکھا گیا ہے تاہم
اس موقع پر بھی کچھ عرض کرنا ضروری سمجھا گیا۔ ملاحظہ ہو:۔

ماہنامہ جدّ و جہد

"یہ فخر صرف اسی فرقہ کو حاصل ہے کہ سنی، شیعہ،
وہابی، دیوبندی، چکڑالوی (اس ضمن میں پرویزیت -

بھی شامل ہے) فرقہ کے لوگوں سے تعداد میں کم ہوتے ہوئے پھر بھی لاکھوں روپیہ سالانہ خرچ کرکے اپنے بل پر تبلیغی مشن غیر اسلامی ممالک کو بھیجتے ہیں۔ اور خدا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیغام غیر مسلمانوں تک پہنچاتے ہیں۔ ہمارے دیس میں بڑے بڑے مخیر لوگ موجود ہیں اور فلاحی انجمنیں قائم ہیں مثلاً انجمن حمایت اسلام لاہور جو لاکھوں روپیہ تعلیم پر خرچ کرتی ہے لیکن کوئی اللہ کا بندہ یا انجمن اس طرف توجہ نہیں دے رہی۔"

(ماہنامہ "جدوجہد" لاہور جولائی ۱۹۵۸ء)

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا

"جماعت احمدیہ کا ایک وسیع تبلیغی نظام ہے۔ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ مغربی افریقہ، ماریشس اور جاوا میں بھی۔ اس کے علاوہ برلن، شکاگو اور لندن میں بھی ان کے مشن قائم ہیں۔ ان کے مبلغین نے خاص کوشش کی ہے کہ یورپ کے لوگ اسلام قبول کرلیں اور اس میں انھیں معتدبہ کامیابی بھی ہوئی ہے۔ ان کے لٹریچر میں اسلام کو اس شکل میں پیش کیا جاتا ہے

کہ جو نو تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے باعث کشش ہے اس طریق پر نہ صرف غیر مسلم ہی ان کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں بلکہ ان مسلمانوں کے لئے بھی یہ تعلیمات کشش کا باعث ہیں۔ جو مذہب سے بیگانہ ہیں۔ یا عقلیات کی رو میں بہہ گئے ہیں۔ ان کے مبلغین ان حملوں کا دفاع بھی کرتے ہیں۔ جو عیسائی مناظرین نے اسلام پر کئے۔"

(انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا ۱۹۴۷ء جلد ۱۲ صفحہ ۷۱۱، ۷۱۲)

عبدالماجد صاحب دریا بادی

"مشرقی پنجاب کی ایک خبر ہے کہ اچاریہ ونوبھاوے جب پیدل سفر کرتے کرتے وہاں پہنچے تو انھیں ایک وفد نے قرآن مجید کا ترجمہ انگریزی اور سیرة نبوی پر انگریزی میں کتابیں پیش کیں۔ یہ وفد قادیان کی جماعت احمدیہ کا تھا۔ خبر پڑھ کر ان سطور کے راقم پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ اچاریہ جی نے اودھ کا بھی دورہ کیا۔ بلکہ خاص قصبہ دریا باد میں قیام کرتے ہوئے گئے لیکن اپنے کو اس قسم کا کوئی تحفہ پیش کرنے کی توفیق نہ ہوئی نہ اپنے کسی ہم مسلک کو ندوی، دیوبندی تبلیغی اسلامی جماعتوں میں سے آخر یہ سوچنے کی بات

ہے یا نہیں کہ جب بھی کوئی موقع تبلیغی خدمت کا پیش آتا ہے یہی خارج از اسلام جماعت "شاہ" نکل آتی ہے اور ہم دیندار منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

(صدق جدید لکھنؤ ۔ ۹ر جون ۱۹۶۹ء)

"ایں سعادت بزور بازو نیست"

تحریک شدھی

ہندوستان میں آریہ سماج نے مسلمانوں کو مرتد کرنے کے لئے تحریک شدھی چلائی تھی ۔ اس موقعہ پر جماعت احمدیہ کی اسلام دوستی کا اعتراف :۔

"احمدی بھائیوں نے جس خلوص ، جس ایثار ، جس جوش اور جس ہمدردی سے اس کام میں حصہ لیا وہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس پر فخر کرے ۔"

(زمیندار ۸ر اپریل ۱۹۲۳ء)

"مسلمانانِ جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں جو ایثار ، کمربستگی ، نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں بے مثال نہیں تو بے انداز عزت اور قدردانی کے قابل ضرور ہے ۔ جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے

ہیں ۔ اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت اسلام کر کے دکھا دی ہے ۔"

(زمیندار ۲۴ر جولائی ۱۹۲۳ء)

پھر یہی اخبار لکھتا ہے :۔

"گھر بیٹھے احمدیوں کو برا بھلا کہہ لینا نہایت آسان ہے لیکن اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے مبلغین انگلستان میں بھیج رکھے ہیں ۔ کیا ندوۃ العلماء ، دیوبند ، فرنگی محل اور دوسرے علمی اور دینی مرکزوں سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بھی تبلیغ و اشاعتِ حق کی سعادت میں حصہ لیں !"

(زمیندار دسمبر ۱۹۲۶ء)

مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی ایڈیٹر دل گداز لکھتے ہیں :۔

"آج کل احمدیوں اور بہائیوں میں مقابلہ و مناظرہ ہو رہا ہے ۔ باہم ردّ و قدح کا سلسلہ جاری ہے مگر دونوں میں اصل فرق یہ ہے کہ احمدی مسلک شریعتِ محمدیؐ کو اسی قوت اور شان سے رکھ کر اس کی مزید تبلیغ و اشاعت کرتا ہے اور بہائی مذہب شریعتِ محمدیؐ (اسلام) کو ایک منسوخ شدہ غیر واجب الاتباع دین بتاتا ہے ۔ خلاصہ یہ کہ بابیت اسلام کو مٹانے کو آئی

ہے اور احمدیت اسلام کو قوت دینے کے لئے اور اسی کی برکت ہے کہ باوجود چند اختلافات کے احمدی فرقہ اسلام کی سچی اور پرجوش خدمت ادا کرتا ہے۔ دوسرے مسلمان نہیں۔"

(رسالہ "دلگداز" لکھنؤ۔ ماہ جون ۱۹۲۶ء)

مولانا محمد علی جوہر ایڈیٹر "ہمدرد" دہلی لکھتے ہیں:۔

"ناشکر گزاری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبود کے لئے وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاست میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف تبلیغ اور مسلمانوں کی تنظیم و تجارت میں بھی انتہائی درجہ سے منہمک ہیں اور وہ وقت دور نہیں جبکہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرز عمل سواد اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمات اسلام کے بلند بانگ و در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوگا۔"

(ہمدرد دہلی ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء)

علامہ نیاز فتحپوری فرماتے ہیں:۔

"اس وقت تمام ان جماعتوں میں جو اپنے آپ کو اسلام سے منسوب کرتی ہیں۔ صرف ایک جماعت ایسی ہے۔ جو بانی اسلام کی متعین کی ہوئی شاہراہ زندگی پر پوری استقامت کے ساتھ گامزن ہے۔ گو اس کا احساس تنہا مجھ ہی کو نہیں بلکہ احمدی جماعت کے مخالفین کو بھی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ مجھے اس کے اظہار میں باک نہیں اور ان کو رعونت نفس یا احساس کمتری اس اعتراف سے باز رکھتا ہے۔"

(رسالہ نگار ماہ نومبر ۱۹۵۹ء)

پھر رسالہ "نگار" بابت ماہ جولائی ۱۹۶۱ء میں لکھتے ہیں:۔

"اس وقت مسلمانوں میں ان کو (احمدیوں کو۔ ناقل) بے دین اور کافر کہنے والے تو بہت ہیں لیکن مجھے تو آج ان مدعیان اسلام کی جماعتوں میں کوئی جماعت ایسی نظر نہیں آتی جو اپنی پاکیزہ معاشرت اپنی اسلامی رکھ رکھاؤ۔ اپنی تاب مقاومت اور خوئے صبر و استقامت میں احمدیوں کے خاک پا کو بھی پہنچتی ہے۔"

نیز لکھتے ہیں:۔

"مرزا غلام احمد صاحب نے اسلام کی مدافعت کی اور

اس وقت کہ جب کوئی بڑے سے بڑا عالم دین بھی دشمنوں کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ انھوں نے سوتے ہوئے مسلمانوں کو جگایا۔ اٹھایا اور چلایا یہاں تک کہ وہ چل پڑے اور ایسا چل پڑے کہ آج روئے زمین کا کوئی گوشہ نہیں۔ جو ان کے قدم سے خالی ہو اور جہاں وہ اسلام کی صحیح تعلیم نہ پیش کررہے ہوں۔"

(نگار ماہ اکتوبر ۱۹۶۱ء)

پرویز صاحب! ؎

وَعَيْنُ الرِّضَا عَنْ كُلِّ عَيْبٍ كَلِيْلَةٌ
كَمَا اَنَّ عَيْنَ السَّخْطِ تُبْدِی الْمَسَاوِيَا

آپ کو بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور ان کی جماعت کا حسن نظر نہیں آتا لیکن جن کو خدا نے آنکھیں دی ہیں اور حسن و قبح میں فرق کرنے کی تمیز کرسکتے ہیں۔ وہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور ان کی جماعت کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ فجزاھم اللہ عنّا خیراً!

قارئین کرام! مشاہیر عالم کا یہ اقرار۔ اور جماعت احمدیہ کی خالص دینی اور مذہبی تحریک کو سیاسی تحریک کہنا پرویز صاحب اور ان کے پیرو مرشد کا کام ہو سکتا ہے۔ صاحب بصیرت اور انصاف پسند مسلمان پرویز صاحب کی بے سروپا باتوں کو دیکھ کر کیا رائے قائم کرسکتے ہیں؟

پھر پرویز صاحب لکھتے ہیں:۔

"مرزا صاحب کے تمام دعاوی کا منتہا یہ تھا کہ جہاد کو حرام قرار دیا جائے۔"

(ختم نبوت" صفحہ ۱۹۴)

پرویز صاحب کے اس الزام کی حقیقت آئندہ صفحات میں ملے گی۔ اس وقت میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پرویز صاحب سرخیل مجاہدین بتائیں کہ کتنی دفعہ انھوں نے انگریزوں کے بالمقابل جہاد میں شرکت کی سعادت حاصل کی؟ کیا یہ سعادت ان کو اپنی ۶۰ سالہ زندگی میں ایک دفعہ بھی نصیب ہوئی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو کیا اس کا یہ مطلب نہیں؟ کہ:

"اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ"

یعنی کیا تم دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولے رہتے ہو؟"

اس قرآنی ارشاد کے مطابق اے پرویز صاحب! آپ خدائے بزرگ و برتر کے زیر عتاب ہیں؟

جماعت احمدیہ کی "فرقان فورس" کا ذکر تاریخ سے کوئی مٹا نہیں سکتا جو اس جماعت نے اپنے امام کے حکم کے مطابق پاکستان کے دفاع کے لئے قائم کی تھی اور اس جہاد وطن میں عملاً جماعت احمدیہ

شریک ہوئی۔ اس کے بالمقابل پرویز صاحب اپنی کوئی عملی کارکردگی ثابت
کریں وہ یقیناً ثابت نہیں کرسکتے۔ کیونکہ ع

"ایں سعادت بزورِ بازو نیست"

پرویز صاحب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر اعتراض کرتے ہیں اور
الزام لگاتے ہیں کہ انھوں نے حکومت برطانیہ کی وفاداری کی اور جہاد
کو حرام قرار دیا (اس کی وضاحت آئندہ صفحات میں کی جائے گی۔)
لیکن پرویز صاحب خود سرسید احمد خان پر برطانیہ دوستی کے
الزام کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"سرسید کے خلاف ان کے مخالفین کا سب سے بڑا
حربہ یہ ہے کہ وہ ساری عمر برطانوی سامراج سے دوستی
اور رفاقت کا حق ادا کرتے رہے اور اپنی قوم کو بھی اس
کے خلاف نبرد آزما ہونے سے باز رکھا۔ وہ قوم جو زندگی
کی صلاحیتوں سے بے نصیب اور حقائق سے روگرداں
ہو کر مدت سے جذبات کی رو میں بہتی چلی آرہی ہے
اس کے گرم جوش حلقوں سے اس قسم کا الزام بعید از
قیاس نہیں۔ لیکن تاریخ کے اٹل حقائق کی روشنی میں
ذرا سنجیدگی سے سوچیے کہ اگر سرسید اعتدال کی اس
راہ کو اختیار نہ کرتے تو ہمارا حشر کیا ہوتا۔ سرسید کی
عقابی نگاہوں نے بھانپ لیا تھا کہ مسلسل آرام کوشیوں

اور عیاشیوں کے باعث جس قوم نے اپنی صدیوں کی
سلطنت کے ساتھ زندگی کی متاعِ عزیز تک کو بھی ہار دیا
اس کا نئے حکمرانوں سے جو پہلے ہی جوشِ انتقام میں اس
کی رگِ حیات کاٹ دینے پر تلے ہوئے بیٹھے تھے لڑائی
مول لینا موت اور خودکشی کو دعوت دینے سے کم
نہیں .... قومی ہلاکت کی اس فضا میں انسانی
فراست کا یہ کتنا بڑا معجزہ ہے کہ سرسید کا قلم دلائل و
براہین کی پوری قوت سے مسلح ہو کر حرکت میں آیا اور
اس نے برطانوی حکومت پر واضح کیا کہ مسلمانوں کو اپنا
ازلی دشمن سمجھنا نہ صرف غلط فہمی پر مبنی ہے بلکہ بدنیتی
بھی ہے۔"

(طلوع اسلام دسمبر ۱۹۵۹ء)

اس مندرجہ بالا اقتباس میں سرسید مرحوم کی نگاہیں بقول طلوع اسلام
عقابی ہیں۔ وہ اسے ان کا یہ بڑا معجزہ تسلیم کرتے ہیں کہ انھوں نے
برطانوی سامراج سے نہ صرف خود دوستی اور رفاقت اختیار کی بلکہ
قوم کو بھی نبرد آزما ہونے سے روکا ہے۔ اسی حقیقت کو حضرت نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پیشتر خدا سے علم پاکر اپنی
امت کو یضع الحرب کے الفاظ میں بتایا تھا کہ مسیح موعود مذہبی
جنگوں کو روک دے گا اور اس بنا پر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے

مذہبی لڑائی کو بند کرنے کا اعلان کر دیا تو یہ امر پرویز صاحب کے نزدیک قابل اعتراض ہے؟

پس سر سید احمد خان کے متعلق اس ایک ہی اقتباس کے پیش نظر قارئین کے لئے یہ سمجھنا کوئی مشکل نہیں کہ وہ پرویز صاحب کے متعلق صحیح فیصلہ کر سکیں۔ اب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا صاف، صریح اور مفصل فیصلہ ملاحظہ فرماویں! :-

"وَ اَمَّا مَا ذَكَرَ هٰذَا الْوَاشِيْ قِصَّةَ جِهَادِ الْاِسْلَامِ وَ تَظَنّٰى اَنَّ الْقُرْاٰنَ يَحُثُّ عَلَى الْجِهَادِ مُطْلَقًا مِنْ غَيْرِ شَرْطٍ مِّنَ الشَّرَائِطِ فَاَيُّ زُوْرٍ وَ افْتِرَاءٍ اَكْبَرُ مِنْ ذَالِكَ؟ اِنْ كَانَ اَحَدٌ مِّنَ الْمُتَدَبِّرِيْنَ فَلْيَعْلَمْ اَنَّ الْقُرْاٰنَ لَا يَاْمُرُ بِحَرْبِ اَحَدٍ اِلَّا بِالَّذِيْنَ يَمْنَعُوْنَ عِبَادَ اللّٰهِ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِهٖ وَ يَدْخُلُوْا فِيْ دِيْنِهٖ وَ يُطِيْعُوْهُ فِيْ جَمِيْعِ اَحْكَامِهٖ وَ يَعْبُدُوْهُ كَمَا اُمِرُوْا وَ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ يُخْرِجُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَوْطَانِهِمْ وَ يُدْخِلُوْنَ الْخَلْقَ فِيْ دِيْنِهِمْ جَبْرًا وَ قَهْرًا وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ الْاِسْلَامِ وَ يَصُدُّوْنَ النَّاسَ مِنْ اَنْ يُّسْلِمُوْا

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ وَجَبَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يُّحَارِبُوْهُمْ اِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا۔"

(نور الحق حصہ اول ۔ طبع اول صفحہ ۴۵ مصنفہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ)

ترجمہ:- اس چغلخور نے جو اسلام کے جہاد کا قصہ ذکر کیا ہے اور خیال کیا ہے کہ اسلام مطلق طور پر بغیر کسی شرط کے جہاد کی ترغیب دیتا ہے۔ سو یہ ایسا جھوٹ اور افترا ہے کہ اس سے بڑا جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی سوچنے والا ہے تو اسے جاننا چاہیئے کہ قرآن مجید صرف ان لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے جو اللہ کے بندوں کو ایمان لانے اور اس کے دین میں داخل ہونے سے روکتے ہیں اور اس کے سب احکام کی اطاعت اور کماحقہ عبادت سے منع کرتے ہیں اور مومنوں کو ان کے گھروں اور وطنوں سے نکالتے ہیں اور مخلوق خدا کو جبر اور زبردستی سے اپنے دین میں داخل کرتے ہیں اور نور اسلام کو بجھانا چاہتے ہیں اور لوگوں کو اسلام لانے سے روکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے اور مومنوں پر واجب ہے کہ اگر وہ اس عمل سے باز نہ آئیں تو ان سے جنگ کریں۔"

(۲) "وَاُمِرْنَا اَنْ نُعِدَّ لِلْکَافِرِیْنَ کَمَا یُعِدُّوْنَ لَنَا وَلَا نَرْفَعُ الْحُسَامُ قَبْلَ اَنْ نُقْتَلَ بِالْحُسَامِ۔"

(حقیقۃ المہدی مصنفہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ)

اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم کفار کے مقابلہ کے لئے اسی طرح تیاری کریں جس طرح وہ تیاری کرتے ہیں اور جب تک ہمیں تلوار سے قتل نہ کیا جائے۔ ہم ابتدا" تلوار نہ اٹھائیں۔

(۳) "ان وجوہ الجہاد معدومۃ فی ھذا الزمن وھذا البلاد فالیوم حرام علی المسلمین ان یحاربوا للدین وان یقتلوا من کفر بالشرع المتین فان اللہ صرح حرمۃ الجہاد عند زمان الامن والعافیۃ۔"

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۴۳۔ مصنفہ مسیح موعودؑ)

ترجمہ: تلوار کے جہاد کے اسباب وشرائط اس زمانہ میں اور اس علاقہ میں متحقق نہیں ہیں۔ اس لئے آج مسلمانوں کے لئے ناروا ہے کہ خواہ دین کے نام پر لڑیں اور شرع متین کے انکار کرنے والوں کو قتل کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تصریح فرمادی ہے کہ امن وعافیت

کے زمانہ میں تلوار کا جہاد ناجائز ہے۔

مکرمی پرویز صاحب اپنے رسالہ "طلوع اسلام" میں تسلیم کرچکے ہیں کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی زندگی میں انگریزوں سے جہاد جائز نہیں تھا اور سر سید کے فتویٰ کو انگریزوں سے جہاد کی حرمت کے متعلق معجزہ جانتے ہیں لیکن یہ کیسی دورنگی ہے کہ اگر وہی بات جو سر سید صاحب کہتے ہیں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ نے کہی تو اس کو اعتراض کی شکل میں پیش کر رہے ہیں۔ پس ان کا یہ اعتراض منافقانہ ہے۔ وہ اپنے ایمان کے خلاف قدم اٹھا رہے ہیں۔ اگر بقول پرویز صاحب حضرت مرزا صاحبؑ نے جہاد نہ کرنے کا اس وقت فیصلہ فرمایا تھا اور یہ ان کے نزدیک ان کی غلطی تھی تو پھر سر سید احمد خان صاحب کا معجزہ کیا رہا۔ اس نے بھی تو غلطی کی۔ پس پرویز صاحب برائے خدا دورنگی چھوڑ کر یک رنگ ہوجائیں۔ جب برطانوی حکومت قائم ہوچکی تھی اور ہر طرف امن و امان تھا۔ ایسے وقت میں قتل و غارت کو جہاد کا نام دینا" جو سر سید صاحب کے فتویٰ کے بھی خلاف ہے۔" پرویز صاحب اور ان کے ہمنوا جیسے "مفکرین اسلام" کا کام ہو سکتا ہے۔

حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضہ کے جہاد کے متعلق ارشادات بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) "ایک زمانہ ایسا تھا کہ غیر قوم ہم پر حاکم تھی اور وہ امن پسند تھی۔ مذہبی معاملات میں وہ کسی قسم کا دخل نہیں

دیتی تھی۔ اس کے متعلق شریعت کا حکم یہی تھا کہ اس کے ساتھ جہاد جائز نہیں۔"

(ب) پہلا زمانہ گیا اور وہ زمانہ آگیا جس کے متعلق رسول کریم کی یہ حدیث صادق آتی ہے کہ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ وَعِرْضِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ جو شخص اپنے مال اور اپنی عزت کے بچاؤ کے لئے مارا گیا وہ شہید ہوتا ہے۔ بلکہ صرف مال اور عزت کا ہی سوال نہیں۔ حالات اس قسم کے ہیں کہ اگر کوئی خرابی پیدا ہوئی اور لڑائی پر نوبت پہنچ گئی تو وہ تباہی جو مشرقی پنجاب میں آئی تھی۔ شاید اب وہ ایران کی سرحدوں تک بلکہ اس سے بھی آگے نکل جائے"

(ج) "اب حالات بالکل مختلف ہیں۔ اب اگر پاکستان سے کسی ملک کی لڑائی ہو گئی تو حکومت کے ساتھ ہو کر ہمیں لڑنا پڑے گا اور حکومت کی تائید میں ہمیں جنگ کرنی پڑے گی......"

(د) جیسے نماز پڑھنا فرض ہے۔ اسی طرح دین کی خاطر ضرورت پیش آنے پر لڑائی کرنا بھی فرض ہے یہ کہنا کہ یہ دین کی خاطر جہاد نہیں۔ بالکل لغویات ہے۔" (رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۰ء)

(یہ اشارہ مودودی کے فتویٰ کی طرف ہے جبکہ انھوں نے جہادِ کشمیر حرام قرار دیا تھا۔ ناقل)

حکومتِ برطانیہ کی اطاعت اور اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ

یہ اور اس قسم کے اعتراضات اور الزامات کا ردّ تو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی تحریروں سے ہو چکا ہے۔ چونکہ پرویز صاحب دراصل حقیقت اعتراض نہیں کرتے بلکہ الزامات لگاتے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس لئے جہاں تک علمی سطح کے طور پر جوابات تھے وہ ہو چکے۔ اب صرف الزامات کے جوابات مشاہیر عالم کے فتاویٰ اور آراء سے پیش کرتا ہوں۔

تو سب سے پہلے مکرم پرویز صاحب کے پیر و مرشد جناب ڈاکٹر اقبال صاحب کے برٹش گورنمنٹ کی مدح سرائی میں سے چند منتخب اشعار اس جگہ نقل کرتا ہوں۔ جن سے قارئین کرام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پرویز صاحب کے پیر و مرشد بھی حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی زندگی میں انگریزوں کے مدح خواں تھے۔

ہم کسی صورت میں ڈاکٹر اقبال صاحب پر منافقت کا الزام نہیں لگاتے۔ اس لئے ان کی مدح سرائی حقیقت پر محمول کرتے ہیں ملکہ وکٹوریہ کا انتقال ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء کو ہوا۔ اتفاق سے اس روز عید الفطر تھی اس لئے ڈاکٹر صاحب نے کہا:۔ ؎

"آئی اِدھر نشاط اُدھر غم بھی آگیا
کل عید تھی تو آج محرم بھی آگیا"

اس شعر میں ملکہ وکٹوریہ کی وفات کو واقعہ کربلا شہادتِ امام حسین رضؓ سے تشبیہ دی گئی ہے ۔

"کہتے ہیں آج عید ہوئی ہے ہوا کرے
اس عید سے تو موت ہی آئے خدا کرے
اس روز رنج و غم سے تو آساں تھی یہی
محشر کی صبح ہو نہ گئی آشکار آج"

پھر فرماتے ہیں ۔

"دل کا تو ذکر کیا ہے کہ دل کا قرار بھی
سیماب کی طرح سے ہوا بے قرار آج
شعلہ سموم تھی یہ خبر کس کی موت کی
گلزار دل میں آکے لگی غم کے خار آج
اقلیم دل کی آہ شہنشاہ چل بسی
ماتم کدہ بنا ہے دل داغدار آج"

(باقیاتِ اقبال ص ۷۰ تا ۷۸)

پھر فرماتے ہیں :-

"اے ہند تیری چاہنے والی گزر گئی
غم ہیں ترے کراہنے والی گزر گئی
درد اجل کی تاک بھی کیسی غضب کی تھی
انگشتری جو دل کے نگینے کی تھی گئی
اے ہند تیرے سر سے اٹھا سایۂ خدا
اک غمگسار تیرے مکینوں کی تھی گئی"

پرویز صاحب ! مقابلہ کیجئے اپنے پیر و مرشد اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا برٹش گورنمنٹ کے ساتھ خلوص کا ۔

"دولی تھی جن کی شان سے ہر دل کی آبرو
وہ آج کر گئے ہیں جہاں سے سفر کہیں
اے کوہ نور تو نے تو دیکھے ہیں تاجور
دیکھا ہے اس طرح کا کوئی تاجور کہیں
دیتے ہیں تجھ کو دامنِ کہسار کی قسم
اس شان کا ملا ہے تجھے دادگر کہیں
بن کر چراغ سارے زمانے میں ڈھونڈنا
کمتا ہمیں بھی ایسا جو آئے نظر کہیں
تو کیا کسی نے گوہر جان تک نثار تھے
پیدا جہان میں جو تھے ہیرے اپنے بشر نہیں

ہلتا ہے جس سے عرش یہ رونا اسی کا ہے
زینت تھی جس سے تجھ کو جنازہ اسی کا ہے"
(باقیاتِ اقبال ص ۸۹-۹۰)

"مرحوم کے نصیب ثوابِ جزیل ہو
ہاتھوں میں اپنے دامنِ صبرِ جمیل ہو"
(ص ۹۱)

محترم پرویز صاحب! اور اپنے پیرو مرشد کا برٹش گورنمنٹ کی خدمت میں وفانامہ اور اطاعت نامہ جو انہوں نے مختلف تقریبات میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ سنیئے :-

" جو بزم اپنی ہے طاعت کے رنگ میں رنگین
تو درس گاہِ رموزِ وفا کی ہے تفسیر
اسی اصول کو ہم کیمیا سمجھتے ہیں
نہیں ہے غیرِ اطاعت جہاں میں اکسیر"

"ضیائے اوجِ سعادت ہو آشکار اپنا
کہ تاج پوش ہوا آج تاجدار اپنا
اسی کے دم سے ہے عزت ہماری قوموں کی
اسی کے نام سے قائم ہے اعتبار اپنا
اسی سے عہدِ وفا ہندیوں نے باندھا ہے

اسی کے خاکِ قدم پر ہے دل نثار اپنا"

"اخلاص بے غرض ہے صداقت بھی بے غرض
خدمت بھی بے غرض ہے طاعت بھی بے غرض
عہدِ وفا و مہر و محبت بھی بے غرض
تختِ شہنشہی سے عقیدت بھی بے غرض
جبتک چمن کی جلوۂ گل پر اساس ہے
جبتک فروغِ لالہ احمر لباس ہے
جبتک نسیمِ صبح عنادل کو راس ہے
جبتک کلی کو قطرۂ شبنم کی پیاس ہے
قائم رہے حکومتِ آئین اسی طرح
دبتا رہے چکور سے شاہین اسی طرح"

---

(۲) مولانا ظفر علی خان صاحب مرحوم ایڈیٹر "زمیندار" لاہور لکھتے ہیں :-

" اس مذہبی آزادی اور امن و امان کی موجودگی میں بھی اگر کوئی بدبخت مسلمان گورنمنٹ سے سرکشی کی جرأت کرے تو ہم ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں کہ وہ مسلمان مسلمان نہیں۔"

(اخبار زمیندار لاہور ۱۱ نومبر ۱۹۱۱ء)

"زمیندار اور اس کے ناظرین اور تمام وہ لوگ جو زمیندار
لٹریری حلقہ" اثر میں داخل ہیں، گورنمنٹ برطانیہ
کو سایۂ خدا سمجھتے ہیں ....
اور یہی حالت ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی ہے۔"

(زمیندار ۲۳ر نومبر ۱۹۱۱ء)

"اگر خدانخواستہ گورنمنٹ انگلشیہ کی کسی مسلمان
طاقت سے ان بن ہو جائے .... تو ایسی
حالت میں مسلمانوں کو اسی طرح سرکار کی طرف سے جلتی
آگ میں کود کر اپنی عقیدت مندی ثابت کرنی چاہیئے
جس طرح سرحدی علاقہ اور صومالی لینڈ کی لڑائیوں میں
مسلمان فوجی سپاہیوں نے اپنے مذہبی اور قومی
بھائیوں کے خلاف جنگ کر کے اس بات کا بار بار
ثبوت دیا ہے کہ اطاعت اولی الامر کے اصول کے
وہ کس درجہ پابند ہیں۔"

(زمیندار ۷ر اکتوبر ۱۹۱۱ء)

"بحیثیت جمعیۃ الاسلام کے آقا ہونے کے اس
گھٹا ٹوپ تاریکی میں امید کی کوئی روشن کرن نظر آتی
ہے تو وہ حضور جارج خامس شہنشاہ مخلد اللہ
ملکہم کی ذات برکات ہے جو نو کروڑ مسلمانوں

کے آقا ہونے کے لحاظ سے ہماری دستگیری پر منجانب
اللہ مامور کئے گئے ہیں۔"

(زمیندار ۲۸ر جولائی ۱۹۱۱ء)

"ہمیں ہمارا پاک مذہب بادشاہِ وقت کی اطاعت کا
حکم دیتا ہے۔ ہم کو سرکار انگلشیہ کے سایۂ عاطفت
میں ہر قسم کی دینی اور دنیوی برکتیں حاصل ہیں۔ ہم پر از
روئے مذہب گورنمنٹ کی اطاعت فرض ہے۔"

(زمیندار یکم نومبر ۱۹۱۱ء)

"ہم انگریزوں کے پسینہ کی جگہ خون بہانے کے لئے تیار
ہیں۔ زبانی نہیں۔ بلکہ جب وقت آئے گا۔ تو اس پر عمل
کر کے بھی دکھا دیں گے۔"

"ہماری کسی نظم کا مقصد اس سے زیادہ نہیں کہ مسلمانوں
میں جہاں ہمدردی بنی نوع، غیرت دینی، اخوت اسلامی
اتحاد ملی، مودت قومی کی مقدس ترین خصوصیات زندہ
ہو جائیں۔ وہاں اپنے بادشاہ کی اطاعت، حکومت
وقت کی جاں نثاری، سلطنت ابد مدت برطانیہ کے
ساتھ محبت کے ساتھ وہ ضروری اوصاف بھی بدرجہ
اتم موجود ہو جائیں جن کے بغیر ہندوستان کا مسلمان
اطاعت اولی الامر کے الہامی معیار میں اترنے کے

باعث کامل مسلمان نہیں کہلا سکتا۔"

(زمیندار ۹ نومبر ۱۹۱۱ء)

"خدایا یہ بے شک اسلامی حکومت ہے اس حکومت کا سایہ ہمارے سروں پر ابدالآباد تک قائم رکھ۔ خدا ہمارے شہنشاہ جارج خامس قیصر ہند کے عمر و اقبال سے ہمیں مستفیض ہونے کا موقع دے۔"

(زمیندار ۲ اکتوبر ۱۹۱۱ء)

شاہ فیصل کا اعلان

"إنكم ايها الاخوة الكرام مدعوون لترفعوا علم الجهاد في سبيل الله وليس الجهاد هو فقط حمل البندقة او تجريد السيف و انما الجهاد هو الدعوة الى كتاب الله وسنة رسوله والتمسك بها والمثابرة على ذلك مهما اعترضنا المشاكل او المصائب او المتاعب۔"

(ام القریٰ مکہ معظمہ ۲۴ اپریل ۱۹۶۵ء)

اے معزز بھائیو! تم سب کو جہاد فی سبیل اللہ کا علم بلند کرنے کے لئے بلایا گیا ہے۔ جہاد صرف بندوق

اٹھانے یا تلوار بے نیام کرنے کا نام نہیں بلکہ جہاد تو اللہ کی کتاب اور رسول مقبول ؐ کی سنت کی طرف دعوت دینے، ان پر عمل پیرا ہونے اور ہر قسم کی مشکلات، دقتوں اور تکالیف کے باوجود استقلال سے ان پر قائم رہنے کا نام ہے۔

"هؤلاء عليهم ان يقوموا بما يجب عليهم من خدمة دينهم واتباع ما امر الله سبحانه وتعالى ونحن لا ندعو هؤلاء الاخوان ان يثوروا في وجه دولهم وان يقوموا بما هو خارج عن النظام ولكن ان يحكموا كتاب الله وسنة رسوله فيما بينهم وفي نياتهم وعقائدهم وان يسالموا من سالمهم ولا يكونوا عنصراً هداماً او مخرباً۔"

(ام القریٰ۔ ۲۴ اپریل ۱۹۶۵)

ان (غیر مسلم حکومتوں میں رہنے والے مسلمانوں) پر جو خدمت دین اور اللہ تعالیٰ کے اوامر کی اتباع واجب ہے انہیں اسے ادا کرنا چاہیئے۔ ہم ان بھائیوں کو ہرگز یہ نہیں کہتے کہ اپنی حکومتوں کے نظام کے خلاف کھڑے

ہو جائیں اور بغاوت کریں۔ ہاں انھیں باہمی طور پر اپنے
عقائد اور نیتوں کی حد تک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور
سنت نبوی کو حکم ٹھہرانا چاہیئے۔ نیز جو حکومتیں انھیں
امن دیتی ہیں۔ انھیں ان سے صلح سے رہنا چاہیئے وہ
اپنے ممالک میں نظام کو توڑنے والے یا تخریبی عنصر ہرگز
نہ بنیں۔

مولانا زاہد الحسینی

"یہ جہاد بالقلم کا دور ہے۔ آج قلم کا فتنہ بڑا پھیل گیا ہے
آج قلم کے ساتھ جہاد کرنے والا سب سے بڑا مجاہد ہے"
(ماہنامہ "خدام الدین" لاہور۔ یکم اکتوبر ۱۹۶۵ء)

مولانا کرم دین آف بھیں (جہلم)

"امام مہدی ہماری دولت برطانیہ کا مقابلہ کیوں کریں گے
جبکہ کروڑوں مسلمان اس حکومت میں آرام پا رہے ہیں"
(اخبار "سراج الاخبار" ۱۱ر جون ۱۸۹۴ء)

شیعہ مجتہد علی الحائری

"ہم کو اس حکومت کے زیر سایہ رہنے پر فخر ہے۔ یہ صفات

جو اس حکومت میں پائی جاتی ہیں کسی دیگر حکومت میں
نہیں پائی جاتیں لہٰذا ہر شیعہ کو صمیم قلب سے اس
برٹش گورنمنٹ کا احسان مند اور شکر گزار رہنا چاہیئے"
(موعظہ تحریف قرآن۔ اپریل ۱۹۲۳ء ص ۶۷-۶۸)

مولوی محمد حسین بٹالوی

"سرکار انگریزی کی اطاعت واجب!"
(جہاد کی منسوخی کا رسالہ بنام الاقتصاد فی مسائل الاجتہاد (کتاب
ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۲۹)
"مکہ معظمہ کی تعظیم کرنا۔ اطاعت اور عقیدت غرض
مذہبی ہے اور اس حکومت کے لئے دعا سلامت و
حفاظت و برکت۔"
(اشاعۃ السنہ جلد ۹۔ ص ۲۲۹)

مفتیان مکہ معظمہ

"حنفی، شافعی، مالکی، مفتیان نے ہندوستان کو
دار الاسلام قرار دیا ہے۔"
کتاب "سید عطاء اللہ شاہ بخاری" مؤلفہ
شورش کاشمیری ص ۱۳۱)

مولوی محمد حسین بٹالوی

"اس گورنمنٹ سے لڑنا یا ان سے لڑنے والوں کی مدد کرنا صریحاً غدر اور حرام ہے۔"

(اشاعۃ السنہ جلد ۹ نمبر ۱۰ صفحہ ۳۰۸/۴۸)

"اہلِ اسلام ہندوستان کے لئے گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت و بغاوت حرام ہے۔"

(اشاعۃ السنہ جلد ۶ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۸۷)

"بھائیو! اب سیف کا وقت نہیں رہا اب تو بجائے سیف قلم ہی سے کام لینا ضروری ہوگیا ہے۔"

(اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ نمبر ۱۲ صفحہ ۳۶۵)

مولانا شبلی نعمانی

"مسلمان جس حکومت کے زیرِ سایہ رہیں۔ اس حکومت کے وفادار اور اطاعت گزار رہیں بموجب تعلیم قرآن حدیث۔ فقہ۔" (مقالاتِ شبلی جلد اول صفحہ ۱۷۱)

مولانا سید نذیر حسین دہلوی

"جبکہ شرطِ جہاد معدوم ہے۔ تو جہاد کرنا معصیت ہے"

(فتاوٰی نذیریہ جلد ۴ صفحہ ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴ و صفحہ ۳۹۷)

"قارئین کرام! مکرم پرویز صاحب نے جتنے الزامات جن الفاظ کے پیشِ نظر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ پر لگائے ہیں۔ انہیں الفاظ میں مندرجہ بالا فتووں سے آپ کے سامنے ہیں۔ اس سے پرویز صاحب کی قرآن فہمی اور فتنہ پردازی ظاہر ہے۔ جماعت احمدیہ علیٰ وجہ البصیرت قرآن کریم کی روشنی میں ہی ایک اصول رکھتی ہے اور اس اصول میں کسی وقت اور کسی صورت میں منافقت نہیں برتتی۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کا نظریہ جہاد کے متعلق واضح ہے۔ جو قرآن کے عین مطابق ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

"وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝"

یعنی اللہ کی راہ میں انہی لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو (یعنی جارحانہ اقدام نہ کرو) خدا تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

مکرم پرویز صاحب نے جہاد کی منسوخی کا الزام لگاتے ہوئے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کے مندرجہ ذیل اشعار بھی نقل کئے ہیں:۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آگیا مسیحؑ جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبیؐ کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(بحوالہ "ختم نبوت" صفحہ ۹۵)

ان اشعار کے بعد والے اشعار مکرم پرویز صاحب نے نقل نہیں کئے اور قصداً چھوڑ دیئے کیوں؟ اس لئے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کے مذکورہ ارشاد میں جو کچھ کہا گیا ہے ان کا آئندہ اشعار میں ماخذ بتایا گیا تھا اور مکرم پرویز صاحب کو اسی ماخذ سے دشمنی ہے۔ بلکہ وہ اصل دین کے برخلاف اپنا نیا دین پیش کر رہے ہیں۔ ان اشعار کے بعد کے اشعار یہ ہیں:-

"کیوں چھوڑتے ہو لوگو! نبیؐ کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو
کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سیدِ کونین مصطفیٰؐ
عیسیٰ مسیحؑ جنگوں کا کر دے گا التوا۔" ـــ الخ

ان اشعار میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ جہاد (جنگوں) کے التواء کا اعلان فرما رہے ہیں۔ نہ کہ یکسر منسوخ کر رہے ہیں اور اس کا ثبوت پچھلے صفحات میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بیانات ہیں۔ بہرحال جہاد، حکومت برطانیہ کی اطاعت، اور اولی الامر منکم، انگریزی سلطنت سپر ہے ایسا کسی اسلامی حکومت میں ممکن نہیں۔ وغیرہ۔ لایعنی الزامات کی تردید ہم ہر مکتبِ فکر کے مشاہیر، علماء و فضلاء اہلِ قلم کے آراء اور فتاویٰ سے کر چکے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ طلوعِ اسلام کے اپنے بیان دربارہ براءت سر سید احمد خان صاحب اور ان کے پیر و مرشد ڈاکٹر اقبال کے مرثیات اور اطاعت و وفاداری برٹش گورنمنٹ سے متعلق اشعار ان اعتراضات کے رد کے لئے کافی ہیں جن سے ان الزامات کی لغویت ظاہر ہے۔

واضح رہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ نے مطابق حدیث جنگوں والے جہاد کے ملتوی ہونے کے متعلق اعلان فرمایا ہے اور یہ التوا اس لئے ضروری تھا کہ انگریزوں سے پہلے سکھوں نے جس قسم کے مظالم ڈھائے تھے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ یہاں تک کہ اذان تک دینے نہیں دیتے تھے اور مسلمانوں کے مکاتیب اور مدارس تباہ کر دیئے تھے۔ اور مسلمان گویا آگ کی بھٹی میں جل رہے تھے کہ ایسی حالت میں انگریزوں کا پنجاب پر قبضہ ہو گیا اور انہوں نے مسلمانوں کو اپنے مذہب پر پوری

طرح آزادی دے دی اور مسلمانوں کی جان میں جان آ گئی۔ اور انھوں نے انگریزوں کی آمد کو سایۂ رحمت سمجھا۔ جہاد کی شرائط معدوم ہو گئیں اس لئے امام الزمانؑ نے اپنے دعویٰ مسیح موعودؑ کے بعد صحیح بخاری کی حدیث نبویؐ کے مطابق فرمایا کہ اب سے دینی لڑائی ہماری طرف سے قطعاً موقوف ہے۔ یعنی ہم کبھی اس میں ابتداء نہیں کریں گے لیکن یہ موقوفی التواء کا حکم رکھتی ہے۔ اگر مخالفین اسلام نے کبھی مذہبی لڑائی چھیڑ دی تو جہاد کا حکم عود کر آئے گا۔ پس جہاد کے حقیقی تنسیخ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ سوال یہ تھا کہ جہاد اس زمانہ میں کیا جائے یا نہیں اور جائز ہے یا حرام؟ سو اس زمانہ میں تمام علماء اسلام انگریزوں سے جہاد کو حرام قرار دے رہے تھے کیونکہ جہاد کی شرائط موجود نہ تھیں۔ اس لیے بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ نے بحیثیت مسیح الزمانؑ کے جہاد کے اپنی طرف سے قطعی موقوف کر دینے یعنی ملتوی ہونے کا اعلان فرما دیا اور فرمایا:-

"اِنَّ وُجُوْہَ الْجِهَادِ مَعْدُوْمَةٌ فِیْ هٰذَا الزَّمَنِ وَهٰذِهِ الْبِلَادِ"

کہ جہاد کی شرائط اس زمانہ میں اور اس ملک میں معدوم ہیں۔

اور کتاب نور الحق میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ نے جس کا حوالہ پہلے دیا گیا ہے فرمایا

"اگر دشمن کی طرف سے تلوار اُٹھے گی تو ہماری طرف سے بھی تلوار اٹھائی جائے گی ورنہ نہیں"۔ جس طرح نماز کے لئے وضو کرنا ضروری ہے لیکن پانی نہ ملنے پر تیمم کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ لہٰذا جب تک پانی نہ ملے تو وضو کرنے کا حکم موقوف یعنی ملتوی رہے گا اور جب پانی ملے تو وضو کرنے کا حکم عود کر آئے گا۔ یہی صورت جہاد کے حکم کی ہے اور اسی وجہ سے شاہ احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہم نے سکھوں سے جہاد بالسیف کیا۔ لیکن انگریزوں سے نہیں لڑے اور ان سے جہاد نہیں کیا اور ان دونوں نے اپنے قول و عمل سے یہ واضح فرمایا کہ انگریزوں سے لڑنا طرفین کا خون بلاوجہ بہانا ہے۔ کیونکہ انگریز ہمارے مذہبی اور دینی امور میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں کرتے لہٰذا اس کے ساتھ جہاد کرنے کی کوئی وجہ شرعی نہیں

(ملاحظہ ہو "سوانح احمد" صفحہ ۷۲، ۱۲۲۔ مرتبہ مولوی محمد جعفر تھانیسری)

جہادِ کشمیر کے وقت امام جماعت احمدیہؓ کی طرف سے احمدیوں کو اس لڑائی میں شریک ہونے کی ہدایت تھی۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ نے جہاد قطعی منسوخ قرار دیا ہوتا تو عملاً ان کا خلیفہ کشمیر میں لڑائی کو جہاد قرار نہ دیتا۔ اور نہ احمدی اس میں شریک ہوتے۔ حضرت

خلیفۃ المسیح کا مجلس شوریٰ کے موقع پر بیان پچھلے صفحات میں مفصل طور پر درج کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر اقبال صاحب، مولانا ظفر علی خان صاحب اور دیگر علماء و فضلاء نے ملکہ وکٹوریہ، جارج خامس برطانیہ کی حکومت کو تمام مسلمانوں کے لئے ازروئے شرع اسلام اولی الامر قرار دیا ہے تو اگر حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ نے انگریزوں کو صرف جسمانی اولی الامر منکم قرار دیا نہ کہ روحانی تو اس پر اعتراض کرنے کا پرویز صاحب کو کیسے حق پہنچتا ہے؟

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب "ضرورۃ الامام" صـ۲۳ پر وضاحت فرمائی ہے۔ اس اقتباس کو مکرم پرویز صاحب صرف پیش کرتے ہیں مگر پھر آنکھیں بند کر کے اعتراض کرتے ہیں۔ عبارت یہ ہے:-

"اولی الامر سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزمان ہے اور جسمانی طور پر جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو اور اس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل ہو سکے وہ ہم میں سے ہے۔ اس لئے میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں۔"

(ضرورت الامام صـ۲۳)

خود کاشتہ پودا

پرویز صاحب اس عنوان کے تحت الزام لگاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ نے جماعت احمدیہ کو انگریزوں کا خود کاشتہ قرار دیا ہے یہ صریحاً افتراء ہے۔ جماعت احمدیہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے۔ اگر یہ کوئی انسانی منصوبہ ہوتا اور انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہوتا تو یہ کبھی کا کالعدم ہو جاتا اور اکناف عالم میں اس کی جڑیں نہ پہنچتیں۔ گورنمنٹ برطانیہ کے سامنے پیش کردہ جس درخواست کی عبارت پرویز صاحب نے نقل کی ہے۔ اس میں درمیان نقطے دے کر دست برد سے کام لیا ہے۔ چنانچہ پرویز صاحب قطع و برید کر کے لکھتے ہیں:-

"یہ التماس ہے کہ سرکار دولتمدار کے آگے.........

(نقطے ڈال کر لکھا ہے.......) اس خود کاشتہ کی نسبت

نہایت حزم و احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے۔"

نقطے دے کر یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کو اس جگہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس جگہ مسیح موعودؑ کے خاندان کا ذکر ہے جس کو خود کاشتہ کہا گیا ہے مگر حقیقت چھپانے سے چھپ نہیں سکتی۔ چنانچہ اگلے ہی فقرہ میں پرویز صاحب سے بھول ہو گئی اور ان کے قلم سے خاندان کا لفظ لکھا گیا ہے اور اس کی بجائے نقطے ڈالنے رہ گئے ہیں۔ چنانچہ وہ عبارت یوں ہے:

"اور اپنے ماتحت حکام کو ارشاد فرمائے کہ وہ بھی اس
خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا
لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص
عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔"

یعنی مجھے اور میری جماعت کو بے وفا نہ سمجھیں اس درخواست کا پس منظر یہ ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے گورنمنٹ میں یہ مخبری کی کہ مرزا صاحب کے ارادے حکومت کے خلاف ہیں اور یہ مہدی سوڈانی سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کو اس جھوٹ سے پردہ اٹھانے کے لئے گورنمنٹ کو یہ درخواست دینا پڑی جس میں آپ نے اپنے خاندان کی سابقہ خدمات بیان کیں اور گورنمنٹ کو توجہ دلائی کہ اس خاندان کو اس کی خدمات کی وجہ سے خود حکومت نے عزت دی تھی اس لئے اس کے بارے میں گورنمنٹ کو حزم و احتیاط سے کام لینا چاہیئے میں اسی خاندان کا ایک فرد ہوں اس لئے میری جماعت کس طرح بے وفا ہو سکتی ہے۔ ہاں آگے چل کر آپ نے ایک فقرہ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ ایک ایسی جماعت ہے کہ سرکاری انگریزی کی نمک پروردہ اور نیک نامی حاصل کردہ اور مورد رحمت گورنمنٹ ہے۔ نمک پروردہ کا لفظ جماعت کے لئے اس لئے استعمال کیا گیا کہ اس زمانہ میں اسی جماعت کے بہت سے افراد گورنمنٹ کے ہی ملازم تھے

جو آپ کی تعلیم کے خلاف بے وفا نہیں ہو سکتے تھے۔

انگریزی سلطنت سپر ہے

پرویز صاحب! براہ کرم گزشتہ صفحات میں اپنے پیر و مرشد اور دیگر علماء و فضلا اور اہل قلم کے بیانات ملاحظہ فرمائیں۔
اسلام کی یہ ہدایت ہے کہ:-

"مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ"
یعنی جس کسی نے اپنے محسن کا شکریہ ادا نہیں کیا
گویا اس نے خدا کا شکریہ بھی ادا نہیں کیا۔

کیونکہ کسی انسان کا کسی کے ساتھ احسان کرنا خدا کی طرف سے احسان ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کا انگریزوں کی حکومت کو سپر کہنا بالکل درست اور صحیح ہے۔

پرویز صاحب تو یہ چاہتے ہیں کہ اس وقت بھی جماعت احمدیہ کے خون سے ہولی کھیلی جاتی جس طرح ان کی آنکھوں نے خود دیکھا تو ان کا دل ٹھنڈا ہو جاتا۔ آفرین ہے! پرویز صاحب آپ کے مسلمان ہونے پر آپ کی قرآن دانی پر اور آپ کی انسانیت نوازی پر۔ جس کے متعلق خدائے بزرگ و برتر فرماتا ہے۔

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ"

کہ بنی آدم بوجہ بنی آدم ہونے کے قابلِ احترام اور
قابلِ اکرام ہے

لیکن یہ گلہ تو اس سے کیا جانا مناسب ہے جو قرآن کو اپنے مطلب کے مطابق نہ ڈھالتا ہو۔ دیکھئے آپ کے پیرِ مرشد ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں :-

"اے ہند ترے سر سے اٹھا سایۂ خدا"

(باقیاتِ اقبال)

شرم کیوں آتی ہے؟

پرویز صاحب اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں :-

"حکومت برطانیہ کی اس حد تک خوشامد ایک ایسی حرکت تھی۔ جس کے احساس سے اور تو اور مرزا صاحب کے متبعین کو بھی شرم آنے لگ گئی"

واضح ہو کہ ہر جماعت میں نوجوان بھی ہوتے ہیں۔ بڑے بوڑھے بھی۔ سمجھدار بھی، ناسمجھ بھی۔ عالم بھی اور سطحی دماغ والے بھی۔ جذباتی بھی اور سنجیدہ بھی۔ اس لئے اگر کسی نوجوان نے جذبات اور ماحول سے مغلوب ہو کر جو پس منظر اور حقیقت سے بے خبر تھا یہ کہا ہو کہ اس قسم کی باتوں سے ہمیں ندامت ہوتی ہے تو اسے بطور استہزاء کے پیش کرنا پرویز صاحب کی پست دماغی کا ثبوت

ہے۔ حکومت کے سامنے حقیقتِ حال بیان کرنا اور مخبروں کی یاوہ گوئی کو طشت از بام کرنا خوشامد نہیں کہلائی جا سکتی۔

جماعت احمدیہ اس اصول کی سختی سے پابند ہے کہ حکومتِ وقت کی وفادار رہے۔ انگریزوں کے خلاف تحریک چل پڑی اور کانگریس اٹھ کھڑی ہوئی اور مسلمان بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور جماعت نے اس میں حصہ نہ لیا کیونکہ اس میں بغاوت کی بو آتی تھی اس لیئے ماحول سے متاثر ہو کر بعض نوجوانوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ جب انگریزوں کے خلاف تحریکیں اٹھ رہی ہیں تو ہم ان کے کیوں وفادار بنے رہیں۔ اور ان تحریکوں میں شامل نہ ہوں۔ پس دوسروں کے ان نوجوانوں کو شرم دلانے کی وجہ سے اور ان کی نادانی اور صحیح حقیقت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے اگر بعض نوجوانوں نے کہا کہ ہمیں شرم اور ندامت محسوس ہوتی ہے تو حضرت خلیفۃ المسیح رض نے انہیں سمجھایا کہ مسیح موعودؑ کی تعلیم میں کوئی شرم کی بات نہیں۔

بہرحال بعض احمدی نوجوانوں کی طبیعت کا غیر احمدی سوسائٹی سے متاثر ہو جانا اور اس کا ذکر کرنا اور پھر پرویز صاحب کا اس کو دلیل قرار دینا کوئی حقیقت شعاری نہیں کہلائی جا سکتی۔

جاسوس جماعت

اس عنوان کے تحت پرویز صاحب نے ایک

عبارت نقل کی ہے۔ یہ دکھانے کے لئے کہ گویا احمدیہ جماعت حکومت کی جاسوس جماعت ہے۔ حالانکہ اس عبارت میں حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ اس حقیقت کو واضح فرماتے ہیں کہ :۔

"جماعت احمدیہ کا سیاسی مسلک ایک مقررہ شاہراہ ہے جس سے وہ کبھی اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتی اور وہ حکومتِ وقت کی فرمانبرداری اور امن پسندی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کے رسول دنیا کو امن دینے کے لئے نہیں آتے تو وہ یقیناً دنیا کے لئے رحمت نہیں کہلا سکتے۔ بعض لوگوں نے سلسلہ احمدیہ کی اس تعلیم سے یہ دھوکا کھایا ہے کہ شاید جماعت احمدیہ حکومت ہند سے ساز باز رکھتی ہے۔......... اور اس کا تعلق حکومت برطانیہ کی جاسوس جماعت سے ہے۔"

(الفضل مورخہ ۲ اپریل ۱۹۳۴ء بحوالہ "ختم نبوت" صفحہ ۲۰۶)

حضرت خلیفۃ المسیح تو یہ فرماتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کا یہ ایک اصول ہے جس پر وہ سختی سے کاربند رہنے کی پابند ہے۔ اور وہ حکومت وقت کی فرمانبرداری ہے اس کی وجہ سے جماعت کو انگریزوں کی جاسوس جماعت سمجھنا غلط ہے۔

بہرحال حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ غیروں کے الزام کی تردید

فرماتے ہیں اور پرویز صاحب اس سے احمدیوں کے انگریزی حکومت کے جاسوس ہونے کا نتیجہ نکالتے ہیں۔

مرزا صاحب کے بعد

یہ بھی پرویز صاحب کی کتاب کا ایک عنوان ہے اس عنوان کے تحت پرویز صاحب نے ذیل کا اقتباس درج کیا ہے۔ جو احمدیوں کے خلاف مالابار کی ایک تحریک سے متعلق ہے۔ وہ اقتباس یہ تھا۔

"ڈپٹی کمشنر نے یہ حکم دیا کہ اب اگر "احمدیوں" کو کوئی تکلیف ہوئی تو مسلمانوں کے جتنے لیڈر ہیں ان سب کو نئے قانون کے تحت ملک بدر کر دیا جائے گا۔"

(انوار خلافت" صفحہ ۹۶، ۹۷ بحوالہ ختم نبوت صفحہ ۲۰۵)

گویا پرویز صاحب کو یہ ناپسند ہے کہ اس وقت کی حکومت نے اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے کیوں ٹھوس اقدامات کئے۔ یہ ہے پرویز صاحب کا اعتراض اور ان کا اندرونہ!

قارئین کرام! آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارے خلاف کس قسم کے اعتراضات کئے جاتے ہیں اور پرویز صاحب کیسی غیر قرآنی وغیر اسلامی ذہنیت رکھتے ہیں اور مزید برآں اس ضمن میں ایک دوہری بے تکی بات پیش کرتے ہیں۔ ایک طرف جاسوسی اور خوشامد کا

الزام اور دوسری طرف حکومت کا تختہ الٹ دینے کا الزام دیتے ہیں
بہرحال قارئین اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ پرویز صاحب کے اعتراضات مکمل طور پر سطحی ہیں۔ کبھی مسلم لیگی ہونے کا الزام اور کبھی کانگریسی جماعت کا الزام ۔ پرویز صاحب کو چاہیئے کہ اتنا تو سوچیں کہ وہ اس قسم کی تحریرات اور اعتراضات سے اپنا نام و نمود نہیں بڑھا سکتے اور نہ اس قسم کے غیر معقول اعتراضات سے کسی کی ساکھ بڑھ سکتی ہے۔ آخر دیکھنے والے بھی تو کچھ دماغ اور ضمیر رکھتے ہیں۔

مسلمانوں کو بیت المقدس بھی نہیں مل سکتا

اس عنوان کے تحت پرویز صاحب حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کا یہ اقتباس درج کرتے ہیں :-

" اگر یہودی اس لئے بیت المقدس کی تولیت کے مستحق نہیں کہ وہ جناب مسیح اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کے منکر ہیں۔ اور عیسائی اس لئے غیر مستحق ہیں کہ انھوں نے خاتم النبیین کی رسالت و نبوت کا انکار کر دیا ہے تو یقیناً غیر احمدی بھی مستحق تولیت بیت المقدس نہیں ۔ کیونکہ یہ بھی اس زمانے میں مبعوث ہونے والے

خدا کے ایک اولوالعزم نبی کے منکر اور مخالف ہیں۔ اور اگر کہا جائے کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت ثابت نہیں تو سوال ہوگا ۔ کن کے نزدیک ؟ اگر جواب یہ ہو کہ نہ ماننے والوں کے نزدیک۔ تو اسی طرح یہود کے نزدیک مسیح اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اور مسیحیوں کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت بھی ثابت نہیں اگر منکرین کے فیصلہ سے ایک "نبی" غیر نبی ٹھہر سکتا ہے تو کروڑوں عیسائیوں اور یہودیوں کا اجماع ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منجانب اللہ نبی اور رسول نہ تھے ۔ پس اگر ہمارے غیر احمدی بھائیوں کا یہ اصل درست ہے ۔ کہ بیت المقدس کی تولیت کے مستحق تمام نبیوں کے ماننے والے ہی ہو سکتے ہیں تو ہم اعلان کرتے ہیں کہ احمدیوں کے سوا خدا کے تمام نبیوں کا مومن اور کوئی نہیں۔"

(اخبار "الفضل" ۲ر نومبر ۱۹۲۱ء بحوالہ ختم نبوت ص۲۱۴)

یہ اقتباس اپنے منطوق میں خود واضح ہے جب یہ اصول ہو کہ بیت المقدس کی تولیت کا حق ان لوگوں کو ہے جو سب انبیاء کو ماننے والے ہوں تو اس لحاظ سے تو احمدی ہی اس کی تولیت کے حقدار ہیں نہ کہ یہودی عیسائی یا غیر احمدی مسلمان کیونکہ یہ سب مسیح موعودؑ کی نبوت کے منکر ہیں

باب ہفتم

تحریف فی القرآن کے الزام کا پس منظر

لاہوری جماعت

قارئین کرام! باب ہذا پرویز صاحب نے لاہوری جماعت کے لئے وقف کیا ہے لیکن اس باب میں صرف دو اعتراضات ہیں جن کے جواب باقی ہیں۔ ان میں سے پہلا بہتانِ عظیم تحریف فی القرآن ہے۔ اس اعتراض کو پرویز صاحب نے اپنی عادت کے مطابق انتہا تک بڑھا کر پیش کیا ہے جس طرح کہ مقدمہ بہاولپور کو اپنے نام و نمود کو ظاہر کرنے کی غرض سے پیش کیا ہے۔ اس اعتراض کو مفصل طور پر پیش کرنا ضروری ہے تاکہ قارئین پرویز صاحب کے اس اعتراض اور اس کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

قرآن کریم میں نسخ کا مسئلہ اہلِ اسلام میں جزوِ ایمان کی حد تک پہنچا ہوا مسئلہ تھا بلکہ اب بھی ہے کوئی کہتا تھا کہ قرآن کریم کی پانچصد

آیات منسوخ ہیں۔ کوئی کہتا تھا۔ قرآن کریم کی دو صد آیات منسوخ ہیں محدث دہلویؒ نے صرف پانچ آیاتِ قرآنیہ کی منسوخی کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ تشریف لائے اور فرمایا کہ قرآن کریم کی کوئی ایک آیت بھی منسوخ نہیں اور قرآن کریم کے تمام احکام ابتداء بسم اللہ کی باء سے لے کر سورۃ الناس کے آخری حرف س تک تا قیامت واجب العمل ہیں۔ اور یہ عظیم الشان کارنامہ تھا۔ اور ہے جسے پرویز صاحب کو بہ نظر تحسین دیکھنا چاہیئے تھا مگر وہ اس پر الٹا اعتراض کرنے لگ گئے ہیں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ تحریف فی القرآن کے گناہِ عظیم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اس الزام کا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کی طرف منسوب کرنا ظلم عظیم ہے

اپنے اس بہتانِ عظیم اور ظلم عظیم کو درست ثابت کرنے کے لئے پرویز صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کا ایک نامکمل اقتباس پیش کیا ہے۔ پرویز صاحب لکھتے ہیں:۔

"قرآنِ کریم میں محدث کا لفظ تک نہیں آیا۔ جب مرزا صاحب پر یہ اعتراض کیا گیا کہ محدث کا کوئی ذکر قرآن کریم میں نہیں۔ آپ یہ دعویٰ کیسے کرتے ہیں تو انھوں نے فرمایا۔ آپ لوگ کیوں قرآن شریف میں غور نہیں کرتے؟ اور کیوں سوچنے کے وقت غلطی

کھاتے ہیں؟ کیا آپ صاحبوں کو خبر نہیں کہ صحیحین سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کے لئے بشارت دے چکے ہیں کہ اس امت میں بھی پہلی امتوں کی طرح محدّث پیدا ہوں گے اور محدّث بہ فتح دال وہ لوگ ہیں جن سے مکالمات ومخاطبات الٰہیہ ہوتے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ ابن عباسؓ کی قرأت میں آیا ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ وَّلَا مُحَدَّثٍ (آخر تک) پس اس آیت کی رو سے بھی جس کو بخاری نے بھی لکھا ہے۔ محدّث کا الہام یقینی اور قطعی ثابت ہوتا ہے جس میں دخل شیطان کا قائم نہیں رہ سکتا۔"

(براہین احمدیہ مصنفہ بانئ سلسلہ احمدیہ بحوالہ ختم نبوت ص۲۴۲-۲۴۳)

آگے پرویز صاحب اپنی دھوکہ دہی اور فریب کو مضبوط بناتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"آپ نے غور فرمایا کہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ کی تائید میں کون سی آیت پیش کرتے ہیں۔ وہ نہیں جو مصحف عثمانی میں ہے (یعنی اس قرآن مجید میں جو مسلمانوں میں مروج ہے اور جس کے متعلق ہمارا ایمان ہے کہ وہ

حرفاً حرفاً وہی جیسے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کو دیا۔ اور رسول اللہؐ نے امت کو) بلکہ قرأت ابن عباس والی آیت۔"

(ختم نبوت ص۲۴۳)

قارئین کرام! یہ اعتراض جیسا کہ ظاہر ہے اس میں نمایاں طور پر پرویز صاحب دھوکہ دے رہے ہیں۔ گو ویسے تو ان کی اکثر کتاب فریب اور تلبیس سے پُر ہے ہاں بعض مسائل علمی رنگ کے بھی ہیں۔ اب میں سب سے پہلے پرویز صاحب کے اس جھوٹ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جبکہ وہ کہتے ہیں:-

"جب مرزا صاحب پر یہ اعتراض ہوا کہ محدث کا کوئی ذکر قرآن میں نہیں"

یہ الفاظ صریحاً غلط ہیں۔ پرویز صاحب کے اپنے گھڑے ہوئے ہیں کیونکہ کوئی پرویز یا پرویزی اس وقت نہیں تھا کہ وہ یہ سوال کرتا کہ محدّث کا کوئی ذکر قرآن کریم میں نہیں۔ اس وقت تو محمدی اسلام اعتقاداً رائج تھا۔ پرویزی اسلام والے نہیں تھے اس لئے اگر سوال ہوتا بھی ہو تو یہی ہوتا کہ "محدّث" کے متعلق اسلام میں کیا کچھ دلائل ہیں؟ اور ظاہر ہے کہ اسلام عبارت ہے قرآن کریم، سنت رسولؐ اور حدیث نبویؐ سے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ اعتراض پرویز صاحب کا بالکل بے بنیاد اور اتہام ہے کہ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے قرأت ابن عباسؓ

کو بحیثیت متنِ قرآن کے پیش کیا ہے۔ یہ بہتان ہے، ظلمِ عظیم ہے لاہوری فریق کے اخبار "پیغامِ صلح" نے اسی وقت اس کا جواب یہ دیا تھا کہ :-

"اس سے ظاہر ہے کہ ان نسخوں میں مندرجہ آیات کو آیاتِ قرآنی قرار نہیں دیا گیا بلکہ اختلافِ قرأت کہا گیا ہے۔"

(پیغامِ صلح" ۲۳ جنوری ۱۹۷۴ء)

یہ جواب ایک متلاشی حق کے لئے کافی و شافی تھا لیکن جو شخص اس بات پر تلا ہوا ہو کہ جیسے بھی ہو۔ "میں نہ مانوں" اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد "پیغامِ صلح" نے یہ لکھا کہ :-

"اور یہ اختلافِ قرأت کیا ہے؟ اس کو آیاتِ قرآنی کی تعبیر و تفسیر ہی کہا جا سکتا ہے۔"

پرویز صاحب نے "پیغامِ صلح" کے اس جملہ کے پیشِ نظر اپنے دوسرے پرچہ "طلوعِ اسلام" میں آسمان سر پہ اٹھایا اور گزشتہ سے روایات پیش کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ "پیغامِ صلح" کا یہ جواب اس قدر خلافِ حقیقت اور فریب انگیز تھا کہ مجھے اس کی تردید میں ایک مبسوط مقالہ لکھنا پڑا۔ اور "پیغامِ صلح" کو ابجد خواں تک کہہ دیا۔

پرویز صاحب کی پیش کردہ روایات اور مبسوط مقالہ کے متعلق بعد میں لکھا جائے گا۔ فی الحال یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پرویز صاحب "پیغامِ صلح" کے اس جواب پر کہ اختلافِ قرأت سے مراد تعبیر و تفسیر ہی ہو سکتا ہے۔ بڑے سیخ پا ہوئے ہیں۔ حالانکہ حدیثِ نبوی میں قرأتِ ثانیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تعبیر و تفسیر کی حیثیت ہی رکھتی ہے۔

پرویز صاحب چونکہ منکرِ حدیث ہیں وہ اگر اس کو تحریف فی القرآن قرار دیں جو مسلمانوں کے نزدیک مسلّم حدیث ہے تو ان کا حملہ مسیح موعودؑ پر نہیں خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ہو گا پس ہمارے نزدیک اس حدیث سے تحریف فی القرآن لازم نہیں آتی۔ بلکہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے محدّث ہو کر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو کر قرآنِ عظیم کے نصوص صریحہ اور سنت اللہ اور دیگر احادیثِ نبویہ سے ثابت کر چکنے کے بعد "قراءت ابن عباس" والی روایت پیش کی ہے اور اس حدیث کو بھی جس کو قرأتِ ابن عباس کہتے ہیں۔ ان مسلمانوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ جو احادیثِ نبویہ کو مانتے ہیں۔ اگر مسلمان احادیث کو یا اس روایت کو تسلیم کرنے والے نہ ہوتے تو حضرت اقدس ان کے سامنے اس روایت کو پیش نہ کرتے۔ ان کے لئے ضروری تھا کہ مسلمانوں کو ان کے مسلمات سے قائل کرنے کی کوشش کرتے۔

قارئین کرام! بعض احادیث اور تفسیر کی کتابوں میں کچھ ایسی روایتیں بھی آتی ہیں جنہیں آیاتِ قرآنیہ کا "قرأتِ ثانیہ" قرار دیا جاتا ہے لیکن ان کی حیثیت اصل آیاتِ قرآن کی نہیں ہوتی بلکہ ان کی حیثیت اس حدیث کی ہوتی ہے جو بمنزلہ تفسیر آیات قرآنیہ ہوتی ہے۔ لہٰذا جس طرح احادیث پر جرح و تعدیل ہو سکتی ہے اسی طرح ان روایات سے بھی یہی سلوک ہو سکتا ہے۔ اگر تنقید کے لحاظ سے کوئی روایت صحیح پائی گئی تو وہ قبول کی جائے گی۔ ورنہ ردّ کر دی جائے گی۔ بہر حال ہم احمدی اس قسم کی روایات کو جرح و تعدیل سے بالا نہیں سمجھتے۔ قرأتِ ثانیہ کا مسئلہ اہل سنت والجماعت کا مسلّمہ مسئلہ ہے جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کو بھی مسلّم ہے۔

پس اگر کوئی قرأتِ ثانیہ کسی آیت کی قرآن مجید کی روح کے خلاف نہ ہو تو اسے پرویز صاحب کی طرح کا منکرِ حدیث ہی تحریف فی القرآن قرار دے سکتا ہے۔

پرویز صاحب نے اس باب کو لاہوری شاخ جماعت احمدیہ کی طرف منسوب کر کے قائم کیا ہے ان کی ضروری باتوں کا جواب جو ہم سے متعلق تھیں ہم پہلے دے آئے ہیں لیکن اس جگہ میں یہ لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ پرویز صاحب نے جس طرح ہمارے عقائد کو نہیں سمجھا اور ان کو غلط رنگ میں پیش کیا ہے اسی طرح وہ لاہوری شاخ کے عقیدہ کو بھی نہیں سمجھے اور اس پر غلط طریقہ سے بحث کی ہے

بہر حال بات اس وقت پرویز صاحب کے اختلافِ قرأت کو "تحریف فی القرآن" قرار دینے کے متعلق چل رہی ہے۔

پرویز صاحب ازروئے ظلم حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کی طرف یہ امر منسوب کرتے ہیں کہ حضرتِ اقدسؑ اس قرأتِ ثانیہ کو اصل قرآن جانتے ہیں اور اس کو بطور اصل کے شمار کرتے ہیں اور دنیا کو وہ یہ تاثر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کی کتاب "براہین احمدیہ" سے مندرجہ بالا ادھوری اور سیاق بریدہ عبارت پیش کر کے دینا چاہتے ہیں۔ جس کا اصل حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اگر وہ اس سے پہلی عبارت کو پیش کر دیتے تو وہ یہ اعتراض نہیں کر سکتے تھے جو انہوں نے کیا ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ نے "محدّث" سے مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کے ثبوت کی بنیاد قرآن کریم کی نصوص صریحہ اور سنت اللہ پر رکھی ہے۔ چنانچہ پرویز صاحب کی طرف سے پیش کردہ سیاق بریدہ عبارت سے پہلے آپؑ تحریر فرماتے ہیں :-

"ماسوا اس کے میں پوچھتا ہوں کہ کیا خدا تعالیٰ کا قرآن کریم میں اس بارہ میں شہادت دینا تسلی بخش امر نہیں ہے۔ کیا اس نے صحابہ کرامؓ کے حق میں نہیں فرمایا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" پھر جس حالت میں خدا تعالیٰ اپنے پاک

صلعم کے صحابہ کو امم سابقہ سے جمیع کمالات میں
بہتر و بزرگ تر ٹھہراتا ہے اور دوسری طرف بطور
مشتے نمونہ از خروارے امتوں کے کاملین کا حال
بیان کر کے کہتا ہے کہ مریم صدیقہ والدۂ عیسیٰؑ اور
ایسا ہی والدۂ حضرت موسیٰؑ اور نیز حضرت مسیحؑ کے
حواری اور نیز خضر جن میں سے کوئی بھی نبی نہ تھا
یہ سب ملہم من اللہ تھے اور بذریعہ وحی اعلام اسرار
غیبیہ سے مطلع کئے جاتے تھے تو اب سوچنا
چاہیئے کہ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ کیا اس سے
یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امت محمدیہ کے کامل متبعین
ان لوگوں کی نسبت بدرجہ اولیٰ ملہم و محدّث
ہونے چاہئیں کیونکہ وہ حسب تصریح قرآن
شریف خیر الامم ہیں۔ آپ لوگ کیوں قرآن
شریف میں غور نہیں کرتے اور کیوں سوچنے کے
وقت غلطی کھا جاتے ہیں۔ کیا آپ صاحبوں کو
خبر نہیں کہ صحیحین سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم اس امت کے لئے بشارت دے
چکے ہیں کہ اس امت میں بھی پہلی امتوں کی طرح
محدّث پیدا ہوں گے اور محدّث بہ فتح دال وہ

لوگ ہیں۔ جن سے مکالمات و مخاطبات الٰہیہ ہوتے
ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ ابن عباس کی قرات
میں آیا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ
رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ وَّلَا مُحَدَّثٍ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰى
اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا
يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ پس
اس آیت سے بھی جس کو بخاری نے بھی لکھا ہے
محدّث کا الہام یقینی اور قطعی ثابت ہوتا ہے
جس میں دخل شیطان کا قائم نہیں رہ سکتا۔"

(براہین احمدیہ" حصہ چہارم صفحہ ۵۴۷-۵۴۸ حاشیہ در حاشیہ ۴
مصنفہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ)

پس حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی اس مکمل عبارت اور بیان
سے صاف ظاہر ہے کہ آپ مسئلہ زیر بحث از روئے قرآن
ثابت کر رہے ہیں۔ چنانچہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ
لِلنَّاسِ آیت قرآنیہ پیش کر کے امت محمدیہ کو سابق امم سے
بہترین امت ثابت کر رہے ہیں اور بعد ازاں حضرت مریم صدیقہ
اور والدہ حضرت موسیٰ، مسیح کے حواری اور حضرت خضر جن
سے مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ صریحاً قرآن کریم میں مذکور ہے کا ذکر کرتے
ہیں اور اسی سنت مستمرہ کو امت محمدیہ میں قرآن کریم سے

یہی ثابت شدہ حقیقت بتاتے ہیں اور بعد ازاں صحیحین (بخاری و مسلم) سے ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کے لئے بشارت دے چکے ہیں کہ اس امت میں بھی پہلی امتوں کی طرح محدث ہوں گے۔ اور بعد ازاں ابن عباس کی زیر بحث قرأت ثانیہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اس ترتیب استدلال سے ظاہر ہے کہ روایت ابن عباس کو آخر میں آیت قرآنیہ، سنت اور احادیث نبویہ کی بطور تائید مزید کے پیش کیا ہے ورنہ اگر اس روایت قرأت ابن عباس کو حضرت اقدسؑ اصل آیت قرآنی سمجھتے تو یہ روایت بذاتہٖ اس قدر مفصل اور واضح ہے کہ اس کی موجودگی میں اتنے لمبے چوڑے بیان کی کوئی ضرورت نہ تھی اور مسئلہ زیر بحث کو ثابت کرنے کے لئے یہی ایک روایت کافی شافی تھی۔ لیکن حضرت اقدسؑ نے اس روایت کو زیادہ سے زیادہ حدیث کے مرتبہ پر سمجھ کر پیش کیا ہے۔ بہرحال جماعت احمدیہ قرآنی آیت کی مندرجہ قرأت ابن عباس کو خبر ابن عباس یا حدیث کی حد تک تسلیم کرتی ہے۔ اور اس روایت کو پرویز صاحب کی پیش کردہ کسی وضعی قرأت والی روایت پر قیاس نہیں کر سکتی۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی پیش کردہ قرأت ولا محدث والی کو علامہ جلال الدین السیوطی نے اپنی تفسیر درّ منثور میں نقل کیا ہے چونکہ روایت ہٰذا کے مضمون کی تائید قرآن کریم کی دیگر آیات اور احادیث نبویہ سے بھی ہوتی ہے لہٰذا اس روایت کو کسی غلط اور وضعی روایت پر قیاس کرنا درست نہیں۔

پس حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اس روایت کو حدیث کے درجہ پر رکھ کر چشم بینا کے لئے اعتراض کا موقع ہی نہیں دیا۔ لیکن پرویز صاحب ازراہ تعصب آنکھیں بند کر کے تحریف فی القرآن کا الزام ایسے شخص پر لگاتے ہیں۔ جس کے اہم کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے نسخ فی القرآن کے مسئلہ تک کو رد کر دیا ہے جو شخص نسخ فی القرآن تک کا قائل نہیں۔ اس پر تحریف فی القرآن کا الزام ظلم عظیم اور چاند پر تھوکنے کے مترادف ہے۔

دوسرا مسئلہ اس باب میں ذکر کردہ حضرت عیسیٰ کے متعلق ہے جس کا ذکر پرویز صاحب یوں بیان کرتے ہیں:۔

"احمدی حضرات (بالخصوص لاہوری احمدی) بڑے فخر سے دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت کر کے کسر صلیب کر دی ہے۔ یعنی عیسائیت کو ختم کر دیا ہے۔ انہیں کیا علم کہ مسیحی دنیا میں "کسر صلیب" کا کام کب سے شروع ہے اور خود یورپ کے مفکرین، مؤرخین اور محققین نے اس پر کس کس انداز سے ضربیں لگائی ہیں۔ زیادہ نہیں تو نیٹشے کی Anti Christ مارکس کے رفقا میں سے فیورباخ کی Essence of Christianity کا مطالعہ کر لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ انہوں

نے جس انداز سے (انجیل میں پیش کردہ عیسائیت ہی
نہیں بلکہ خود عیسائیت کے بانی کی معاذ اللہ) دھجیاں
بکھیری ہیں۔ مرزا صاحب کا تصور بھی اس حد تک نہیں
پہنچ سکتا۔ ان سے آگے بڑھیئے تو رینان کی Life
of Jesus. اور برٹرینڈ رسل کی Why I am
not a christian. دیکھئے تو ان میں
ایک ایک صفحہ پر صلیب کے ٹکڑے بکھرے ہوئے نظر
آئیں گے۔ آپ وفاتِ مسیحؑ کہتے ہیں۔ عیسائی دنیا
کے محققین (عیسائی لٹریچر کے مطالعہ کے بعد) یہاں
تک کہنے لگ گئے ہیں کہ مسیحؑ نام کی کوئی تاریخی شخصیت
ہی نہیں۔ محض افسانہ ہے۔ وغیرہ وغیرہ"

(ختم نبوت ص ۲۶۶)

چونکہ میں بحیثیت جماعت احمدیہ قادیان کے ایک فرد کے لاہوری
شاخ کی احمدیہ جماعت کے اس محضر میں بھی شامل ہوں کہ حضرت مرزا
صاحبؑ نے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت کر کے صلیب پاش پاش
کر دی ہے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ پرویز صاحب کی اس
ضمنی بحث کا بھی جائزہ لیا جائے۔

پرویز صاحب نے جن اکابرین کا اوپر ذکر کیا ہے۔ مجھے ان کا
کوئی علم نہیں۔ لیکن یہ دیکھ کر میرا ایمان پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہوا

ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ واقعی صادق مامور من اللہ اور مسیح موعود
ہیں کیونکہ ہم حدیثوں میں دیکھتے ہیں کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دجالیت حضرت مسیح موعودؑ
کے ذریعہ ختم ہو گی لیکن یہ دجالیت نمک کی طرح خود پگھلتی جائے گی۔
اس دجالیت کو ختم کرنا آسان کام نہ تھا۔ جب تک کہ خدا کی قدرت کاملہ
شاملِ حال نہ ہو۔ پس یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ وہ آثار ظاہر ہوتے
جا رہے ہیں کہ صلیب خود یورپ کے ہاتھوں ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی ہے
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چودہ سو سالہ پرانی خبر یاد آ جاتی ہے کہ
صلیب کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا مسیح موعودؑ کے زمانہ اور اس کے ہاتھ سے
مقدر ہے۔ کیونکہ دجال کو قتل کرنا حضرت عمر فاروقؓ کا کام نہ تھا۔ دجال
کے قتل کا زمانہ مسیح موعودؑ کا زمانہ تھا۔ پس الحمد للہ کہ اس حد تک پرویز صاحب
تسلیم کر چکے ہیں۔

پرویز صاحب نے ان تصنیفات کی تاریخ تصنیف نہیں لکھی۔ میرا
یقین ہے کہ ان کتابوں کی تاریخ تصنیف یقیناً حضرت بانی سلسلہ احمدیہ
کی تحقیق کے بعد کی ہو گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی غالباً ایسے
لوگوں کی تصنیفات سے آگاہ ہو کر فرمایا: ؎

"آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع!
ہو رہے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار"

قارئین کرام! عیسائیت کی بنیاد حضرت عیسیٰؑ کے کفارہ اور ان کے ابن اللہ ہونے پر ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کی دلیل یہ دیجاتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ تا حال زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ چنانچہ عیسائی دنیا کہتی ہے:۔

"باقی تمام پیوند خاک ہوگئے مگر وہ (مسیح ناصری) زندہ ہے اور ابد تک زندہ رہے گا۔ اہل اسلام کے مسلمات کی بناء پہ وہی ایک زندہ جاوید ہے۔ تو قرآن کریم کہتا ہے۔ ما یستوی الاحیاء ولا الاموات (سورۃ فاطر) یعنی زندے اور مردے برابر نہیں۔ پس لاریب وہ افضل ہے۔ تمام کائنات سے۔"

(رسالہ مسیح کی شان صفحہ ۳۰ پنجاب ریلجس سوسائٹی لاہور)

مشہور پادری زد یمبر لکھتے ہیں:۔

"فاذا ایماننا ھذا خطأ کانت مسیحیتنا بجملتھا باطلۃ"

(الالسنۃ العجیب فی فخر الصلیب مطبوعہ مصر صفحہ ۱۶)

یعنی کہ جب ہمارا ایمان حضرت عیسیٰؑ کے صلیب پر مرنے کے متعلق غلط ثابت ہو جائے تو ہماری مسیحیت کلی طور پر باطل قرار پائے گی۔

یہ انھوں نے صحیح لکھا ہے کیونکہ عیسائیت کی بنیاد ہی اس بات پر ہے

کہ یسوع مسیح صلیب پر مر کر اس کی صلیبی موت پر ایمان لانے والوں کے لئے کفارہ ہو گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

"اب وقت آگیا ہے کہ عیسائیت زیر زمین دفن ہوگی اور دنیا کا آئندہ مذہب دین اسلام اور پیشوا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔"

اور خدا سے علم پاکر یہ اعلان فرمایا کہ:۔

"ان کے مذہب (عیسائیت) کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابن مریمؑ کو غلط طور پر آسمان پر بٹھایا گیا ہے۔ اس ستون کو مطابق تصریح قرآن کریم پاش پاش کردو۔ پھر نظر اٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے اور قرآن کریم کے دلائل قاطعہ سے اس امر کو ثابت کرو کہ عیسیٰ ابن مریمؑ اپنی طبعی موت سے فوت ہو چکے ہیں اور اس کی صلیبی موت اور اس کا کفارہ ہونا قطعی طور پر دھوکہ اور فریب ہے۔"

بہر حال عیسائی دنیا کے اکابرین کی طرف سے عیسائیت سے بیزاری حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا پرویز صاحب کی زبانی درحقیقت اقرار ہے اور اسی طرح حضرت مسیح ناصریؑ کی حیات و وفات قابل وقعت نہ سمجھنا ان کی لاعلمی اور قرآن سے دوری کا ثبوت ہے۔

باب ہشتم

آئینی پوزیشن

اس باب میں پرویز صاحب نے اپنے تمام سقوات کو دہرایا ہے۔ جن کے مکمل اور مفصل جوابات دیئے جا چکے ہیں۔



باب نہم

مقامِ نبوّت

باب نہم میں پرویز صاحب لکھتے ہیں:۔

"ہم نبوت کی حقیقت اور ماہیت کو تو نہیں جان سکتے۔ لیکن قرآن کریم نے مقامِ نبوت کا جو تصور پیش کیا ہے وہ اس قدر عظیم اور بلند ہے۔ کہ ساری کائنات اس کے سامنے جھکی ہوئی نظر آتی ہے۔ میں نے اس سلسلہ میں اپنی کتاب "معراجِ انسانیت" کے آخری باب میں لکھا ہے۔

نبوت کا مقام اس قدر عظیم المرتبت ہے کہ اس کے تصوّر سے روح میں بالیدگی، نگاہوں میں بصیرت خون میں حرارت، بازوؤں میں قوت، ماحول میں درخشندگی، ذہن میں جلا، قلب میں روشنی، فضا میں تابندگی، اور کائنات کے ذرہ ذرہ میں زندگی کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔ نبی کا پیغام انقلاب آفرین، دین و دنیا کی سرفرازیوں اور سربلندیوں کا امین ہوتا

ہے۔ وہ مُردوں کی بستی میں صورِ اسرافیل پھونک دیتا ہے۔ اس سے قوم کے عروقِ مفلوج میں پھر سے خونِ حیات رقص کرنے لگ جاتا ہے۔ وہ اپنی ملّت کو زمین کی پستیوں سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے اور ان کے ایک ہاتھ میں زمین کی خلافت اور دوسرے میں آسمان کی بادشاہت دے دیتا ہے۔ وہ اپنی ہوش ربا تعلیم اور محیرالعقول عمل سے باطل کے تمام ز‌نگ ہائے کہنہ کی بنیادیں اکھیڑ کر آئینِ کائنات کو ضابطۂ خداوندی پر متشکّل کر دیتا ہے۔ اس لئے زندگی ایک نئی کروٹ لیتی ہے آرزوئیں آنکھیں ملتی ہوئی اٹھتی ہیں۔ ولولے جاگ پڑتے ہیں۔ ایمان کی حرارتیں دلوں میں سوز اور جگر میں گداز پیدا کرتا ہے۔ روح کی مسرتوں کے چشمے اُبلتے ہیں۔ قلب و جگر کی نورانیت کی سوتیں پھوٹتی ہیں۔ تازہ امیدوں کی کلیاں چٹکتی ہیں۔ زندہ مقاصد کے غنچے چٹکتے ہیں اور اس خوش بخت قوم کا صحن چمن داماں صد باغبان و کفِ ہزار گلفروش کا فردوسی منظر پیش کرتا ہے۔ حکومتِ الٰہیہ کا قیام اس کا نصب العین اور قوانینِ خداوندی کا نفاذ اس کا

منتہیٰ ہوتا ہے۔ جب اس کے ہاتھوں خدا کی بادشاہت کا تختِ اجلال بچھتا ہے تو باطل کی ہر طاغوتی قوت پہاڑوں کے غاروں میں منہ چھپاتی پھرتی ہے۔ جور و استبداد کے قصرِ فلک بوس کے کنگرے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ طغیان و سرکشی کے آتش کدے ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھیوں کی قدوسی جماعت کے ساتھ اعلائے کلمۃ الحق کے لئے باہر نکلتا ہے تو فتح و ظفر اس کی رکاب چومتی ہے۔ شوکت و حشمت اس کے جلو میں چلتی ہے۔ سرکش اور خود پرست قومیں اس کے خدائے واحد القہار کا کلمہ پڑھتی ہیں اور خدا اور اس کے فرشتے ان انقلاب آفریں ملکوتی کارناموں پر تحسین و تبریک کے پھولوں کی بارش کرتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ"

(ختمِ نبوت ص۲۹۱-۲۹۲)

یہاں پر اہوارِ قلم کو کچھ آرام دے کر دوبارہ سوار ہوتے ہیں:-

"مقامِ نبوت تو ایک طرف شمعِ نبوی سے اکتساب ضیا کرنے والے مردِ مومن کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اس کی نگاہوں سے قوموں کی تقدیریں بدل جاتی ہیں ایک اللہ کے سوا کسی کا خوف اس کے دل تک نہیں

پہنچ سکتا۔ دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں اس کی شمشیر جگر دار کے سامنے لرزہ براندام ہوتی ہیں۔ اس کی قوتِ بازو حکومتِ خداوندی کے تمکن و بقا کی ضامن ہوتی ہے وہ قوانینِ خداوندی کا عملاً نفاذ کرتا ہے۔ یہ وہ "مجدد" ہوتا ہے جس کی قوتِ ایمانی اور بصیرت عرفانی سے محمد رسول اللّٰہ والذین معہ کے عہد سعادت مہد کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ یہ وہ "مسیحا" ہوتا ہے۔ جس کے اعجاز نفس سے مردہ قوم میں ازسرِ نو زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ یہ وہ "مہدی" ہوتا ہے۔ جو خود اللّٰہ کے صراطِ مستقیم پر گامزن ہو کر ساری دنیا کے لئے ہدایت و رشادت کا نمونہ بن جاتا ہے یہی وہ مرکز ہوتا ہے جس کے گرد ایسی جماعت کا دائرہ کھنچ جاتا ہے۔ جس کے متعلق فرمایا کہ:-

یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللّٰہ ولا یخافون لومۃ لائم......(۵۴)

اللّٰہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللّٰہ سے، وہ مومنوں کے سامنے جھکے ہوئے اور مخالفین کے مقابل میں غالب ہوتے ہیں۔ اللّٰہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور کسی

ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنے والے"

(ختم نبوت صفحہ ۲۹۳-۲۹۴)

"قارئین کرام! یہ ہے مقامِ نبوت اور شمعِ نبوی سے اکتسابِ ضیا کرنے والے مردِ مومن کی کیفیت کا تصور۔ جسے پرویز صاحب نے اپنی تصنیفِ لطیف "معراجِ انسانیت" کے آخری باب میں لکھا ہے۔ اس کے علاوہ کتاب "ختم نبوت" ہذا میں حاشیہ آرائی مستزاد ہے۔ مگر یہ واضح ہو کہ نبوت کا یہ تصور پرویز صاحب کی شگفتہ بیانی تو ضرور ہے لیکن یہ تصور صرف تصور ہی ہے کیونکہ ہر نبی کے زمانہ میں علی وجہ الکمال ایسا وقوع میں نہیں آیا۔

قارئین کرام! جب سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ نے دعویٰ کیا ہے۔ اس وقت سے لے کر ان کو اور ان کی جماعت کو آج تک کس کس انداز میں دکھ دیا گیا۔ ان کے نیک ارادوں میں روڑے اٹکائے گئے، اور اٹکائے جا رہے ہیں۔ موجودہ حالات کی تفصیل جس میں جماعت کو دوچار کیا گیا۔ ان کی مالوں سے جائیدادوں، ان کی جانوں سے، ان کی عزت و ناموس سے ہولی کھیلی گئی۔" عیاں را چہ بیاں" یہ تمام ناگفتہ بہ واقعات کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہ کیا ہے؟ اور یہ کیوں ہے؟ اور یہ بد سے بدتر حالات برداشت کرنا کیوں ہے۔

پرویز صاحب! اگر آپ کے دل میں ذرہ بھی انصاف کا مادہ ہو

تو آپ کا دل شہادت دے گا کہ یہ وہی عرفان مقام نبوت ہی تو ہے جس نے روح میں بے پناہ قوت، نگاہوں میں دور اندیشی خون میں مقام نبوت کے لئے پینے کی برداشت ہے۔ یہ وہی عرفان مقام نبوت ہے۔ یہ وہی مقام نبوت کی مقناطیسی کشش کا نتیجہ ہے۔ جو باوجود ہر قسم کی تخویف و ترہیب کے مقام نبوت کے عارفین مقام نبوت کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔ جان دینا بخوشی قبول ہے۔ لیکن ان کے قدموں میں ذرہ لغزش نہیں آتی۔ آپ گھراؤ اور جلاؤ کے واقعات بچشم خود دیکھ چکے ہیں۔ کچھ دیرینہ واقعات پیش خدمت ہیں۔ جن سے ظاہر ہو گا کہ عارفان مقام نبوت نے کس قدر خوشی اور بطیب خاطر ہر قسم کی ذلت و رسوائی اور آخر کار شہادت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب مرحوم شہید اور ان کے ساتھی۔ کس بیدردی سے وہ شہید کئے گئے۔ ان کی استقامت اور عزم اور ایمان ان میں سے ایک شہید ہونے والے کی زبان سے سنیئے۔ فرماتے ہیں:۔

"اے خدا من از تو استدعا درین زندان کنم
جان فدائے دین کنم سر و رہت قرباں کنم
من نمی خواہم کہ از زنداں مرا بیرون کنی
بلکہ می خواہم کہ بر اسلام جان قرباں کنم
مقصدم اعلائے دین است و مراکن کامیاب

نقش صدق احمدیت بر دل افغاں کنم
چوں نمی ترسم ز کشتن پس چرا خواہم نجات
بلکہ خونم قطرہ قطرہ در رہت افشاں کنم
گر قضائے تو بر مرگم رفتہ باشد راضی ام
تا کہ ذرات وجودم در رہت بریاں کنم
استقامت بخش تا ثابت قدم باشم بہ مرگ
تا کہ حسب بیعت خود من وفا پیماں کنم
بیشتر از پیشتر یا رب مرا اخلاص دہ
تا ازاں من از دیاد لذت ایماں کنم
مومن باللہ باشم امت خیر الرسل
جان فدا بر احمد موعود ہم قرآں کنم
چوں بہ کابل جمع گردد بہر رجمم مجمعے
صدق کیش احمدیت را بخوں اعلاں کنم
آنچناں ثابت قدم باشم دراں باران سنگ
تا بہ استقلال خود اعدائے خود حیراں کنم
وقت قتل جنگ باشد در من و شیطان من
یاورم باشم کہ من مفتوح آں میداں کنم
جسم گر مغلوب گردد روح من آزاد باد
تا بیک پرواز سوئے جنت رضواں کنم

آنچہ در وقتِ شہادت کردہ بُد عبداللطیف
اندریں آواں ہماں من نعمت اللہ خاں کنم "

پرویز صاحب! یہ کون تھے۔ یہ نعمت اللہ خان تھے۔ یہ صاحبزادہ عبداللطیف تھے۔ یہ حضرت مولوی عبدالرحمان تھے۔ یہ مولوی عبدالحلیم صاحب تھے۔ یہ حضرت قاری مولوی نور علی صاحب تھے شہدائے احمدیت رحمۃ اللہ علیہم تھے۔ مسیح موعودؑ کے فدائی۔

پرویز صاحب لکھتے ہیں:—

" مردِ مومن کی کیفیت یہ ہوتی ہے۔ کہ اس کی نگاہوں سے قوموں کی تقدیریں بدل جاتی ہیں "

کیا پرویز صاحب کی یہ تعریف مردِ مومن کی جامع و مانع ہے۔ موجودہ وقت میں تو ہندو کی نگاہوں سے بھارت کی تقدیر بدل گئی۔ بنگلہ دیش وجود میں آیا۔ پرویز صاحب یوں ہی سبز باغ دکھا رہے ہیں۔

پرویز صاحب نبوت کا تصور دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:—

" دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں اس کی شمشیرِ جگردار کے سامنے لرزہ براندام ہوتی ہیں۔ اس کی قوتِ بازو حکومتِ خداوندی کے تمکن و بقا کی ضامن ہوتی ہے "

مگر موسیٰؑ کی قوم کا ذکر قرآن کریم میں اس طور پر بیان ہوا ہے:—

" یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤی

اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ۝ قَالُوْا یٰمُوْسٰۤی اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ ۖ وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۝

(المائدہ: ۲۲-۲۳)

ترجمہ: (موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا) اے میری قوم! تم اس پاک کی ہوئی زمین میں داخل ہو جاؤ۔ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ رکھی ہے اور اپنے پیٹھوں کے رخ نہ لوٹ جانا ورنہ تم نقصان اٹھا کر لوٹو گے انھوں نے جواب دیا کہ اے موسیٰ! (اس ملک) میں یقیناً ایک سرکش قوم رہتی ہے اور جب تک وہ لوگ اس میں سے نہ نکل جائیں۔ ہم اس میں ہرگز ہرگز داخل نہ ہوں گے۔ ہاں اگر وہ اس میں سے نکل جائیں تو ہم یقیناً داخل ہو جائیں گے۔

" قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۝ وَ عَلَی اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ قَالُوْا یٰمُوْسٰۤی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا

مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝

(المائدہ : آیت ۲۴-۲۵)

ترجمہ: تب جو لوگ اللہ سے ڈرتے تھے ان میں سے دو شخصوں نے (ہارونؑ اور موسیٰؑ) جن پر اللہ نے احسان کیا تھا۔ انہیں کہا کہ تم ان پر (حملہ آور ہو کر) ان کے خلاف چڑھائی کرتے ہوئے اس دروازہ میں داخل ہو جاؤ۔ جب تم اس میں داخل ہو جاؤ گے تو تم یقیناً غالب آ جاؤ گے۔ اور اگر تم مومن ہو۔ تو اللہ پر ہی توکل کرو۔ انہوں نے کہا کہ اے موسیٰؑ! جب تک وہ لوگ اس میں ہیں۔ ہم اس زمین میں کبھی بھی داخل نہ ہوں گے۔ تو اور تیرا رب دونوں جاؤ۔ ان سے جنگ کرو۔ ہم اسی جگہ بیٹھے رہیں گے۔

ان واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ پرویز صاحب کا قرآنی علم بالکل محدود ہے۔ پرویز صاحب نے جو خصوصیات اپنے تصور میں پیش کی ہیں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تو متحقق ہیں۔ لیکن وہ نبوت و رسالت مطلقہ کی خصوصیات نہیں ہیں۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے نبی کی خصوصیات مندرجہ ذیل بیان کی ہیں:-

"دنیا میں ہر جنس اور ہر نوع کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں۔ جن کے سبب سے وہ اپنے غیر سے ممتاز ہوتی ہے وہ خصوصیات ایسی ہوتی ہیں۔ جن سے اس جنس اور نوع کی کوئی فرد خالی نہیں ہوتی۔ اسی طرح نبوت کی بھی کچھ نہ کچھ خصوصیتیں ہیں جو اس کے لئے بمنزلہ حقیقت کے ہیں۔ چنانچہ دنیا میں جس قدر پیغمبر کسی نہ کسی قوم اور کسی نہ کسی زمانہ میں آئے ہیں وہ ان خصوصیات سے ہمیشہ ممتاز ہوئے ہیں مثلاً یہ کہ خدا نے کسی نہ کسی طرح ان کو اپنے کلام و ارشاد سے مفتخر، اور اپنے احکام سے مطلع فرمایا ہے۔ ان کے ادراک و احساس کی قوتوں کو اس قدر بلند کیا کہ عام انسانوں کو جو چیزیں نظر نہیں آتیں۔ ان کو نظر آتی ہیں۔ عام بشر جن آوازوں کو نہیں سن سکتے وہ ان کو سنائی دیتی ہیں۔"

(سیرۃ النبیؐ جلد سوم صفحہ ۲۹۳ مصنفہ سید سلیمان ندوی)

پھر لکھتے ہیں:-

"ان حقائق میں سے اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ زور وحی اور نزول ملائکہ پر دیا ہے۔ ہر جگہ رسول اور نبی کی گویا تعریف ہی یہی ہے کہ ایک ایسا انسان

جس کو خدا نے اپنی پیغمبری کے لئے منتخب کیا ہو اور اس پر وحی نازل کی ہو۔"

(سیرۃ النبی جلد سوم ص ۲۹۳ مصنفہ سید سلیمان ندوی)

پرویز صاحب! یہ ہے مقام نبوت کا حقیقی تصور یعنی تعریف

اس کے بعد پرویز صاحب نے مقام نبوت کے تصورات سے اکتساب ضیاء کرنے والے مرد مومن کے متعلق خصوصیات قرآنی آیت جلیلہ پر ختم کر دیئے ہیں:۔

"يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ" (۵/۵۴)

ترجمہ: اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے، وہ مومنوں کے سامنے جھکے ہوئے اور منافقین کے مقابل میں غالب ہوتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنے والے۔

اس آیت کریمہ کے چار حصے ہیں:۔

(۱) يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۔ یعنی خدا ان سے محبت کرتا ہے اور وہ خدا سے۔

(۲) اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۔ یعنی مومنوں کے سامنے وہ جھکے ہوتے ہوتے ہیں اور منافقین کے مقابل میں غالب ہوتے ہیں۔

(۳) يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ یعنی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوتے ہیں۔

(۴) وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۔ یعنی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنے والے

آیت کریمہ ہذا کے ہر حصے کے متعلق یہ جائزہ لینا ہے کہ یہ کس جماعت پر چسپاں ہوتا ہے۔ تو سب سے پہلے "يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ" "خدا ان سے محبت کرتا ہے اور وہ خدا سے محبت کرتے ہیں۔"

قارئین کرام! خدا سے محبت کرنے کا ہر جماعت اور ہر فرد مدعی ہے۔ کوئی مذہبی فرد یا جماعت ایسی نہیں جو یہ کہے کہ ہماری خدا کے ساتھ محبت نہیں۔ لہٰذا اس حصہ کا تجزیہ مشکل ہے۔ باقی رہی خدا کی محبت کسی فرد یا جماعت کے ساتھ۔ سو اس حصہ کا اگر صحیح تجزیہ کیا جائے تو "یحبونہ" کا تجزیہ خود بخود سمجھ میں آسکے گا۔ آج مذہبی دنیا میں جو لوگ خدا پر ایمان اور یقین کے دعویدار ہیں ان میں سے اکثر جو یہ عقیدہ اور ایمان نہیں رکھتے کہ خدا بندوں سے کلام کرتا ہے۔ ہندو کہتا ہے کہ اب خدا کسی سے باتیں نہیں کرتا۔ یہودی کہتے ہیں کہ اب خدا کسی سے باتیں نہیں کرتا۔

عیسائی کہتے ہیں کہ اب خدا کسی سے باتیں نہیں کرتا۔
انہی کی طرح پرویز صاحب کہتے ہیں کہ اب خدا کسی سے باتیں نہیں کرتا۔
احمدی مسلمان کہتے ہیں کہ خدا جس طرح پہلے اپنے مقدسین سے باتیں کرتا تھا اب بھی کرتا ہے اور ہر زمانہ میں کرتا رہے گا۔ ہاں یہ باتیں شریعت کاملہ بصورت قرآن مجید کے موجود ہونے کی وجہ سے شریعتِ جدیدہ پر مشتمل نہ ہوں گی۔ محبت کی اعلیٰ ترین نشانی خدا کی ہمکلامی ہے۔ اگر خدا کسی سے بات ہی نہیں کرتا اور نہ کسی سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے تو وہ خدا سے کسی مزید مہربانی کی توقع کیسے رکھ سکتا ہے؟ علاوہ ازیں خدا کا باتیں نہ کرنا تو خدا کی ناراضگی کا ثبوت ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے:-

(۱) "قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ" ۲۳/۱۰۹
یعنی خدا کفار سے کہے گا۔ جاؤ ذلیل ہو کر دوزخ میں جاؤ اور میرے ساتھ بات نہ کرو۔

(۲) "وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" ۲/۱۷۵
یعنی خدا کفار سے قیامت کے دن بات نہیں کرے گا۔

پس ظاہر ہے کہ خدا کا کسی سے بات نہ کرنا خدا کی ناراضگی کا ثبوت ہوتا ہے اور چونکہ خدا فرماتا ہے اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۲/۲۵۸ یعنی اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو مومن ہیں۔ لہٰذا وہ دوست کیسے ہوا جو بات بھی نہ کرے؟

پس يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ۔ آیت مذکورہ میں خدا کی ہمکلامی خدا کی محبت کا ثبوت ہے۔

پرویز صاحب اب نزولِ وحی کے قائل نہیں۔ لہٰذا وہ دنیا کے سامنے یہ ثبوت پیش نہیں کر سکتے کہ خدا تعالیٰ مسلمانوں سے محبت رکھتا ہے لیکن مسیح موعودؑ کے ذریعہ آپ پر وحی نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ ثبوت دیا ہے کہ وہ نیک لوگوں سے اسی طرح کلام کرتا ہے جیسے وہ پہلے کرتا آیا ہے۔ چنانچہ پچھلی تیرہ صدیوں میں بھی امتِ محمدیہ میں ایسے ہزاروں اولیاء ہوئے ہیں جو مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف تھے اور ان کے الہامات قرآن مجید کے من جانب اللہ ہونے پر گواہ تھے۔

دوسرا حصہ اس آیت کا اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ہے۔ جماعت احمدیہ اس کی پوری مصداق ہے۔

تیسرا حصہ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ہے اس زمانہ میں جماعت احمدیہ ہی جہادِ کبیر کر رہی ہے۔ باقی سب مسلمان قرآن مجید کی دعوت اور اس کی اشاعت سے بے نیاز ہیں۔ بلکہ آپ جیسے علماء انھیں جہاد کا یہی مفہوم بتاتے ہیں کہ وہ کافروں سے بھڑ پڑیں۔ حالانکہ خود انھیں ایسا کرنے کی کبھی توفیق بھی نہیں ملتی۔ جماعت احمدیہ کو جب جہاد بالسیف کی ضرورت پیش آئی تو اس نے ملک کی اس ضرورت کو بھی "فرقان فورس" بنا کر پورا کر دیا۔ اس زمانہ کا اصل جہاد تبلیغ اسلام ہے جو اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کے حصے میں ہی آیا ہے

ایک شہادت پیش خدمت ہے:۔

" جماعت احمدیہ کا ایک وسیع تبلیغی نظام ہے۔ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ مغربی افریقہ، مارشیس اور جاوا میں بھی ——— اس کے علاوہ برلن، شکاگو اور لندن میں بھی ان کے تبلیغی مشن قائم ہیں۔ ان کے مبلغین نے خاص کوشش کی ہے کہ یورپ کے لوگ اسلام قبول کریں۔ اور اس میں انھیں معتدبہ کامیابی ہوئی ہے۔ ان کے لٹریچر میں اسلام کو اس شکل میں پیش کیا جاتا ہے کہ جو تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے باعث کشش ہے۔ اس طریق پر نہ صرف غیر مسلم بھی ان کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ بلکہ ان مسلمانوں کے لئے بھی یہ تعلیمات کشش کا باعث ہیں جو مذہب سے بیگانہ ہیں۔ یا عقلیات کی رو میں بہہ گئے ہیں۔ ان کے مبلغین ان کے حملوں کا دفاع بھی کرتے ہیں۔ جو عیسائی معاندین نے اسلام پر کئے۔"

(انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا مطبوعہ ۱۹۴۷ء جلد ۱۲ صفحہ ۱۷۱ - ۲)

پرویز صاحب! جماعت احمدیہ پر کیچڑ اچھالنے سے کچھ نہیں بنتا۔ ع

"ایں سعادت بزور بازو نیست"

۵ صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

چوتھا حصہ آیت متذکرہ کا لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ ہے کہ مومنین کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ مومنین کی یہ علامت بھی جماعت احمدیہ میں ثابت ہو چکی ہے۔ انھیں اہل دنیا کی ملامت اور دباؤ ان کے ایمان سے برگشتہ نہیں کر سکی۔ جماعت احمدیہ نے اس زمانہ میں جس صبر و استقامت کا ثبوت دیا ہے۔ اس کی نظیر ایسے لوگوں میں ہی پائی جا سکتی ہے جو کسی نبی کے تازہ بتازہ فیض سے فیض یافتہ ہوں۔

پرویز صاحب نبوت کے متعلق اپنے تصور کو پیش کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر حملہ آور ہو کر لکھتے ہیں:۔

" اس کے برعکس دیکھئے کہ آپ کو اس عہد کی مجددیت، مہدویت، مسیحیت اور نبوت سے "محکومی و مسکینی و نومیدی جاوید" کے سوا اور کیا ملا۔ یہ آنے والا آیا آکر چلا بھی گیا۔ اور قوم کی حالت یہ ہے" وہی نالۂ سحری رہا وہی آہ نیم شبی رہی۔"

مسکینی اور محکومی تو منافی نبوت نہیں۔ کثرت سے انبیاء کی جماعتیں محکوم رہی ہیں۔ اور بقول آپ کے مولانا محمد اسلم صاحب جیراج پوری اس کے کچھ اسباب اور علل ہوتے ہیں۔ ان کا اقتباس پیش کرنیوالا ہوں

باقی رہی "نومیدیٔ جاوید" سو عرض ہے کہ جماعت احمدیہ کے کسی فرد کے رگ و ریشہ میں خدا کے فضل سے ناامیدی کی بو تک نہیں۔ بلکہ یہ تو آپ ہی ہیں کہ رحمتِ خداوندی اور نعمتِ خداوندی سے مایوس ہو چکے ہیں۔ رہا یوسی اور ناامیدی ابلیس کا کام ہے۔ نبی اور نبی کے پیرو کار مایوسی کو جانتے ہی نہیں۔ اگر جماعت احمدیہ مایوسی کا شکار ہوتی تو یہ کبھی کی ختم ہو جاتی۔

خدا تعالیٰ نے بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام کے ذریعہ فرمایا
"لَا تَيْئَسُوا مِن رَّوْحِ اللّٰهِ یعنی خدا کی رحمت سے
ناامید نہ ہو۔"

پس جب خدا نے ہمیں یہ فرمایا تو بڑا ہی بدبخت ہوگا۔ وہ جو مایوسی کا شکار ہوگا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اور بڑی تحدی اور یقینِ محکم کے ساتھ فرمایا۔ اور یقینِ محکم کیوں نہ ہو۔ جب خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے یہ خبر ہو کہ:۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین پر پھیلائے گا۔ اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو

سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی۔ اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے۔ مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا۔ اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ میں تجھے برکت پہ برکت دوں گا۔ یہانتک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

(تجلیاتِ الٰہیہ)

بھلا خدا کے اس وعدہ کے بعد بھی کوئی خدا پر ایمان لانے والا کبھی مایوس ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں یہ سراسر آپ کی بھول ہے۔
اس کے بعد پرویز صاحب نے اپنے پیر و مرشد کا یہ شعر پیش کیا ہے ؎

محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
غارت گرِ اقوام ہے وہ صورتِ چنگیز"

(ختمِ نبوت ص ۲۹۵)

اس شعر اور پرویز صاحب کے استدلال کے متعلق میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ مگر پرویز صاحب کے استاد مولانا محمد اسلم صاحب جیراج پوری مرحوم کا ناقدانہ تبصرہ پیش کرتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں:۔
"یہ خالص شاعرانہ استدلال ہے۔ غالب کی طرح

جس نے کہا ہے ؎

"کیوں رد قدح کرے ہے زاہد
مے ہے مگس کی قے نہیں ہے"

جس طرح مگس کی قے کہہ دینے سے شہد کی لطافت اور شیرینی میں فرق نہیں آ سکتا۔ اسی طرح محکومیت کی نسبت سے الہام بھی اگر حق ہو۔ غارت گر اقوام نہیں ہو سکتا۔ خود حضرت عیسٰی علیہ السلام رومی سلطنت کے محکوم تھے۔ جن کی نسبت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے

"فرنگیوں کو عطا خاکِ سوریا نے کیا
نبیٔ عفت و غمخواری و کم آزاری"

جبکہ اکثر انبیاء علیہم السلام محکوم اقوام میں مبعوث کیے گئے۔ جن کے خاص اسباب و علل ہیں جس کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔ دراصل نبوت کی صداقت کا معیار حاکمیت یا محکومیت نہیں۔ بلکہ خود الہام کی نوعیت ہے۔"

(نوادرات" صـ ۱۲۳-۱۲۴ ـ مجموعہ مضامین اسلم جیراج پوری)

اس مقام پر مناسب ہے کہ مقام نبوت کی صحیح پوزیشن اور حقیقت قرآن کریم کی روشنی میں پیش کر دوں۔

مقام نبوت یقیناً بہت ہی بلند و بالا ہے اور یقیناً ہمارے

ادراک میں وہ مقام نہیں آ سکتا۔ لیکن صاحب مقام نبوت کی پہچان کے لئے خدائے بزرگ و برتر نے کچھ ایسے معیار قرآن کریم میں ارشاد فرمائے ہیں۔ ان کے رو سے صادق نبی کی پہچان اور اس کی معیت سے سعید روحیں محروم نہیں رہ سکتیں۔ اور ان معیاروں کے مطابق صادق نبی ۔ مفتری علی اللہ سے بالکل متمیز ہو جاتا ہے اور نبی یعنی صاحب مقام نبوت کے متعلق ہم صرف انہیں معیاروں کے ذریعہ فیصلہ کر سکتے ہیں۔ ورنہ وہ مقام قرب جو صاحب مقام نبوت کو خدا سے حاصل ہوتا ہے اس کے متعلق ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ کی حقیقت ہم کیا جان سکتے ہیں۔ ؎

"میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست"

سب سے پہلا مرحلہ وہ آتا ہے کہ جب دنیا والوں کی حالت انسانیت سے گر کر حیوانوں کی طرح ہو جاتی ہے۔ شریعت سابقہ کے متعلق ایمان متزلزل ہو جاتا ہے

الغرض قرآن کریم کے الفاظ کے مطابق ظہر الفساد فی البر والبحر (۳۰/۴۱) خشکی اور تری میں ہر طرف فساد ہی فساد ظاہر ہو جاتا ہے۔ تو ایسے وقت نبوت کی صورت میں باران رحمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ پرویز صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

"خدائے واحد القہار کا صحیح تصور کسی مقام پر بھی موجود
نہ تھا۔ شرک اپنی جلی و خفی شکلوں میں ہر جگہ مسلط
تھا۔ اور انسان کی وہ پیشانی جو ایک خدا کے سوا
کسی کے سامنے جھکنے کے لئے پیدا نہیں کی گئی تھی۔
اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی مٹی اور پتھر کی مورتیوں
درختوں اور حیوانوں، دریاؤں اور پہاڑوں، اجرام
سماوی اور عناصر ارضی ہر ایک کے حضور سجدہ ریز
تھی.........

اخلاق کی دنیا میں شرم ایک طرف سر جھکائے کھڑی
تھی۔ تو حیا دوسری طرف منہ چھپائے پڑی تھی۔
فحش کاری کی کوئی حرکت نہ تھی۔ جسے اس زمانہ میں
سند اباحت نہ مل چکی ہو اور سیہ مستی کی کوئی لغزش
نہ تھی۔ جس میں کوئی پابندی باقی رہ گئی ہو۔ شاہی
محلات، اور امراء کی محافل تو ایک طرف تقدس
و عقیدت کے مذہبی مراکز تک شرمناک فواحش
کے اڈے بن چکے تھے۔ غرضیکہ یہ تھی وہ دنیا جس
میں انسانی فطرت اسی درجہ مسخ ہو چکی تھی۔ کہ
حقیقت کی کوئی جھلک کہیں سے دکھائی نہیں دیتی تھی"
(معارف القرآن جلد چہارم صفحہ ۱۳۰-۱۳۱)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔
"جب زمین گرمی کی شدت سے تمتما اٹھتی ہے تمازت آفتاب
اس کی رگ رگ سے نم زندگی چوس لیتی ہے۔ آسمان کی
شعلہ ریزیاں ساری فضا کو دہکتا ہوا انگارہ بنا دیتی ہے
....

سوختہ بخت کسان کھیت کے کنارے کھڑا للچائی ہوئی نظروں
سے آسمان کی طرف دیکھتا ہے کہ کہیں سے اس کی آنکھوں
کی ٹھنڈک کا سامان دکھائی دے.........

تو یاس و ناامیدی کے اس انتہائی عالم میں مبدء فیض
کی کرم گستری سے سحاب رحمت کسان کی آنکھ کا نور بن کر
فضائے آسمانی پر چھا جاتا ہے اور اپنے جواہر پاشیوں
اور گہر ریزیوں سے دامن ارض کو بھرپور کر دیتا ہے۔
زمین مردہ میں پھر سے زندگی آجاتی ہے۔.......

وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا
وینشر رحمتہ (۴۲/۲۸) اور یہ اللہ ہی ہے جو ایسی
ناامیدیوں کے بعد اپنے سحاب کرم کو بھیجتی اور اس طرح اپنی
بساط رحمت کو صفحہ ارض پر بچھا دیتی ہے.......

یہ فطرت کا نظام ہے یہ اس کا قانون ہے جس کے قوانین اٹل
اور جس کے آئین غیر متبدل ہیں۔ یہ اس کا قاعدہ ہے جس کے

قواعد و ضوابط میں تبدیلی نہیں ہوا کرتی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
لیکن مادی تشبیہات و استعارات سے ذرا ہٹ کر دنیائے
انسانیت کی طرف آیئے اور دیکھئے کہ وہاں بھی یہی اصولِ
فطرت کس طرح کار فرما اور یہی آئینِ مشیت کس طرح عمل پیرا
ہے۔ یہ مادی تشبیہات و استعارات بھی درحقیقت
اسی مقصد کے لئے بیان کئے جاتے ہیں کہ انسان ان
محسوسات کی راہوں سے مجرد حقیقتوں کی طرف آئے
اور جو کچھ عالمِ آفاق میں ہو رہا ہے۔ اس سے عالمِ انفس پہ
دلیل لائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (معارف القرآن جلد چہارم ص ۱۶۹-۱۷۰)

مکرم پرویز صاحب کے مندرجہ بیانات سے بخوبی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے بندوں کی اس وقت خبر گیری کرتا ہے۔ جب دنیا کی حالت ایسی ہو جائے جس طرح کہ پرویز صاحب نے بیان فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ خدا کا اٹل قانون ہے جس میں کسی طرح تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔ یعنی انسانی دنیا کی ایسی حالت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نبی اور مامور کے ذریعہ دنیائے انسانیت پر بارانِ رحمت برساتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی بعثت کے وقت دنیا کی کیا حالت تھی۔ مولانا حالی مرحوم کی زبانی سنئے:-

مسلمانوں کی مشرکانہ حالت

کرے غیر گر بُت کی پوجا تو کافر — جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر

جھکے آگ پر بہرِ سجدہ تو کافر — کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں — پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں — اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں — شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے — نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے
کتاب اور سنّت کا ہے نام باقی — خدا اور نبی سے نہیں کام باقی

علماء وقت کی حالت یوں بیان کرتے ہیں

کوئی مسئلہ پوچھنے ان سے جائے — تو گردن پہ بارِ گراں لے کے آئے
اگر بدنصیبی سے شک اس میں لائے — تو قطعی خطابِ اہلِ دوزخ کا پائے
اگر اعتراض اس کی نکلا زباں سے — تو آنا سلامت ہے دشوار واں سے
یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ — یہ ہے ہادیوں کا ہمارے سلیقہ
وہ علمِ شریعت کے ماہر کدھر ہیں — وہ اخبارِ دیں کے مبصّر کدھر ہیں
اصولی کدھر ہیں مناظر کدھر ہیں — محدّث کدھر ہیں مفسّر کدھر ہیں
وہ مجلس جو کل سربسر تھی چراغاں — چراغ اب کہیں ٹمٹماتا نہیں واں

غرض یہ حالت تھی جب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے پاسبانِ اسلام کے طور پر کھڑا کر دیا۔ یہ انہیں کے الفاظ ہیں

ے وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
مَیں نہ آتا تو کوئی اَور ہی آیا ہوتا

قارئین کرام! اب ہر ایک انسان کو غور و فکر کرنی چاہیئے۔ کہ

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے وقت حالات ایسے تھے بقول مولانا
حالیؔ اور اب بھی ہیں۔ بقول پرویز صاحب۔ کہ امتِ مسلمہ کثیر فرقوں
میں بٹ چکی ہے اور فرقہ پرستی شرک ہے۔ نیز ملاحظہ ہو باب چہارم۔
لہٰذا آج کوئی موحّد صفحہ ہستی پر نہیں۔ اگر یہ باتیں صحیح ہیں اور یقیناً صحیح
ہیں تو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے علاوہ مقام نبوت پر فائز انسان
کہاں ہے۔ بیمار موجود ہیں تو ڈاکٹر کہاں ہے۔ بھوکے موجود ہیں کھلانے
والا کہاں ہے۔ پیاسے موجود ہیں۔ پلانے والا کہاں ہے؟ کیا سنت اللہ
میں تبدیلی آ گئی؟ نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں
لیکن سنت اللہ میں تبدیلی نہیں آ سکتی۔ خداوند خدا نے وقت مقررہ پر
اپنا مسیح بھیجا۔ جسے امت کی سعید روحوں نے قبول کیا اور قبول کر رہے
ہیں۔

پس نبی کے ظہور کے لئے سب سے پہلا معیار تقاضائے زمانہ ہے
اور اس معیار کے مطابق حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اپنے دعویٰ میں سچے
ہیں کیونکہ کوئی دوسرا مدعی نہیں ہے۔ دوسرا معیار مدعیٔ نبوت کے دعویٰ نبوت
کے متعلق ہے کہ وہ خاص ان مذکورہ حالات میں اس بات کا مدعی ہو کہ مجھے اللہ
تعالیٰ نے اپنے کلام کے ذریعہ اس زمانہ کی اصلاح کے لئے نبی منتخب
فرمایا ہے۔ یہ معیار نبی کے لفظ سے ہی مستنبط ہے۔

نَبِیٌّ بروزن فَعِیْلٌ ہے جو نبأ سے مشتق ہے اور نَبَأٌ کا معنیٰ
ہے عظیم الشان خبر۔ اَلنَّبَأُ وَالْاَنْبَاءُ لَمْ یَرِدَا فِی الْقُرْاٰنِ

اِلَّا لِمَالَہٗ وَقْعٌ وَشَانٌ عَظِیْمٌ (اقرب الموارد)
یعنی نَبَأٌ اور اَنْبَاءٌ کے الفاظ قرآن کریم میں کسی جگہ بھی سوائے
ایسے امر کے جس کی بہت بڑی شان اور اہمیت ہو استعمال نہیں ہوئے
امام راغب اپنی کتاب مفردات میں لکھتے ہیں:۔
اَلنَّبَأُ خَبَرٌ ذُوْ فَائِدَۃٍ عَظِیْمَۃٍ یَحْصُلُ بِہٖ
عِلْمٌ اَوْ غَلَبَۃُ ظَنٍّ۔
یعنی نَبَاء اس خبر کو کہتے ہیں۔ جس میں بڑا فائدہ ہو۔ اور
اس کے ذریعہ یا تو علم یقین حاصل ہو یا ظنِ غالب حاصل ہوتا ہے۔
پس نبی کا معنیٰ ہوا۔ خدا سے کثرت سے غیب کی خبریں پانے
والا۔ جو بڑی شان اور اہمیت والی ہوں۔ اور ان میں بڑا فائدہ
بھی ہو۔

قرآن کریم سے نبی کی اس تعریف کی تائید بہت سی آیات سے
ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً
فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ (۲/۲۱۴)
سب لوگ ایک جماعت تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو
بھیجا آئندہ خوشیوں کے بارہ میں خوشخبری دینے والے اور آنیوالے
عذابوں سے ڈرانے والے تھے۔
اور یہ خوشخبری اور انذار اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی و
الہام کے ہوتا ہے۔ جس کا ذکر سید سلیمان ندوی نے کیا ہے۔ دوسرے

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ۔ یعنی اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ پردہ کثرت سے علم کی اطلاع کسی کو نہیں دیتا سوائے اپنے منتخب رسول کے جھوٹا مفتری علی اللہ خدا کی گرفت سے نہیں بچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَىٰ۔ کہ مفتری ناکام و نامراد رہتا ہے

اب آیئے اس اہم ترین اور واضح ترین معیار کے رُو سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا امتحان لیا جائے۔ ایک غیر جانبدار مبصر مولوی سمیع اللہ صاحب فاروقی کی زبانی سُنئے۔

مکرم و محترم مولوی سمیع اللہ صاحب ایک رسالہ "اظہار حق" میں علماءِ زمانہ سے سوال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"آپ کے اس دعویٰ (غیر تشریعی، امتی، ظلی اور بروزی نبوت) کے ثبوت میں احمدی حضرات مرزا صاحب کے الہامات اور پیشگوئیاں پیش کرتے ہیں ان میں سے بعض پیشگوئیاں واقعی محیر العقول ہیں۔ جنہیں ہم درج کرتے ہوئے علماءِ اسلام سے دریافت کرتے ہیں کہ ایک معمولی انسان جس کا خدا تعالیٰ سے کوئی تعلق نہ ہو۔ کیونکر بعض آنیوالے واقعات کی خبر کئی سال پیشتر دے سکتا ہے؟ ہم علماءِ اسلام کی خدمت میں مؤدبانہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ جذبات سے قطع نظر فرماتے ہوئے دلائل سے

ثابت کریں کہ اس قسم کی پیشگوئیوں کا ظہور کسی ایسے انسان سے کیونکر ہو سکتا ہے جو اپنے دعویٰ میں سچا نہ ہو"

(اظہار حق صفحہ ۱۳)

۱۔ ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب کو معلوم ہوا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مرنے سے پہلے میرا مومن ہونا تسلیم کر لیں گے۔ اس پیشگوئی کے پورے بیس برس بعد ۱۹۱۴ء میں جبکہ مرزا صاحب کو فوت ہوئے چھ برس گذر چکے تھے۔ گوجرانوالہ کی ایک عدالت میں بیان دیتے ہوئے تسلیم کر لیا کہ فرقہ احمدیہ بھی قرآن اور حدیث کو مانتا ہے۔ اور ہمارا فرقہ کسی ایسے فرقے کو جو قرآن اور حدیث کو مانے کافر نہیں کہتا۔ (دیکھو مقدمہ نمبر ۱۳۰ بعدالت لالہ دیوکی نندن مجسٹریٹ درجہ اوّل)

واضح رہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مرزا صاحب کے سخت مخالف تھے۔ حتیٰ کہ آپ نے مرزا صاحب پر کفر کے فتوے لگائے۔ عین اس زمانہ میں مرزا صاحب نے پیشگوئی کی۔ کہ مولٰنا موصوف وفات سے قبل میرا مومن ہونا تسلیم کر لیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور مولوی صاحب کو عدالت میں یہ بیان دینا پڑا۔ کہ ان کا فرقہ جماعت مرزائیہ کو مطلقاً کافر نہیں کہتا۔ یہ ایک ایسا بدیہی نشان ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا

۲۔ پنڈت لیکھرام کی وفات کی مرزا صاحب نے پیشگوئی کی اور کہا کہ "عید اس نشان کے دن سے بہت قریب ہوگی"۔ یعنی لیکھرام کی وفات اور عید کا دن متصل ہونگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور پنڈت لیکھرام عید

کے دوسرے دن مقتول ہوئے۔ یقیناً یہ بات انسان کے بس کی نہیں ہے۔ کہ ایک شخص عرصہ پہلے (مرزا غلام احمد۔ ناقل) یہ کہدے کہ فلاں شخص فلاں موقعہ پر قتل ہوگا۔ اور پھر ایسا ہی ہو۔ یقیناً اس قسم کے واقعات انسانی عقل سے بہت بالا ہیں۔

۳- ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو لاہور میں جلسہ مذاہب ہونیوالا تھا۔ جس میں دوسرے مذاہب کے نمائندوں کے علاوہ مرزا صاحب نے بھی تقریر کرنی تھی۔ عجیب بات یہ ہے کہ ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء کو مرزا صاحب کو بقول ان کے اللہ تعالے سے اطلاع ملی۔ کہ انکا مضمون بلند رہیگا۔ چنانچہ اسی روز آپ نے اشتہار کے ذریعہ اعلان بھی کر دیا۔ کہ ہمارا ہی مضمون غالب رہے گا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مرزا صاحب کا مضمون سب پر غالب رہا۔ اور سول ملٹری گزٹ پنجاب۔ آبزرور اور دوسری اخباروں نے صاف صاف لکھدیا۔ کہ مرزا صاحب کا مضمون بہت بلند تھا۔ خود صدر جلسہ نے جلسہ کی کارروائی کی جو رپورٹ مرتب کی اس میں بھی اس مضمون کی خوبیوں کا اعتراف کیا۔

یہ ایسی باتیں نہیں ہیں جنہیں اتفاق کہا جائے۔ ایک شخص کئی روز پہلے یہ اعلان کرتا ہے کہ اس کا مضمون سب پر بازی لے جائے گا۔ حالانکہ دوسرے مقرر بھی کچھ کم پایہ کے لوگ نہ تھے۔ بالضرور اس میں تصرف الٰہی کے کرشمے نمودار ہیں۔

۴- ۲۲ مئی ۱۹۰۵ء کو آپ نے رؤیا دیکھا۔ "آہ نادر شاہ کہاں گیا۔"

یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ نادر خان ابھی بچہ ہی ہوگا۔ اور اس وقت دنیا کے تمام بادشاہوں میں کوئی نادر شاہ بادشاہ نہ تھا۔ لیکن حیرانی ہے کہ بعد میں ایک شخص غیر متوقع طور پر نادر خان سے نادر شاہ بنا اور وہ طبعی موت سے بھی نہ مرا۔ بلکہ ایسے طریقہ سے قتل ہوا۔ کہ اس وقت ہر زبان پر یہی الفاظ جاری تھے کہ "آہ نادر شاہ کہاں گیا"

۵- مرزا صاحب کو الہام ہوتا ہے۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ اور یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوتی ہے۔ اگر تصرف الٰہی کام نہیں کرتا تو یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک شخص عرصہ پہلے ایک ایسی بات کہدے جس کے حصول میں اُسے مطلق کوئی دسترس حاصل نہ ہو اور پھر وہ بات بجنسہٖ پوری بھی ہو جائے۔ روم کے معاملہ میں مرزا صاحب یا آپ کی جماعت کو ذرہ بھر بھی دخل حاصل نہ تھا۔ روم کے مغلوب ہونے میں مرزائیوں کا کچھ بھی ہاتھ نہ ہو سکتا تھا۔ اور پھر مغلوب ہونے کے بعد دوبارہ غلبہ حاصل کرنے میں بھی مرزائیوں کی کوئی طاقت بروئے کار نہ آسکتی تھی۔ لیکن اس کا حل بے بسی کے عالم میں محولہ بالا پیشگوئی کی گئی جس کے تھوڑا ہی عرصہ بعد پوری ہو کر لوگوں کو محو حیرت کر دیا۔

۶- ۱۹۰۵ء میں آپ کو اطلاع ملتی ہے کہ "میں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کرونگا۔ اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا۔ اور اس کے ذریعہ حق ترقی کریگا اور بہت سے لوگ سچائی قبول کریں گے۔"

اس پیشگوئی کو پڑھو اور بار بار پڑھو اور پھر ایمان سے کہو
کہ کیا یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔
اس وقت موجودہ خلیفہ (خلیفۃ المسیح ثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد۔ ناقل)
ابھی بچے ہی تھے۔ اور مرزا صاحب کی جانب سے انہیں خلیفہ مقرر کرانے
کے لئے کسی قسم کی وصیت بھی نہ کی گئی تھی۔ بلکہ خلافت کا انتخاب رائے
عامہ پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ چنانچہ اس وقت اکثریت نے حکیم نورالدین
صاحب کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ جس پر مخالفین نے محولہ صدر پیشگوئی کا
مذاق بھی اُڑایا۔ لیکن حکیم صاحب کی وفات کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفہ مقرر ہوئے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کے زمانہ میں احمدیت نے
جس قدر ترقی کی وہ حیرت انگیز ہے۔ خود مرزا صاحب کے وقت میں احمدیوں
کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ خلیفہ نورالدین صاحب کے وقت بھی خاص
ترقی نہ ہوئی تھی۔ لیکن موجودہ خلیفہ کے وقت میں مرزائیت قریباً دُنیا
کے ہر خطے تک پہنچ گئی۔ اور حالات یہ بتلاتے ہیں۔ کہ آئندہ مردم شماری
میں مرزائیوں کی تعداد ۱۹۳۱ء کی نسبت دگنی سے بھی زیادہ ہوگی بحالیکہ
اس عہد میں مخالفین کی جانب سے مرزائیت کے استیصال کے لئے
جس قدر منظم کوششیں ہوئی ہیں پہلے کبھی نہ ہوئی تھیں۔
الغرض آپ کی ذریت میں سے ایک شخص پیشگوئی کے مطابق
جماعت کے انتظام کے لئے قائم کیا گیا۔ اور اس کے ذریعہ سے جماعت
کو حیرت انگیز ترقی ہوئی جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب

کی یہ پیشگوئی بھی من وعن پوری ہوئی۔
۷۔ اپریل ۱۹۰۶ء میں آپ کو اطلاع ملی کہ "تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد"
اس اشاعت سے تھوڑا ہی عرصہ بعد شاہِ ایران تخت سے معزول
کئے گئے اور یہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔
۸۔ امریکہ کا ایک عیسائی ڈوئی نامی جو اسلام کا سخت دشمن تھا۔ اس نے
نبوت کا دعویٰ کیا۔ مرزا صاحب نے اس کو بہت سمجھایا۔ کہ وہ اپنے دعویٰ
سے باز آئے مگر وہ باز آیا۔ بلکہ مرزا صاحب اور ڈوئی کے درمیان مباہلہ
ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کو نقد سات کروڑ روپیہ کا نقصان پہنچا۔
اس کی بیوی اور بیٹا اس کے دشمن ہو گئے۔ اس پر فالج کا حملہ ہوا اور
بالآخر وہ پاگل ہو کر ۱۹۰۷ء میں فوت ہو گیا۔ اس سے پہلے اگست ۱۹۰۳ء
میں مرزا صاحب کو یہ اطلاع ملی تھی کہ اس کے صیحون پر جلد تر ایک آفت
آنے والی ہے۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے آباد کردہ شہر صیحون سے
نہایت ذلت کے ساتھ نکالا گیا۔
اس مباہلہ اور اطلاع سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں
باتیں من وعن پوری ہوئیں۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسا ہونا
محض ایک اتفاقی بات تھی یا اس کے ساتھ خدائی امداد شامل تھی؟ حالات
اس امر کا بدیہی ثبوت ہیں۔ کہ یہ باتیں اتفاق نہ تھیں بلکہ بتلانے والے کا
تصرف اس کے ساتھ شامل تھا۔ اب قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے،
کہ کیا یہ تصرفات الٰہی سے کسی خائن اور کاذب کی بھی امداد ہوا کرتی ہے؟

یقیناً یہ بات فطرت اللہ کے قطعاً خلاف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کا صحیح نکلنا ان کی صداقت پر اٹل دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔

۹۔ محولہ بالا مقدمہ (یہ مقدمہ مولوی کرم دین کی طرف سے حضرت مرزا صاحب کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کے متعلق تھا۔ ناقل) کے مجسٹریٹ سماعت کنندہ مسٹر آتمارام کے متعلق مرزا صاحب کو اطلاع ملی کہ آتمارام اپنی اولاد کے ماتم میں مبتلا ہوگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیس پچیس دن کے عرصہ میں یکے بعد دیگرے اُس کے دو بیٹے وفات پا گئے۔

۱۰۔ اپریل ۱۹۰۵ء میں آپ کو اطلاع ملی۔ کہ

''زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار''

یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب زار اپنی پوری قوت اور طاقت کے ساتھ روس کے کروڑہا بندگانِ خدا پر خود مختارانہ حکومت کر رہا تھا۔ لیکن چند ہی سال بعد انقلاب روس کے موقعہ پر بالشویکوں کے ہاتھ سے زارِ روس کی جو گت بنی۔ وہ نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔

دنیا کا سب بڑا خود مختار بادشاہ پابجولاں ہے۔ اس کے خاندان کے تمام ارکان پابند سلاسل ہیں۔ اور باغی اپنی سنگینوں اور بندوقوں سے خاندان شاہی کا ایک ایک رکن ہلاک کرتے ہیں۔ جب زار کے تمام بچوں اور بیوی کو باغی تڑاپڑ مار چکتے ہیں تو زار کو نہایت بے رحمانہ طریق پر قتل کر دیتے ہیں۔'' (اظہار حق)

قارئین کرام! حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ہزاروں پیشگوئیوں میں سے مولوی سمیع اللہ خانصاحب فاروقی نے اپنے رسالہ ''اظہار حق'' نامی میں صرف سترہ پیشگوئیاں نقل کی ہیں۔ اور میں نے انہیں میں سے صرف دس پر اکتفا کیا ہے۔ اس کے بعد مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں۔

ان تمام واقعات سے یہ امر سورج کی طرح روشن ہوجاتا ہے کہ مرزا صاحب کو شرح صدر حاصل تھا اور آپ کو مکالمہ و مکاشفہ کا شرف حاصل تھا۔

''کون بدبخت کہہ سکتا ہے کہ خدا پر جھوٹ باندھنے والا بھی دنیا میں کامیاب و بامراد ہوسکتا ہے۔ اور اس کا سلسلہ روز افزوں ترقی کرسکتا ہے۔ سلسلہ احمدیہ کی مسلسل ترقیاں اور اس جماعت کی پیہم کامیابیاں اس امر کی روشن دلیل ہیں کہ نصرت الٰہی ان کے ساتھ ہے۔ خود مرزا صاحب نے فرمایا ہے ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

محولہ بالا شعر ہی بتلاتا ہے کہ مرزا صاحب کو خدا تعالیٰ پر کامل توکل اور پورا بھروسہ تھا۔ ورنہ جس کی طبیعت کے اندر گندگی اور پلیدگی ہو۔ اُسے کیونکر جرأت ہوسکتی ہے کہ وہ اعلان کرے کہ نصرتِ الٰہی گندوں کے لئے نہیں بلکہ

پاکبازوں کے لئے ہے۔

الغرض اس قسم کی بیسیوں پیشگوئیاں ہیں۔ جو پوری ہوئیں اور جن کے اندر عظیم الشان نشانات موجود ہیں۔ ان واقعات کے متعلق اس امر کا اقرار ناگزیر ہے۔ کہ مرزا صاحب کو ضرور اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل تھا"

(اظہار حق مصنفہ مولوی سمیع اللہ خانصاحب فاروقی)

مکرم پرویز صاحب نے اس کے بعد حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ایک کتاب "تریاق القلوب" کی طرف ایک افسانہ منسوب کیا ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے خلاف ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۰۷ کے تحت بعدالت ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور مخالفین نے دعویٰ دائر کیا۔ اور کہ مرزا صاحب نے اس دعویٰ میں معافی مانگ لی۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ افسانہ تریاق القلوب میں کہیں نہیں۔

پرویز صاحب کی کتاب کے آخری حصہ کا جواب

پرویز صاحب نے اقرار نامہ کے متعلق حوالہ تریاق القلوب ص۱۳۰ کا دیا ہے ان کی پیش کردہ یہ عبارت

"... اگر مسٹر ڈوئی کے روبرو میں نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ میں ان کو (مولوی محمد حسین بٹالوی کو) کافر نہیں کہونگا تو واقعی میرا یہی مذہب ہے کہ میں کسی مسلمان کو کافر نہیں جانتا"

تو سچا ہے ص۱۳۰ کے ص۱۳۱ پر موجود ہے۔ مگر اقرار نامہ کے باقی الفاظ نہ ص۱۳۰ پر موجود ہیں نہ ص۱۳۱ پر۔ معلوم نہیں یہ الفاظ پرویز صاحب نے کہاں سے لئے ہیں۔

افسوس ہے کہ پرویز صاحب کے پیش کردہ اوپر کے الفاظ جو تریاق القلوب کے ص۱۳۱ پر موجود ہیں ان کے پس منظر کو پرویز صاحب نے دانستہ چھپایا ہے تا اصل حقیقت مشتبہ رہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ نے کبھی کسی مسلمان کو کافر نہیں کہا۔ جب تک وہ آپ کو کافر یا کذاب قرار نہ دے۔ کافر ٹھہرانے کی ابتداء ہمیشہ آپ کے علماء اور ان کے ہواخواہوں کی طرف سے ہوئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی اس بارہ میں پہل نہیں کی۔ لہٰذا اپنے طریق کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی محمد حسین صاحب کو کافر نہ کہنے کا اقرار اس وقت کیا۔ جبکہ مسٹر ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے مولوی محمد حسین بٹالوی سے یہ اقرار لے لیا کہ وہ حضرت مرزا غلام احمد کو آئندہ کافر نہیں کہیں گے اس لئے مولوی مولوی محمد حسین بٹالوی نے جب عدالت سے ڈر کر اپنا وہ فتویٰ کفر واپس لے لیا۔ جو انہوں نے سارے ہندوستان میں پھر کر علماء کی مہروں کے ساتھ شائع کیا تھا۔ تو اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے مسلک کے مطابق جو آپ نے پہلے سے اختیار کر رکھا تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کو کافر نہ کہنے کا اقرار کر لیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو کسی مسلمان کو کافر کہنے میں کبھی ابتداء نہیں کی تھی - اس بارے میں تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ پر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ لکھتے ہیں :-

" پھر تیسرا پہلو ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا یہ ہے - کہ مسٹر جے - ایم - ڈوئی صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر - ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے اپنے حکم ۲۴ر فروری ۱۸۹۹ء میں مولوی محمد حسین سے اس اقرار پر دستخط کروائے - کہ وہ آئندہ مجھے دجّال اور کافر اور کاذب نہیں کہے گا - اور قادیان جھوٹے کک سے نہیں لکھے گا - اور اس نے عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر اقرار کیا کہ آئندہ وہ کسی مجلس میں کافر نہیں کہیگا اور نہ میرا نام دجّال رکھے گا - اور نہ لوگوں میں مجھے جھوٹا اور کاذب کر کے مشہور کرے گا - اب دیکھو کہ اس اقرار کے بعد وہ استفتاء اس کا کہاں گیا ؟ جس کو اس نے بنارس تک قدم فرسائی کر کے طیار کیا تھا - اگر وہ اس فتویٰ دینے میں راستی پر ہوتا تو اس کو حاکم کے روبروئے یہ جواب دینا چاہیئے تھا - کہ میرے نزدیک بیشک یہ کافر ہے اس لئے میں اس کو کافر کہتا ہوں - اور دجّال بھی ہے اس لئے میں اس کا نام دجال رکھتا ہوں - اور نہ

یہ شخص واقعی جھوٹا ہے اس لئے میں اس کو جھوٹا کہتا ہوں بالخصوص جس حالت میں خدا تعالےٰ کے فضل اور کرم سے میں اب تک اور اخیر زندگی تک انہی عقائد پر قائم ہوں . جن کو محمد حسین نے کلماتِ کفر قرار دیا ہے تو پھر یہ کس قسم کی دیانت ہے کہ اس نے حاکم کے خوف سے اپنے تمام فتووں کو برباد کر دیا - اور حکام کے سامنے اقرار کر لیا کہ میں آئندہ ان کو کافر نہیں کہوں گا - اور نہ ان کا نام دجّال اور کاذب رکھوں گا "

آگے چل کر اسی صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں :-

" میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لیوے سو اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا - میرے لئے فتویٰ تیار کیا - میں نے سبقت کر کے ان کے لئے کوئی فتویٰ تیار نہیں کیا "

(تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

کسی کی ہلاکت و ذلّت کی پیشگوئی شائع نہ کرنے کے متعلق جو مسیح موعود علیہ السلام سے عدالت میں اقرار نامہ لیا گیا - وہ بھی آپ کے اس پرانے مسلک کے مطابق ہے - کہ آپ کسی کے متعلق ایسی پیشگوئی شائع نہیں کرتے تھے جب تک کہ پہلے ان سے اجازت نہ لے لیتے تھے

جس سے وہ پیشگوئی متعلق ہوتی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اقرار نامہ سے دو دن بعد یعنی ۲۶ فروری ۱۸۹۹ء کو اپنے مریدوں کی اطلاع کے لئے ایک اشتہار شائع فرمایا۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری مجھ پر اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ پر عدالت جے۔ ایم۔ ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور میں دائر تھا۔ بتاریخ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء بروز جمعہ اس طرح پر اس کا فیصلہ ہوا۔ کہ فریقین سے اس مضمون کے نوٹسوں پر دستخط کرائے گئے۔ کہ آئندہ کوئی فریق اپنے کسی مخالف کی نسبت موت وغیرہ دلآزار مضمون کی پیشگوئی نہ کرے۔ اور کوئی کسی کو کافر اور دجال اور مفتری اور کذاب نہ کہے اور کوئی کسی کو مباہلہ کے لئے نہ بلاوے۔ اور قادیان کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جائے اور نہ بٹالہ کو طا کے ساتھ اور ایک دوسرے کے مقابل پر نرم الفاظ استعمال کریں۔ بدگوئی اور گالیوں سے مجتنب رہیں۔ اور ہر ایک فریق حتی الامکان اپنے دوستوں اور مریدوں کو بھی اس بات کا پابند کرے۔ اور یہ فریق نہ صرف باہم مسلمانوں میں بلکہ عیسائیوں سے بھی یہی چاہیئے۔ لہذا میں

نہایت تاکید سے اپنے ہر ایک مرید کو مطلع کرتا ہوں کہ وہ ہدایت مذکورہ بالا کے پابند رہیں۔"

آگے چل کر لکھا:۔

"ہم مولوی محمد حسین صاحب کی خدمت میں بھی عرض کرتے ہیں کہ چونکہ اس نوٹس پر اُن کے بھی دستخط کرائے گئے ہیں بلکہ اسی تحریری شرط سے عدالت نے ان پر مقدمہ چلانے سے ان کو معافی دی ہے لہذا وہ بھی اسی طور سے اپنے گروہ اہلحدیث امرتسری۔ لاہوری۔ لدھیانوی۔ دہلوی اور راولپنڈی کے رہنے والے اور دوسرے اپنے دلی دوستوں کو بذریعہ چھپے ہوئے اعلان کے بلا توقف اس نوٹس سے اطلاع دیں کہ وہ حسب ہدایت صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع گورداسپور اپنے فریق مخالف یعنی میری نسبت کافر اور دجال اور مفتری اور کذاب کہنے سے اور گندی گالیاں دینے سے روکے گئے ہیں اور اس معاہدہ کی پابندی کا کے نوٹس پر دستخط کر دیئے گئے ہیں کہ وہ آئندہ نہ مجھے کافر کہیں گے نہ دجال نہ کذاب نہ مفتری اور نہ گالیاں دیں گے۔ اور نہ قادیان کو چھوٹے کاف سے لکھیں گے اور ایک حد تک اس بات کے ذمہ دار رہیں گے کہ ان کے دوستوں اور ملاقاتیوں اور گروہ کے لوگوں میں سے کوئی

شخص ایسے الفاظ استعمال نہ کرے۔ سو سمجھا دیں کہ اگر وہ لوگ بھی اس نوٹس کی خلاف ورزی کریں گے تو اس عہد شکنی کے جوابدہ ہوں گے۔"

پھر اس اشتہار کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"یاد رہے کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مقدمہ کے فیصلہ کے وقت مجھے یہ بھی کہا تھا۔ کہ وہ گندے الفاظ جو محمد حسین اور اس کے دوستوں نے آپ کی نسبت شائع کئے۔ آپ کو حق تھا کہ عدالت کے ذریعہ سے اپنا انصاف چاہتے اور چارہ جوئی کراتے اور وہ حق اب تک قائم ہے اس لئے مَیں شیخ محمد حسین اور ان کے دوستوں جعفر زٹلی وغیرہ کو مطلع کرتا ہوں کہ اب بہتر طریق یہی ہے کہ اپنے منہ کو تھام لیں۔ اگر خدا کے خوف سے نہیں تو اس عدالت کے خوف سے جس نے یہ حکم فرمایا اور یہ فہمائش کی اپنی زبان کو درست کر لیں اور اس بات سے ڈریں کہ میں مظلوم ہونے کی حالت میں بذریعہ عدالت کچھ چارہ جوئی کروں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم)

ہم بتا چکے ہیں کہ موت وغیرہ کی پیشگوئی کی اشاعت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دائم معمول پہلے سے یہی رہا تھا کہ جس آدمی کے متعلق وہ پیشگوئی ہو اس کی اجازت سے شائع کیا جائے چنانچہ

حضرت اقدس اس عدالتی معاہدہ سے ۱۳ سال قبل اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اگر کسی صاحب پر ایسی پیشگوئی شاق گذرے تو وہ مجاز ہیں کہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء سے یا اس تاریخ سے جو کسی اخبار میں پہلی دفعہ یہ مضمون شائع ہو ٹھیک ٹھیک دو ہفتہ کے اندر اندر اپنی دستخطی تحریر سے مجھے اطلاع دیں تا وہ پیشگوئی جس کے ظہور سے وہ ڈرتے ہیں اندراج رسالہ سے الگ رکھی جائے اور موجب دلآزاری سمجھکر کسی کو اس پر مطلع نہ کیا جائے۔ اور کسی کو اس کے وقت ظہور سے خبر نہ دی جائے۔"

لیکھرام پشاوری کی ہلاکت کی پیشگوئی آپ نے اس سے اجازت حاصل کر لینے کے بعد ہی شائع فرمائی۔

اسی طرح آپ اپنے اشتہار ۲۰ جنوری ۱۸۹۹ء میں یعنی عدالت میں معاہدہ سے ایک ماہ قبل تحریر فرماتے ہیں:۔

"میرا ابتداء ہی سے یہ طریق ہے کہ مَیں نے کبھی کوئی انذاری پیشگوئی بغیر رضامندی مصداق پیشگوئی کے شائع نہیں کی۔" (مجموعہ اشتہارات جلد سوم)

اس مقدمہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی طرف سے جو ڈیفنس پیش فرمایا۔ اس سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام نے مولوی محمد حسین کی ہلاکت کی کوئی پیشگوئی نہیں کی تھی۔ بلکہ اس پیشگوئی کا تعلق مثلی ذلت سے تھا۔ قارئین کرام کے علم میں اضافہ کے لئے ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ڈیفنس میں دیئے جانے والا بیان جو عدالت میں داخل کیا گیا۔ اس کا اردو ترجمہ درج کرتے ہیں۔ جس سے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی مظلومیت واضح ہو جاتی ہے۔ اور اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ مقدمہ کا پس منظر اور معاہدہ کی نوعیت کیا تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي

نقل اس ڈیفنس کی جو انگریزی میں چھاپا گیا

مَیں عدالت میں اپنی بریت ثابت کرنے کے لئے بطور ڈیفنس یہ عریضہ لکھتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ اگر تمام واقعات کو یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو اس الزام سے جو مجھ پر لگایا جاتا ہے میرا بری ہونا صاف طور پر کھل جائے گا۔

مَیں سب سے اوّل اس بات کو پیش کرنا چاہتا ہوں کہ مَیں نے اپنے اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء میں کوئی ایسی پیشگوئی نہیں کی جس سے محمد حسین یا اس کے کسی اور شریک کی جان یا مال یا عزت کو خطرہ میں ڈالا ہو یا خطرہ میں ڈالنے کا ارادہ کیا ہو۔ میرا اشتہار مباہلہ مورخہ ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء جو فریق مخالف کی کئی چھپی ہوئی درخواست مباہلہ اور کئی قلمی خطوط طلبی مباہلہ کے بعد لکھا گیا اور ایسا ہی دوسرا اشتہار جو ۳۰ر نومبر ۱۸۹۸ء کو شائع ہوا۔ یہ دونوں اشتہار صاف طور پر بتلا رہے ہیں کہ اس پیشگوئی میں یعنی جو عربی الہام مندرجہ اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء میں ذلّت کا لفظ ہے۔ اس سے فریب کاذب کی **ذلّت** مراد ہے۔ اور ذلّت بھی اس قسم کی ذلت جو فریق کاذب نے دوسرے فریق کو بذریعہ اپنے کسی فعل کے پہنچائی ہو۔ یہ اس الہامی فقرہ کی تشریح ہے جو اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء میں درج ہے۔ یعنی یہ فقرہ کہ **جزاء سیّئة بمثلها وترهقهم ذلة** جس کے لفظی معنی یہی ہیں کہ بدی کی سزا ذلّت ہے مگر اسی ذلّت کی مانند اور مشابہ جو فریق ظالم نے فریق مظلوم کو پہنچائی ہو۔ اب اگر اس الہامی فقرہ کو جو ملہم کے ارادہ اور نیّت کا ایک آئینہ ہے۔ ایک ذرّہ تدبّر اور فکر سے سوچا جائے تو بدیہی طور پر معلوم ہوگا کہ اس فقرہ کے اس سے بڑھ کر اور کوئی معنی نہیں کہ ظالم کو اسی قسم کی ذلّت پہنچنے والی ہے جو فی الواقعہ مظلوم کو اس کے ہاتھ سے پہنچ چکی ہے۔ یہ معنے امر بحث طلب کو بالکل صاف کر دیتے ہیں۔ اور ثابت کر دیتے ہیں۔ کہ اس پیشگوئی کو کسی مجرمانہ ارادہ سے کچھ بھی لگاؤ نہیں۔ اور یہ معنے صرف اسی وقت نہیں کئے گئے۔ بلکہ اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء

اور ۲۰ر نومبر ۱۸۹۶ء اور دوسرے اشتہارات میں جو پیش از اطلاع یابی مقدمہ شائع ہو چکے ہیں۔ ان سب میں کامل طور پر یہی معنے کئے گئے ہیں عدالت کا فرض ہے کہ ان سب اشتہارات کو غور سے دیکھے کیونکہ میرے پر وہی الزام آسکتا ہے جو میری کلام سے ثابت ہوتا ہے۔ پھر جبکہ میں نے الہامی عبارت کے معنوں کی قبل از اطلاع یابی اپنے اشتہارات میں بخوبی تشریح کر دی ہے۔ بلکہ ۲۰ر نومبر ۱۸۹۶ء کے اشتہار میں ذلّت کی ایک مثال بھی لکھ دی ہے اور بار بار تشریح کر دی ہے تو پھر یہ الہام قانونی زد کے نیچے کیونکر آسکتا ہے۔ ہر ایک مظلوم کا حق ہے کہ وہ ظالم کو یہ بد دعا دے کہ جیسا تو نے میرے ساتھ کیا خدا تیرے ساتھ بھی وہی کرے۔ اصول انصاف عدالت پر یہ فرض کرتا ہے کہ عدالت اس عربی الہام کے معنے غور سے دیکھے جس پر تمام مقدمہ کا مدار ہے۔ اگر میرے عربی الہام میں ایسا لفظ ہے جو ہر ایک قسم کی ذلّت پر صادق آسکتا ہے۔ تو پھر بلاشبہ میں قانونی الزام کے نیچے ہوں لیکن اگر الہام میں مثلی ذلّت کی شرط ہے تو پھر اس الہامی فقرہ کو قانون سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ اس صورت میں یہ بات تنقیح طلب ہوئی کہ فریق مظلوم کو کس قسم کی ذلّت ظالم سے پہنچی ہے۔ اور فریق مخالف اس بات کو ہرگز قبول نہیں کرے گا کہ اس نے کبھی مجھ کو ایسی ذلّت پہنچائی ہے۔ جو فوجداری قوانین کے نیچے آسکتی ہے۔ مگر مثلی ذلّت کے لئے جو الہام نے قرار دی ہے یہی شرط ہے۔ کہ ظالم کی اسی قسم کی ذلّت ہو جو بذریعہ اس کے مظلوم کو

پہنچی ہو۔ اگر یہ پیشگوئی ایسے طور سے پوری ہوتی جو وہ طور مثلی ذلّت کے برخلاف ہوتا تو ہر ایک کو کہنا پڑتا کہ یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ کیونکہ فرض ہے کہ پیشگوئی اپنے اصل معنے کی رو سے پوری ہو۔ چنانچہ یہ پیشگوئی اپنے اصل معنے کے رُو سے پوری بھی ہو گئی۔ کیونکہ محمد حسین نے مع اپنے گروہ کے جو فتویٰ کفر کا میری نسبت دیا تھا۔ اور میرا نام دجّال اور کذّاب اور مفتری رکھا تھا۔ ایسا ہی اس کی نسبت اس کے ہم مشرب علماء نے فتویٰ دے دیا۔ یعنی اس کی اس فہرست انگریزی کے نکلنے کے بعد جس میں اس نے مہدی کے آنے کی احادیث کو غلط اور نادرست لکھا ہے اس کی نسبت اسی کی قوم کے مولویوں نے صاف طور پر لکھ دیا کہ وہ کافر اور کذّاب اور دجّال ہے۔ سو وہ فقرہ الہامی جس میں لکھا تھا کہ ظالم کو ذلّت اسی قسم کی پہنچے گی۔ جو اس نے مظلوم کو پہنچائی ہو وہ بعینہٖ پورا ہو گیا کیونکہ محمد حسین اپنی منافقانہ طبیعت کی وجہ سے جس کا وہ قدیم سے عادی ہے گورنمنٹ کو یہ دھوکا دیتا رہا کہ وہ اس خطرناک اور خونی مہدی کا منکر ہے جس کے آنے کے لئے وحشیانہ حالت کے مسلمان منتظر ہیں۔ مگر تمام مولویوں کو یہ کہتا رہا کہ میں اس مہدی کا قائل ہوں۔ جیسا کہ تم قائل ہو اور یہ اس کا طریق نہایت قابلِ شرم تھا۔ جس کی وجہ سے خدا تعالےٰ نے اس کو ذلیل کیا۔ اگر وہ دل کی سچائی سے ایسے خطرناک مہدی کے آنے کا منکر ہوتا تو میری نظر میں اور ہر ایک منصف کی نظر میں قابلِ تعریف ٹھیرتا لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور نفاق سے کام لیا اس لئے الہام کے مطابق اس کی

ذلت ہوئی اور جس اعتقاد کی وجہ سے قوم کی نظر میں مجھے اس نے کافر ٹھیرایا اور میرا نام دجّال اور ملحد اور مفتری رکھا۔ اب وہی القاب قوم کی طرف سے اس کو بھی ملے۔ اور بالکل الہام کے منشاء کے موافق پیشگوئی اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء پوری ہوگئی کیونکہ جیسا کہ میں کئی دفعہ بیان کرچکا ہوں پیشگوئی میں ذلت کے لفظ کے ساتھ مثل کی شرط تھی۔ سو اس شرط کے موافق الہام پورا ہوگیا۔ اور اب کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی۔ میں حکام انصاف پسند سے چاہتا ہوں کہ ذرا ٹھہر کر اور سوچ کر اس مقام کو پڑھیں۔ یہی وہ مقام ہے جس پر غور کرنا انصاف چاہتا ہے۔

اصل جواب اسی قدر ہے جو میں نے عرض کردیا۔ لیکن اس وقت یہ بھی ضروری ہے۔ کہ دوسرے حملوں کا دفعیہ بھی جو الزام کو قوت دینے کے لئے پیش کئے گئے ہیں گزارش کردوں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ عدالت میں میری نسبت یہ الزام پیش کیا گیا ہے کہ گویا میری قدیم سے یہ عادت ہے کہ خود بخود کسی کی موت یا ذلت کی پیشگوئی کیا کرتا ہوں۔ اور پھر اپنی جماعت کے ذریعہ سے پوشیدہ طور پر اس کوشش میں لگا رہتا ہوں۔ کہ کسی طرح وہ پیشگوئی پوری ہوجائے۔ گویا میں ایک قسم کا ڈاکو یا خونی یا راہزن ہوں اور گویا میری جماعت بھی اس قسم کے اوباش اور خطرناک لوگ ہیں جن کا پیشہ اس قسم کے جرائم ہیں لیکن میں عدالت پر ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افتراء سے خمیر کیا گیا ہے۔

اور نہایت بری طرح میری اور میری معزز جماعت کی ازالہ حیثیت عرفی کی گئی ہے میں اس وقت اس کو زیادہ بیان کرنا غیر محل سمجھتا ہوں لیکن عدالت پر واضح کرتا ہوں کہ میں ایک شریف اور معزز خاندان میں سے ہوں۔ میرے باپ دادے ڈاکو اور خونریز نہ تھے۔ اور نہ کبھی کسی عدالت میں میرے پر کوئی جرم ثابت ہوا۔ اگر ایسے بد اور ناپاک ارادہ سے جو میری نسبت بیان کیا گیا ہے ایسی پیشگوئیاں کرنا میرا پیشہ ہوتا تو اس بیس برس کے عرصہ میں جو براہین احمدیہ کی تالیف سے شروع ہوتا ہے کم سے کم دو تین سو پیشگوئی موت وغیرہ کی میری طرف سے شائع ہوتی حالانکہ اس مدت دراز میں بجز ان دو پیشگوئیوں کے ایسی پیشگوئی اور کوئی نہیں کی گئی۔

میں عرض کرچکا ہوں کہ یہ پیشگوئیاں لیکھرام اور عبداللہ آتھم کے بارے میں میں نے اپنی پیش دستی سے نہیں کیں بلکہ ان دونوں صاحبوں کے سخت اصرار کے بعد ان کی دستخطی تحریریں لینے کے بعد کی گئیں۔ اور لیکھرام نے میری اشاعت سے پہلے خود ان پیشگوئیوں کو شائع کیا تھا اور میں نے بعد میں شائع کیا۔ چنانچہ لیکھرام کو اپنی کتاب تکذیب صفحہ ۳۳۲ میں اس بات کا اقرار ہے۔ کہ وہ پیشگوئیوں کے لئے دو ماہ تک قادیان میں ٹھہرا رہا اور اس نے خود پیشگوئی کے لئے اجازت دی۔ اور اپنی دستخطی تحریر دی۔ وہ اس صفحہ میں میری نسبت یہ بھی لکھتا ہے کہ "وہ موت کی پیشگوئی کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے جب تک اجازت نہ ہو"

اور پھر اسی صفحہ میں اپنی طرف سے اجازت کا اعلان کرتا ہے۔ اس کی کتاب موجود ہے۔ یہ مقام پڑھا جائے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نے میری اشاعت سے پہلے میری پیشگوئی کی آپ اشاعت کر دی ہے اور ڈپٹی عبد اللہ آتھم کی ایک تحریر مشمل مقدمہ ڈاکٹر کلارک کے ساتھ شامل ہے۔ اور لیکھرام کی خط و کتابت جو مجھ سے ہوئی اور جس اصرار سے اپنے لئے اُس نے پیشگوئی طلب کی وہ رسالہ مدت سے چھپ چکا ہے اور قادیان کے ہندو بھی قریب دو سو کے اس بات کے گواہ ہیں کہ لیکھرام قریبًا دو ماہ تک پیشگوئی کے تقاضا کے لئے پشاور سے آکر قادیان میں رہا۔ مَیں کبھی اُس کے پاس پشاور نہیں گیا۔ اس کے سخت اصرار اور بدزبانی کے بعد اور اس کی تحریر لینے کے بعد اس کے حق میں پیشگوئی کی گئی تھی۔ اور یہ دونوں پیشگوئیاں چونکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے تھیں۔ اس لئے پوری بھی ہو گئیں اور مجھے اس سے خوشی نہیں بلکہ رنج ہے کہ کیوں ان دونوں صاحبوں نے اس قدر اصرار کے ساتھ پیشگوئی حاصل کی جس کا نتیجہ ان دونوں کی موت تھی۔ مگر مَیں اس الزام سے بالکل الگ اور جدا ہوں کہ کیوں پیشگوئی کی گئی۔ لیکھرام نے اپنی تحریروں کے ذریعہ سے یہ ارادہ بار بار ظاہر کیا تھا کہ اس وجہ سے مَیں نے یہ پیشگوئی اصرار سے طلب کی ہے۔ کہ تا جھوٹا ہونے کی حالت میں ان کو ذلیل کروں مَیں نے اس کو اور عبد اللہ آتھم کو یہ بھی کہا تھا کہ پیشگوئیاں طلب کرنا عبث ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے تین ہزار کے قریب مجھ سے آسمانی نشان

ظاہر ہو چکے ہیں جن کے گواہ بعض قادیان کے آریہ بھی ہیں ان سے حلفًا دریافت کرو اور اپنی تسلی کر لو۔ مگر مجھے اب تک ان دونوں کی نسبت یہ ہمدردی جوش مارتی ہے کہ کیوں انہوں نے ایسا نہ کیا۔ اور کیوں مجھے اس بات پر سخت مجبور کر دیا کہ مَیں ان کے بارے میں کوئی پیشگوئی کروں۔ یہ کتنا انصاف اور دیانت کے برخلاف ہے کہ ڈپٹی عبد اللہ آتھم کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ نہایت صفائی سے الفاظ کے منشاء اور شرط مندرجہ پیشگوئی کے مفہوم کے مطابق پوری ہو گئی۔ ڈپٹی عبد اللہ آتھم سے بہت مدت سے میری ملاقات تھی اور میرے حالات سے وہ بہت واقف تھا۔ مجھ کو اس کی نسبت زیادہ افسوس اور درد ہے کہ کیوں اس نے ایسی پیشگوئی کو جس میں اس کی موت کی خبر تھی طلب کیا جس کے آخری اشتہار سے چھ مہینے بعد عین منشاء کے مطابق وہ فوت ہو گیا۔ صرف یہی نہیں کہ یہ دو پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ بلکہ انیس برس کے عرصہ میں تین ہزار کے قریب ایسے نشان ظاہر ہوئے اور ایسی غیبت کی باتیں قبل از وقت بتلائی گئیں اور نہایت صفائی سے پوری ہوئیں جن پر غور کر کے گویا انسان خدا کو دیکھ لیتا ہے۔ اگر یہ انسان کا منصوبہ ہوتا تو اس قدر نشان کیونکر ظاہر ہو سکتے جن کی وجہ سے میری جماعت کے دل پاک اور خدا کے نزدیک ہو گئے۔ میری جماعت ان تمام باتوں پر گواہ ہے کیونکہ خدا تعالےٰ نے عجیب در عجیب نشان دکھلا کر اس طرح پر ان کو اپنی طرف کھینچا جس طرح پہلے سے خدا تعالےٰ کے پاک نبیوں پر ایمان لانے والے پاک دل اور صاف باطن [illegible]

میں دیکھتا ہوں کہ وہ جھوٹ سے
تعالیٰ کی محبت کی طرف کھینچے گئے تھے۔
پرہیز کرتے اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے اور اس گورنمنٹ کے جس کے وہ زیر
سایہ زندگی بسر کرتے ہیں سچے خیر خواہ اور بنی نوع کے ہمدرد ہیں۔ یہ اُن
آسمانی نشانوں کا اثر ہے۔ جو انہوں نے دیکھے۔ اور وہ نشان خدا کی رحمت
ہے جو اس وقت اور اس زمانہ میں لوگوں کو خدا کا یقین دلانے کے لئے اس
بندۂ درگاہ کے ذریعہ سے نازل ہو رہے ہیں اور میں یقین رکھتا ہوں
کہ ہر ایک جو اُن نشانوں کو دل کی سچائی طلب کرے گا۔ دیکھے گا امن اور
سلامتی کے نشان اور امن اور سلامتی کی پیشگوئیاں جن کو آسودگی عامہ سے
خلائق میں کچھ دست اندازی نہیں۔ ہمیشہ ایک بارش کی طرح نازل ہوئی
ہیں۔ لیکن خدا کی قدیم سنّت کے موافق ضرور تھا۔ کہ میں بھی اسی طرح حکام
کی زبان سے دُکھ دیا جاتا۔ جیسا کہ پہلے پاک نبی دُکھ دیئے گئے خاص کر وہ
اسرائیلی نبی سلامتی کا شہزادہ جس کے پاک قدموں سے سعیر کے پہاڑ کو
برکت پہنچی اور جو قوم کی نا انصافی اور نابینائی سے مجرموں کی طرح پیلاطوس
اور ہیرودوس کے سامنے عدالت میں کھڑا کیا گیا تھا۔ سو مجھے اس بات
سے فخر ہے کہ اس پاک نبی کی مشابہت کی وجہ سے میں بھی عدالتوں کی طرف
کھینچا گیا۔ اور میرے پر بھی خود غرض لوگوں نے گورنمنٹ کو ناراض کرنے
کے لئے اور مجھے جھوٹا ظاہر کرنے کے لئے افتراء کئے۔ جیسا کہ اس مقدس
نبی پر کئے تھے تا وہ سب کچھ پورا ہو جو ابتداء سے لکھا گیا تھا۔ واقعی
یہ سچ ہے کہ آسمانی برکتیں زمین سے نزدیک آرہی ہیں۔ گورنمنٹ انگریزی کا

جس کی نیت نہایت نیک ہے اور جو رعایا کے لئے امن اور سلامتی کی
پناہ ہے۔ خدا نے پسند کیا کہ اس کے زیر سایہ مجھے مامور کیا۔ مگر کاش
اس گورنمنٹ محسنہ کو نشان دیکھنے کے ساتھ کچھ دلچسپی ہوتی۔ اور
کاش مجھ سے گورنمنٹ کی طرف سے یہ مطالبہ ہوتا کہ اگر تم سچے ہو تو
کوئی آسمانی نشان یا کوئی ایسی پیشگوئی جو امن اور سلامتی کے اندر
محدود ہو دکھلاؤ تو جو میرے پر افتراء کیا گیا ہے کہ گویا میں ڈاکوؤں
کا کام کر رہا ہوں۔ یہ سب حقیقت کھل جاتی۔ آسمان پر ایک خدا ہے
جس کی قدرتوں سے یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ سو ایک مدعی الہام کی سچائی
معلوم کرنے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی معیار نہیں کہ اس سے پیشگوئی
طلب کی جائے توریت میں خدا تعالیٰ نے سچے ملہم کے لئے یہی نشانی قرار
دی ہے۔ پھر اگر اس معیار کے رُو سے وہ سچا نہ نکلے تو جلد پکڑا جائے گا
اور خدا اسے رُسوا کرے گا۔ لیکن اگر وہ روح القدس سے تائید یافتہ
اور خدا اس کے ساتھ ہے تو ایسے امتحان کے وقت اس کی عزت اسی طرح
ظاہر ہو گی جیسا کہ دانیال نبی کی عزت بابل کی اسیری کے وقت ظاہر ہوئی
تھی۔ ایک برس سے کچھ زیادہ عرصہ گذرتا ہے۔ کہ میں نے اس عہد کو چھاپ کر
شائع کر دیا ہے۔ کہ میں کسی کی موت و ضرر وغیرہ کی نسبت ہرگز کوئی پیشگوئی
شائع نہ کروں گا۔ پس اگر یہ پیشگوئی جو اشتہار مباہلہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء
میں ہے کسی کی موت یا اس قسم کی ذلت کے متعلق ہوتی تو میں ہرگز اس کو شائع
نہ کرتا لیکن اس پیشگوئی کو کسی کی ایسی ذلت سے جو قانونی حد کے اندر آسکتی

سے کچھ تعلق نہ تھا۔ جیسا کہ مَیں نے اپنے اشتہار میں مثال کے طور پر اُس کی نظیر صرفی اور نحوی غلطی ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کسی مولوی کو اس طرح پر نادم کیا جائے کہ اس کے کلام میں صرفی یا نحوی غلطی ہے تو اس قسم کی ذلّت سے جو اس کو پہنچے گی قانون کو کچھ علاقہ نہیں۔

میرے اس الہام میں مثلی ذلت کی شرط ایک ایسی شرط ہے کہ اس شرط کے دیکھنے کے بعد حکام کو پھر زیادہ غور کرنے کی حاجت نہیں۔ میری نیک نیتی کو خدا تعالےٰ خوب جانتا ہے اور جو شخص غور سے میری اس پیشگوئی کو پڑھے گا اور اس کی تشریحات کو دیکھے گا جو مَیں نے قبل از مقدمہ شائع کر دی ہیں تو اس کا کانشنس اور اس کی حق شناس روح میرے بے خطا ہونے پر ضرور گواہی دے گی۔ مَیں عدالت کو اس بات کا ثبوت دیتا ہوں کہ مَیں نے یہ اشتہار مباہلہ ایک مدّت تک وہ الفاظ سُنکر جو دل کو پاش پاش کرتے ہیں۔ اور میرا اس تحریر سے ایک تو یہ ارادہ تھا کہ بدی کا بدی سے مقابلہ نہ کروں اور خدا تعالےٰ پر فیصلہ چھوڑ دوں اور دوسرے یہ بھی ارادہ تھا کہ ان فتنہ انگیز تحریروں کے اشتعال دہ اثر سے جس کا اس ڈیفنس میں کچھ ذکر کر چکا ہوں اپنی جماعت کو بچا لوں اور جوش اور اشتعال کو دبا دوں۔ تا میری جماعت صبر اور پاک دلی کے ساتھ خدا تعالےٰ کے فیصلہ کی منتظر رہے۔

مَیں اس بات کا ثبوت دیتا ہوں کہ میری کارروائی محمد حسین کے مقابل پر ابتک سلامت روی کے ساتھ رہی ہے۔ اور مَیں نے

بہت سے گندے اشتہار دیکھکر جو اُس کی تعلیم سے لکھے گئے تھے جن کا بہت سا حصّہ خود اس نے اپنی اشاعۃ السنّہ میں نقل کیا ہے۔ وہ صبر کیا ہے جو دنیا داروں کی فطرت سے ایسا صبر ہونا غیر ممکن ہے۔ محمد حسین نے میرے ننگ و ناموس پر نہایت قابل شرم کمینگی کے ساتھ اور سراسر جھوٹ سے حملہ کیا ہے۔ اور میری بیوی کی نسبت محض افتراء سے نہایت ناپاک کلمے لکھے ہیں۔ اور مجھے ذلیل کرنے کے لئے بار بار یہ کلمے شائع کئے کہ "یہ شخص لعنتی اور کتّے کا بچہ ہے۔ اور دو سو جوتہ اس کے سر پر لگانا چاہیئے۔ اور اس کو قتل کر دینا ثواب کی بات ہے"۔ لیکن کون ثابت کر سکتا ہے کہ کبھی مَیں نے اس کے یا اس کے گروہ کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کئے۔ مَیں ہمیشہ ایسے الفاظ استعمال کرتا رہا جو ایک شریف انسان کو تہذیب کے لحاظ سے کرنے چاہئیں۔ ہاں جیسا کہ مذہبی مباحثات میں باوجود تمام تر نیک نیتی اور نرمی اور تہذیب کے ایسی صورتیں پیش آ جایا کرتی ہیں۔ کہ ایک فریق اپنے فریق مخالف کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جو عین محل پر چسپاں ہوتے ہیں۔ اس مہذبانہ طریق سے مَیں انکار نہیں کر سکتا۔ مباحثات میں ضرورت کے وقت بہت سے کلمات ایسے بھی استعمال ہوتے ہیں جو فریق مخالف کو طبعاً ناگوار معلوم ہوتے ہیں۔ مگر محل پر چسپاں اور واقعی ہوتے ہیں۔ مثلاً جو شخص اپنے مباحثات میں عمداً خیانت کرتا ہے یا دانستہ روایتوں کے حوالہ میں جھوٹ بولتا ہے

اس کو نیک نیتی اور اظہارِ حق کی وجہ سے کہنا پڑتا ہے کہ تم نے طریق خباثت یا جھوٹ کو اختیار کیا ہے۔ اور ایسا بیان کرنا نرمی اور تہذیب کے برخلاف نہیں ہوتا۔ بلکہ اس حد تک جو سچائی اور نیک نیتی کا التزام کیا گیا ہو۔ حق کے ظاہر کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے ایسے طریق کو یورپ کے ممتاز مصنفوں نے بھی جو طبعًا تہذیب اور نرمی کے اعلیٰ اصولوں کے پابند ہوتے ہیں۔ اختیار کیا ہے یہاں تک کہ سر میور سابق لفٹننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی نے اپنی کتاب "لائف آف محمد" میں اس مذہبی تحریر میں ایسے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں کہ میں ایسے الفاظ کا ذکر بھی سخت نامناسب سمجھتا ہوں اور میرے ایک مُرید نے جو محمد حسین کی نسبت ایک مضمون اخبار الحکم میں لکھا ہے جو مسل مقدمہ میں شامل کیا گیا ہے کہ وہ مذہبی مباحثات کی طرز کو خیال کر کے ایسا ہرگز نہیں ہے جیسا کہ سمجھا گیا ہے تاہم یہ بات ثابت شدہ ہے کہ مجھے اس اخبار سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ چنانچہ اخبار الحکم کے پرچہ ۸ر دسمبر ۱۸۹۸ء اور ۱۳ر دسمبر ۱۸۹۸ء اور ۱۰ر جنوری ۱۸۹۹ء میں خود اس اخبار کے مالک شیخ یعقوب علی نے اس کی بخوبی تصریح کر دی ہے۔

میری نیک نیتی اس سے ظاہر ہے کہ قریبًا ڈیڑھ برس کے عرصہ تک محمد حسین نے نہایت سخت اور گندے الفاظ کے ساتھ مجھے دکھ دیا۔ پہلے ایسے ناپاک اشتہار محمد بخش جعفر زٹلی کے نام پر شائع کئے

اور پھر نقل کے طور پر ان کو اپنی اشاعۃ السنہ میں لکھا اور کئی دوسرے لوگوں سے بھی یہ کام کرایا۔ مگر میں چپ رہا اور اپنی جماعت کو بھی ایسے گندے الفاظ بالمقابل بیان کرنے سے روک دیا۔ یہ واقعی اور سچی بات ہے خدا کے اختیار میں ہے کہ عدالت کو اس تفتیش کی طرف توجہ دے جب میری جماعت ایسی گالیوں سے نہایت درجہ دردمند ہوئی اور ایسے اشتہار لاہور کی گلی کوچوں اور مسجدوں میں محمد حسین نے چسپاں کرا دیئے۔ تو میں نے اپنی جماعت کو یہ صلاح دی۔ کہ وہ بحضور نواب لفٹینٹ[1] گورنر بہادر بالقابہ اس بارے میں میموریل بھیجیں۔ چنانچہ میموریل بھیجا گیا۔ جس کے چند پرچے میرے پاس موجود ہیں۔ پھر جب اس ذریعہ سے اس فتنہ کا انسداد نہ ہوا۔ تو ایک اور میموریل پندرہ ہزار یا شاید سولہ ہزار معزز لوگوں کے دستخط کرا کر بحضور ہز آنر بالقابہ اسی غرض کے حصول کے لئے روانہ کیا گیا۔ اس کے چند پرچے بھی موجود ہیں۔ مگر اس کا بھی کوئی جواب نہ آیا۔ تب گندی گالیوں کے دینے میں اور بھی محمد حسین نے نہایت بے باکی سے آگے قدم رکھا۔ چنانچہ ان گالیوں کا نمونہ محمد بخش جعفر زٹلی کے اس اشتہار سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو اس نے ۱۱ر جون ۱۸۹۷ء میں شائع کیا ہے۔ اس اشتہار میں اس کی عبارت جو در اصل

---

[1] نقل مطابق اصل (المرتب)

محمد حسین کی عبارت ہے۔ یہ ہے۔" مرزا عیسائیوں کا کوڑا اور گندگی اٹھانے کے لئے تیار اور راضی ہے۔ اور اپنا منہ ان کی جوتیوں پر ملنے کے لئے اس نے برٹش گورنمنٹ کو خدا کا درجہ دے دیا ہے اس خرِ دجّال نے حضرت سلطان المعظّم یعنی سلطانِ روم کی نسبت ایسی بیہودہ گوئی کی ہے کہ جی چاہتا ہے۔ کہ یہ خبیث باطنی شیطان سامنے بٹھایا جائے اور دو سو جُوتے مارے جائیں۔ اور جب شمار کرتے وقت عدد بھول جائے تو پھر از سرِ نو گننا شروع کیا جائے اس کتّے کے بچے پر لعنت۔ سلطان کی نسبت حقارت آمیز لفظ استعمال کرنے سے تو یہی اچھا ہوتا۔ کہ وہ کھُلا کھُلا عیسائی ہو جاتا مَیں نے مرزا کے متعلق پانچ پیشگوئیاں کی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ قادیانی ایک سخت مقدمہ میں پھنس جائے گا۔ اور جلا وطن کیا جائے گا۔ یا بیڑیاں پڑیں گی اور قید خانہ میں ڈالا جائے گا۔

۲۔ قید میں وہ دیوانہ ہو جائے گا۔

۳۔ ایک ناسُور نکلے گا۔

۴۔ وہ جذامی ہو جائے گا اور خودکشی کرکے دوزخ میں ڈالا جائیگا"

ایسا ہی اس اشتہار کے ساتھ ایک تصویر لکھی ہے۔ جس میں مجھے شیطان بنایا ہے۔ محمد حسین کا یہی طریق ہے کہ یہ گندے اشتہار پہلے اُس کے نام پر شائع کرتا ہے۔ اور پھر نقل کے طور پر اپنی اشاعت السنّہ میں شائع کرتا ہے۔ تا اگر کوئی اعتراض کرے

کہ تُو نے مولوی کہلا کر ایسی گندی اور قابلِ شرم کارروائی شروع کر رکھی ہے۔ تو فی الفور اس کا جواب دیتا ہے کہ میں تو صرف اپنی اشاعۃ السنّہ میں دوسرے کے کلام کو نقل کرتا ہوں۔ اس میں کیا حرج ہے۔ لیکن اگر محمد بخش زٹلی وغیرہ کو عدالت خود بُلا کر دریافت کرے تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سارا پردہ کھُل جائے گا۔

غرض محمد حسین کی ایسی گندی کارروائیوں کے پہلے مَیں نے مجازی حکام کی طرف رجوع کیا۔ یعنی میموریل بھیجے اور پھر اس حقیقی حاکم کی طرف توجہ کی، جو دلوں کے خیالات کو جانتا اور مفسد اور نیک خیال آدمی میں فرق کرتا ہے۔ یعنی مباہلہ کو جو اسلام میں قدیم سنّت اور نماز روزہ کی طرح فرائض مذہب میں بوقتِ ضرورت داخل ہے۔ تجویز کرکے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء لکھا اور خدا تعالیٰ علیم جانتا ہے جس پر افتراء کرنا بد ذاتی ہے کہ بعد دُعا یہی الہام ہُوا کہ مَیں ظالم کو ذلیل کروں گا۔ مگر اسی قسم کی ذلّت ہو گی جو فریقِ مظلوم کو پہنچائی گئی ہو۔

میرے حالات میری انیس 19 برس کی تعلیم سے ظاہر ہو سکتے ہیں کہ مَیں اپنی جماعت کو کیا تعلیم دے رہا ہوں۔ ایسا ہی میرے حالات میری جماعت کے چال چلن سے معلوم ہو سکتے ہیں اور بہتیرے ان میں سے ایسے ہیں جو گورنمنٹ کی نظر میں نہایت نیک نام اور معزز عہدوں پر سرفراز ہیں۔ ایسے ہی میرے حالات قصبہ قادیان کے عام لوگوں

سے دریافت کرنے کے وقت معلوم ہو سکتے ہیں۔ کہ میں (نے) ان میں کس طرز کی زندگی بسر کی ہے۔ ایسا ہی میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ کی طرز زندگی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ انگلشیہ کی نظر میں کیسے تھے۔ اور عجیب تر یہ کہ محمد حسین جو ہر وقت میری ذلت کے درپے ہے وہ اپنی اشاعت السنہ نمبر ۹ جلد نمبر ۷ میں میری نسبت اقرار کرتا ہے کہ یہ شخص اعلیٰ درجہ کا پاک باطن اور نیک خیال اور سچائی کا حامی اور گورنمنٹ انگریزی کا نہایت درجہ خیر خواہ ہے۔

یہ بھی گذارش کرنا ضروری ہے کہ اگر لیکھرام کے مارے جانے کے وقت میں میری نسبت آریوں کو شکوک پیدا ہوئے تھے۔ تو ان شکوک کی بناء بجز اس پیشگوئی کے اور کچھ نہ تھا جس کو لیکھرام نے آپ مانگا تھا۔ اور مجھ سے پہلے آپ مشتہر کیا تھا۔ پھر اس میں میرے پر کیا الزام ہے نہ میں نے خود بخود پیشگوئی کی۔ اور نہ میں نے اس کو مشتہر کیا۔ اور اگر صرف شک پر لحاظ کیا جائے۔ تو ہندوؤں نے سر سید احمد خان کے سی۔ ایس۔ آئی پر بھی قتل لیکھرام کا شبہ کیا تھا۔ فقط

الراقم

خاکسار:۔ مرزا غلام احمد از قادیان

(۲۰ر جنوری ۱۸۹۹ء)

مصنف: ابوقیصر آدم خان صاحب فاضل مردان

طابع :- سید عبدالحی ایم اے

مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

ناشر :- نظارت اشاعت لٹریچر وتصنیف صدر انجمن احمدیہ پاکستان

دسمبر ۱۹۷۶ء